علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

—— طبع دوم ——

حسین چودھری ٹرسٹ

۲ سی۔ گلبرگ ۲ ○ لاہور

عہدِ نبوّت کے ماہ و سال

علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ

۱۱۰۴ھ ——— ۱۱۷۴ھ

ترجمہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

۲ سی۔ گلبرگ ۲ ⊙ لاہور

نام کتاب : عہدِ نبوت کے ماہ و سال
مؤلف : علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی
مترجم : مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ناشر : حسین چودھری ٹرسٹ گلبرگ لاہور۔ فون ۶۵۱۱۸ / ۸۰۶۹۴
مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
بار اوّل : جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ جون ۱۹۷۶ء
بار دوم : رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ جولائی ۱۹۸۰ء
صفحات : ۴۰۴
قیمت : ۳۶/- روپے
ڈسٹری بیوٹر : مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ۔ ۳۲ اے شاہ عالم لاہور

فہرست مضامین کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

عرض مترجم

الشیخ العلامۃ مولانا مخدوم محمد ہاشم سندھی (ٹھٹھوی) الامام الحجۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہمعصر اور خطۂ سندھ کے گویا دوسرے شاہ ولی اللہ تھے، علوم اسلامیہ، تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ، کلام و تصوف، سیر و تاریخ اور شعر و ادب میں اپنے دور کے امام تھے اور علم و فضل، خشیت و انابت اور زہد و تقویٰ میں نادرۂ روزگار ـــــ عمر عزیز کا بیشتر حصہ تعلیم و تدریس تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد، احیاء سنت، ترویج شریعت اور رد بدعات میں صرف ہوا ـــــ

تصنیف و تالیف میں مخدوم مرحوم کو قدم راسخ اور ید طولیٰ حاصل تھا۔ اوقات میں برکت اور قلم میں روانی تھی، عربی، فارسی اور سندھی تینوں زبانیں بلا تکلف لکھتے اور بولتے تھے، علوم اسلامیہ کا کوئی شعبہ اور وقت کا کوئی اہم مسئلہ ایسا نہ ہوگا جس پر موصوف نے قلم نہ اٹھایا ہو مگر سرعت قلم اور موضوع کے تنوع کے باوصف کیا مجال ہے کہ کوئی تصنیف متانت و ثقاہت کے بلند معیار سے ذرا بھی نیچے اتر آئے۔

"بذل القوۃ" سیرت نبویؐ پر موصوف کی اچھوتی تالیف ہے جسے چند سال ہوئے۔ "لجنۃ احیاء الادب السندھی حیدر آباد (سندھ)" نے شائع کیا ہے، کتاب کی گوناگوں خصوصیات کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ واللہ الموفق المعین

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

عرضِ ناشر

ہر انسان دُنیا میں کسی نہ کسی پیشے یا کاروبار سے تعلق رکھتا ہے اور کسبِ معاش کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے۔ ان امورِ دُنیا کو سر انجام دیتے ہوئے شعوری یا غیر شعوری طور پر ہر انسان سے لوگوں کو نفع یا نقصان بھی پہنچتا ہے۔ کوئی انسان ہر کسی کو خوش نہیں کر سکتا اور ایسا بھی شاید ہی کوئی انسان ہو کہ جس سے ہر کوئی نالاں ہو۔

راقم الحروف کا تعلق ابتدا ہی سے چارٹرڈ اکاؤنٹنسی سے رہا ہے۔ اس قسم کی تعلیم قیامِ پاکستان کے بعد مفقود تھی۔ لہٰذا بندہ نے توکلاً علی اللہ "حسین انسٹی ٹیوٹ آف اکاؤنٹس" کی بُنیاد رکھ دی۔ یہ ۱۹۴۸ - ۴۹ء کی بات ہے۔ میرے مُرشد و شیخ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوّر اللہ مرقدہٗ نے مجھے اس پر مبارک باد دی اور دُعا کی اور فرمایا کہ مسلمانوں میں یہ تعلیم عام کرو۔ اپنے شیخ کی دُعا و ہدایت پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری یہ کوشش بار آور ہوئی۔ شام کو باقاعدہ کلاسز جاری کیں اور —— بہت سے اصحاب نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور چارٹرڈ اکاؤنٹس کی تعلیم حاصل کر کے اسی پیشہ سے منسلک ہو گئے اور کئی ایک اصحاب نے اکاؤنٹنسی کو ذریعہ معاش بنایا۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ یہ ایک قسم کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دینِ اسلام میں نیکی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ دُنیا وی اُمور بھی اگر نیک نیتی اور نفع رسانیٔ خلق کے ارادے سے کیے جائیں تو اس کا اجر دُنیا و آخرت دونوں میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیر کو بہت انعامات و احسانات سے نوازا۔ اور سب سے بڑا انعام میرے خیال میں یہ ہے کہ اس نے حضرت شیخ التفسیرؒ سے مجھے نسبت جوڑنے کی توفیق دی۔ اگرچہ حضرت

حالی کی تتبع سنت سیرت سے اس گنہ گار کو کوئی مناسبت نہیں لیکن ان کے سوزِ دروں اور آتشِ عشقِ الٰہی کی بدولت ہمیشہ یہ آرزو دل میں چٹکیاں لیتی رہی کہ اس چند روزہ حیاتِ مستعار میں کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جو آخرت میں نجات کا یقینی ذریعہ ثابت ہو۔ عرصہ کے اس فکر نے "حسین چودھری ٹرسٹ" کا روپ دھارا ہے جس کا مقصد و منشا ایسے رسائل و کتب کی اشاعت ہے جس سے قلوب و اذہان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کا جذبہ بیدار ہو کہ تعمیرِ سیرت، اصلاحِ معاشرہ اور ملتِ اسلامیہ کی ترقی کا راز صرف سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مضمر ہے۔ اس کے بغیر مسلمان نہ تو دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں اُسے سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے

"حسین چودھری ٹرسٹ" کا مقصد تجارت نہیں ہے۔ یہ ایک وقف ادارہ ہے، اس کی جو تھوڑی بہت آمدنی ہو گی وہ ایسے ذہین لیکن غریب طلبار کو وظائف کی صورت میں دی جائے گی جو اعلیٰ تعلیم سے بوجہ غربت محروم رہتے ہیں اور آمدنی کا کچھ حصہ اسلامی تبلیغ و اشاعت پر صرف کیا جائے گا یا ایسے امور پر خرچ کیا جائے گا جس میں عوام کی فلاح و بہبود ہو۔

آغازِ کار کے طور پر جس کتاب کی اشاعت کا انتخاب کیا گیا ہے وہ "عہدِ نبوت کے ماہ و سال" کے نام سے پیشِ خدمت ہے۔ جس مقدس شخصیت پر خود اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رحمت و سلام بھیجتے ہوں اور جس پر درود بھیجنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمام ایمانداروں کو دیا ہو اس کی سیرتِ طیبہ بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تاہم اُمت کے سعید افراد نے اپنے اپنے اوقات میں اپنے اپنے انداز میں سیرت پر اتنی کتب لکھی ہیں کہ بجا طور پر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی اور عنوان اور موضوع پر اس کا عشرِ عشیر بھی موجود نہیں ہے

"عہدِ نبوت کے ماہ و سال" اپنی نوعیت کی مختصر اور جامع کتاب ہے جو عربی میں تھی اور عربی دان حضرات ہی اس سے استفادہ کر سکتے تھے۔ ہم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی۔ مدیر ماہنامہ "بینات" کراچی کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کا سلیس اور شگفتہ اردو ترجمہ کیا۔

اور ہمیں اس کے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس حقیر کوشش کو کامیاب کرے اور ہمارے عزائم میں استقامت، استقلال اور برکت عطا فرمائے اور اس حقیر کوشش کو آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

محمد حسین چودھری ٹرسٹی

ایف سی اے۔ ایف۔ پی۔ آئی اے

حسین چودھری ٹرسٹ۔ ۲ سی گلبرگ II لاہور۔ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ ۱۸ جون ۷۶ء

طبع ثانی

"عہدِ نبوت کے ماہ و سال" ۱۹۷۶ء میں طبع ہو کر جلد ہی ختم ہو گئی۔ اخبارات و جرائد نے بہترین تبصرے کیے۔ شیخ وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کو بھی ایک نسخہ بھیجا گیا۔ حضرت نے خصوصی طور پر اس کو سراہا اور ہدیۂ تبریک ارسال فرمایا جو آئندہ صفحہ پر تبرکاً نقل ہے ——— شائقین کا تقاضا تھا کہ کتاب جلد شائع ہو مگر میری مصروفیات آڑے آتی رہیں اور شاید اس رمضان المبارک کا انتظار تھا کہ حضرت شیخ بھی فیصل آباد قیام فرمائیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کا ایک تصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کی اتباع کی توفیق عنایت فرمائے۔

میں علوی صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے فرصت نکال کر تفصیلی فہرست تیار فرمائی۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے۔ اب ہر مضمون کو آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔

محمد حسین چودھری

حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث کا مدینہ منورہ سے خط

باسمہٖ سبحانہٗ

مکرم و محترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون

گرامی نامہ صوفی اقبال صاحب نے دیا، اس ناکارہ کی طبیعت خراب چل رہی ہے اس لیے جواب میں تاخیر ہوتی چلی گئی، آپ کی مرسلہ کتاب "عہدِ نبوت کے ماہ و سال" اس ناکارہ نے عصر کے بعد کی مجلس میں حرف بحرف سُنی تھی اور بڑا قلق اس کا ہُوا کہ کتاب اس وقت پہنچی جب مَیں کسی کام کا نہیں رہا اگر میری جوانی میں یہ کتاب ملتی تو بہت کچھ کام لیتا۔ اس ناکارہ نے بھی اسی طرز پر ایک کتاب لکھی تھی اس میں اس کتاب سے بڑی مدد ملتی، سُننے کے بعد وہ کتاب مَیں نے اپنے داماد مولوی محمد عاقل صدر مدرس جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو بھیج دی، کہ وہ اس سے کام لیں گے بہر حال یہ ناکارہ آپ کے لیے دل سے دُعا کرتا ہے، اللہ تعالےٰ آپ کے لیے اس کتاب کو صدقۂ جاریہ بنائے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے کہ اصل کامیابی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے ہی میں ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم حبیب اللہ

بپاسِ خاطر

حضرت حکیم الاسلام، العارف باللہ، السید ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے ہمعصر بزرگ حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "بذل القوۃ" سیرتِ رسولِ اکرم، رحمتِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنے انداز کی بڑی ہی خوبصورت کتاب ہے کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو کر قبولیتِ عامہ کی سند حاصل کر چکے ہیں، فاضلِ شہیر مولانا محمد یوسف لدھیانوی ایڈیٹر "بینات" کراچی نے اردو ترجمہ کیا۔

ہمارے حضرت لاہوری قدس سرہ کے فیضیافتہ جناب محمد حسین صاحب چودھری جو اکاؤنٹس کی دنیا میں منفرد نام ہونے کے ساتھ ساتھ کئی ایک اداروں میں مختلف حیثیات سے شامل ہیں اور جس ادارے میں شامل ہیں اس میں ان کی حیثیت روحِ رواں کی ہے، یہ تمام تر ادارے رفاہی نوعیت کے ہیں جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت ہے اور بس!

انہی اداروں میں ایک ادارہ "حسین چودھری ٹرسٹ" بھی ہے" اس کی طرف سے "بذل القوۃ" کا اردو ترجمہ "عہدِ نبوت کے ماہ وسال" کے عنوان سے موصوف نے چھاپ دیا اور اللہ تعالےٰ نے اسے قبولیت کی سند عطا کی۔

اردو نام کی وجہ یہ تھی کہ علامہ محمد مخدوم سندھی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب بعثتِ نبوت سے شروع کی اور سن وار حالات سپردِ قلم فرمائے اس اعتبار سے نام بڑا مناسب اور موزوں تھا، کتاب چھپنے کے بعد ملک کے مقتدر اور ذی علم حضرات تک پہنچی انہوں نے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ مولانا محمد تقی عثمانی ایڈیٹر "البلاغ" کراچی اور مولانا سمیع الحق ایڈیٹر "الحق" اکوڑہ خٹک نے خط کے ذریعہ اور اپنے اپنے رسالہ کے ذریعہ اس محنت کی زبردست داد دی، احقر نے حضرت لاہوری قدس سرہ کی دینی و روحانی یادگار ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنی قلبی مسرت کا اظہار کیا، اور سب سے بڑی سند وہ گرامی نامہ ہے جو اسلامیانِ عالم کے سب سے بڑے شیخ، دورِ حاضر کے سب سے بڑے محدث عارف باللہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری متع اللہ المسلمین بطول بقائہم نے چودھری صاحب کو ارسال فرمایا۔

حضرت شیخ دیارِ ہند کو خیر باد کہہ کر ایک عرصہ سے مدینہ طیبہ زادھا اللہ تشریفاً میں مقیم ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ زندگی کے باقی ایام اسی دیار میں بسر ہوں اور اپنے شیخ و مخدوم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی طرح ہمیشہ کے لئے بقیع غرقد کی خاکِ پاک نصیب ہو جائے۔

حضرت شیخ کا معمول یہ ہے کہ عصر و مغرب کے درمیان سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں اور آپ کے جوار میں وہ منتخب کتابیں سنتے ہیں جو مختلف علمی و روحانی موضوعات پر چھپ کر آپ تک پہنچتی ہیں۔ یہ کتاب بھی اس پاک مجلس میں پڑھی گئی اور صاحب سیرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوار میں پڑھا جانا بڑی ہی سعادت کی بات ہے، کتاب مکمل ہو چکی تو حضرت شیخ نے گرامی نامہ لکھا جو بعینہٖ شامل ہے۔

اتنی بڑی سعادت —— اللہ اکبر! چودھری صاحب کی مسرتوں کا ٹھکانا نہ تھا اُدھر کتاب ختم تھی وہ چاہتے تھے کہ ادنیٰ اُمتی کی طرح سرکارؐ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پھر سے پیش کروں محترم حافظ عبدالرشید صاحب ارشد مینجنگ ڈائریکٹر مکتبہ رشیدیہ لاہور جن کی مساعی سے کتاب پہلی بار چھپی، ان سے اور مجھ سے مشورہ فرمایا: ظاہر ہے کارِ خیر میں استخارہ کی حاجت نہ تھی تاہم چودھری صاحب کی فرمائش پر علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہٗ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون جو سیرتِ نبویؐ کی جامعیت پر شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے مہیا کر دیا گیا جو اب شاملِ کتاب ہے، اور فہرست مضامین نئے سرے سے تیار کر دی گئی پہلی فہرست بڑی ہی مختصر اور مجمل تھی اب کوشش کی گئی ہے کہ تمام ضروری مضامین فہرست میں آجائیں تاکہ ایک قاری پہلی نظر میں کتاب کے مضامین سے واقف ہو جائے۔

نئی فہرست میں عنوانات کی مجموعی تعداد ۳۱۲ ہو گئی ہے، فہرست اور علامہ صاحبؒ کا مضمون کتاب کے آخر میں ہے۔

یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ خدمت چودھری صاحب اور ان کے متعلقین کے لئے آخرت کا بہترین ذخیرہ ہوگی اور سرکارؐ کے اُمتی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

محمد سعید الرحمٰن علوی
ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ و علیٰ آلہ و صحبہ و من نحا نحوہٗ : وبعد

فقیر محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمٰن سندھی ٹھٹھوی عرض پرداز ہے، کہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں ان واقعات و حوادث کو تاریخی ترتیب سے قلمبند کیا گیا ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئیس سالہ عہدِ نبوت میں پیش آئے یعنی ۱۳ سالہ مکی دور اور ۱۰ سالہ مدنی دور کے حالات و واقعات اور غزوات۔ اس کا آغاز ۵ ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ کو ہوا اور اسے "بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ" کے نام سے موسوم کیا۔ کتاب دو حصوں پر مرتب کی گئی ہے، حصہ اوّل میں مکی دور کے واقعات اور حصہ دوم میں مدنی دور کے۔ اس حصہ کے تین باب ہونگے باب اوّل : غزوات۔ باب دوم : سرایا و بعوث۔ باب سوم : دیگر واقعات۔ فاقول وباللہ استعین

حصہ اول

آغازِ نبوت سے ہجرت تک کے واقعات

ہجرت سے پہلے جہاد چونکہ ممنوع تھا اس لئے اس دور میں جنگ و جہاد کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس لئے حصہ اوّل میں غزوات و سرایا کا نہیں بلکہ دوسرے حالات و واقعات کا ذکر ہوگا، اور اس حصہ میں ایک باب اور تیرہ فصلیں ہونگی

فصل ۱، سنہ ۱ نبوت ــ اس سال ــ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا اکتالیسواں سال تھا۔ آپ نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے، سیرت شامیہ کے مصنف لکھتے ہیں "مشہور قول کے مطابق، عمر مبارک کے ٹھیک چالیس برس پورے ہوئے تو آپ کو منصبِ رسالت پر فائز کیا گیا۔ اسی مشہور قول پر علما کا اتفاق ہے اور یہی صحیح ہے، اگرچہ بعض نے ایک دن بعد، بعض نے دس دن بعد اور بعض نے دو ماہ بعد کا قول بھی نقل کیا ہے۔"

زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: پہلا قول ہی درست اور صحیح ہے، اور یہی حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

بعثت نبوی ماہ ربیع الاول میں ہوئی یا رمضان مبارک میں؟ اس میں علماء کے دو قول ہیں، راجح اور مشہور، قول اول ہے، البتہ ان دونوں کے مابین تطبیق۔ جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ اس طرح ہو سکتی ہے کہ ربیع الاول سے وحی منام (خواب میں وحی) کا آغاز ہوا۔ یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا اور رمضان کی لیلۃ القدر میں، جبکہ آپ غار حرا میں خلوت گزیں تھے، جبرئیل امین کی آمد ہوئی اور وحی قرآنی کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "ماہ رمضان (ہی) وہ (مہینہ) ہے جس میں قرآن کا نزول (شروع) ہوا" نیز ارشاد ہے، ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا"

بعثت کس تاریخ کو ہوئی؟ اس میں تین قول ہیں، ربیع الاول کی بارہ یا دو یا آٹھ تاریخ کو۔ بارہ کا قول زیادہ مشہور ہے، اس پر اتفاق ہے کہ یہ دن سوموار تھا مسلم شریف میں حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے دو مرفوع حدیثوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔

جیسا کہ ابھی گذرا اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وحی کی ابتداء رؤیا صادقہ سے ہوئی اور چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

بعثت کے ابتدائی دور میں شجر و حجر بارگاہ نبوت میں سلام عرض کرتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بعثت کے ابتدائی دنوں میں میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گذرتا وہ مجھے یوں سلام کرتا۔" السلام علیک یا رسول اللہ۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ "مکہ میں وہ پتھر اب بھی موجود ہے جو آغاز نبوت میں مجھے سلام کرتا تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے حجر اسود مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ ایک اور معروف پتھر تھا، جو حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان کے قریب تھا۔

اسی سال ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ آپ کو اسلام میں

مردوں اور عورتوں سب سے سبقت کا شرف حاصل ہے، چنانچہ کئی ایک علماء نے اس کی تصریح کی ہے اور ثعلبی علامہ ابن عبد البر اور علامہ سہیلی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، ابن اثیرؒ فرماتے ہیں: "مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان سے پہلے اسلام کی سعادت نہ کسی مرد کو نصیب ہوئی نہ کسی عورت کو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا عقد کافی مدت پہلے ہو چکا تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک پچیس سال تھا اور یہ عمر کی چالیس منزلیں طے کر چکی تھیں۔ ان کی وفات کا ذکر سنہ نبوت کے واقعات میں آئے گا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں۔ زینب، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہن اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دولت ایمان سے بہرہ یاب ہوئیں، جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں سیرت ابن اسحاق اور سیرت شامیہ سے نقل کیا ہے۔ بناء بریں علماء سیرت کا یہ قول کہ: "فاطمہؓ بنت خطاب پہلی عورت ہیں جو حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام لائیں" اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت خدیجہؓ اور ان کی صاحبزادیوں کے بعد وہ سب عورتوں سے پہلے اسلام لائیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا سن وفات حسب ذیل ہے:

حضرت رقیہؓ ۲ھ۔ حضرت زینبؓ ۸ھ۔ حضرت ام کلثومؓ ۹ھ۔ حضرت فاطمہؓ ۱۱ھ۔ تفصیل کے لیے مذکورہ سنین کے حوادث کا ملاحظہ کیا جائے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے جو دو صاحبزادے تھے، یعنی قاسم۔ یہ بڑے تھے اور عبداللہ — طیب وطاہر انہی کا لقب تھا — ان دونوں کی ولادت و وفات بعثت سے قبل ہوئی اور بقول بعض نبوت کے بعد — گویا دونوں صاحبزادے اپنے والدین کی تبعیت میں ابتداء ولادت ہی سے مسلمان تھے۔ مجھے ان کے سن ولادت اور سن وفات کی تصریح کہیں نہیں مل سکی، البتہ اس میں دو رائیں نہیں کہ ان کی ولادت، وفات اور تدفین مکہ میں ہوئی

رہے آپ کے تیسرے صاحبزادے ابراہیم، جو آپ کی باندی ماریہؓ کے بطن سے تھے، ان کی ولادت کا ذکر ۸ھ کے واقعات میں اور ان کی وفات کا ذکر ۱۰ھ کے واقعات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالٰے

اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے، بنا بر قول مشہور حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام میں آپ کا سب سے پہلا درجہ ہے، اور مردوں میں ان کی سبقت اسلام تو ایسی مسلّم بات ہے کہ کسی کو اس میں کلام نہیں، بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے کافی مدت پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (نبوت کی) تصدیق کر چکے تھے، چنانچہ بارہ برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بحیرا راہب کے زمانے میں اپنے عم محترم ابو طالب کی ہمرکابی میں ملک شام کا سفر فرمایا اس وقت حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے، (بحیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی وقت سے آپ کی نبوت کے معتقد تھے) مگر اس کو "اسلام" نہیں، تصدیق ہی کہا جائے گا، کیونکہ یہ تصدیق قبل از وقت تھی اور اسلام کے لئے تصدیق بعد از نبوت ضروری ہے۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کی صبح کو مبعوث ہوئے اور اسی شام کو اسلام کی دولت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئی تھی۔

اسی سال حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسلام لائے، اور ایک قول کے مطابق حضرت ابوبکرؓ سے پہلے۔ پہلا قول مشہور بھی ہے اور صحیح بھی۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) بعثت کے دوسرے دن منگل کو اسلام لائے ہیں۔ نیز خیثمہ وغیرہ نے خود یہ حضرت علیؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "ابوبکر مجھ سے اسلام میں سبقت لے گئے۔" پھر یہ کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق نابالغ بچے تھے، ۱۰ برس، ۸ برس یا ۵ برس ان کی عمر تھی۔ دس برس کا قول صحیح اور معتمد ہے، کیونکہ کتب سیر و تاریخ میں مفصل مذکور ہے کہ میلاد نبوی کے تیس سال بعد ان کی ولادت ہوئی۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام، آپ کے متبنّٰی (لے پالک) اور آپؐ کے محبوب، حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ ان کا اسلام حضرت علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کے بعد تھا۔

اسی سال بہت سے سابقین فی الاسلام۔ حضرت عثمان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ اسلامی برادری میں داخل ہوئے۔ مذکورہ الصدر پانچوں اکابر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اور آپ ہی نے انہیں دربارِ نبوت میں پیش کیا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، آپ کو اسلام کا سب سے پہلا موذن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ حمامہ بھی مسلمان تھیں۔ والدہ کی نسبت سے انہیں بلال بن حمامہ بھی کہا جاتا ہے، حضرت بلال بنو جمح کے ایک مشرک قبیلے کے غلام تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں نو اوقیہ کے عوض خرید کر فی سبیل اللہ آزاد کر دیا تھا، اس لئے آپ مولیٰ ابی بکر کہلاتے تھے۔

اسی سال عامر بن فُہَیرہ اسلام لائے۔ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے آزاد کردہ تھے۔

اسی سال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ جن کا اسم گرامی جندب بن جُنادہ ہے مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام میں ان کا پانچواں یا چوتھا درجہ ہے۔

اسی سال ان سے پہلے ان کے برادر اکبر حضرت اُنیس بن جُنادہ رضی اللہ عنہ، مسلمان ہوئے اسلام لانے کے بعد دونوں بھائی اپنی قوم بنی غفار میں واپس چلے گئے۔ یہ قبیلہ حرمین شریفین کے درمیان آباد تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوذرؓ مدینہ طیبہ ہجرت کر آئے، اور وصال نبوی تک وہیں قیام رہا۔

اسی سال امیہ بن خلف کے ایک غلام ابوفُکیہہؓ مسلمان ہوئے، حضرت بلالؓ اور یہ دونوں

ایک ہی دن مسلمان ہوئے۔

اسی سال حضرت عمار بن یاسر کا گھرانہ نورِ اسلام سے منور ہوا، وہ خود ان کے بھائی عبداللہ بن یاسر، ان کے والد یاسر بن عامر اور ان کی والدہ سمیہ بنت سلم۔ یا بنت خباط۔ اسلام لائے، یہ چاروں حضرات ابوحذیفہ ابن مغیرہ کے حلیف تھے۔ حضرت عمار اور حضرت صُہیب ایک ہی دن مسلمان ہوئے اور ان کے والدین اور بھائی اُن کے کچھ دن بعد۔

اسی سال حضرت صُہیب رومی رضی اللہ عنہٗ اسلام لائے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت صُہیب تیس پنتیس اشخاص کے بعد اس وقت اسلام لائے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "دارِ ارقم" میں فروکش تھے، مگر یہ قول ضعیف ہے۔

اسی سال حضرت خَبّاب بن ارت تمیمی۔ یا خزاعی۔ رضی اللہ عنہٗ اسلام لائے، یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے، اور اسلام لانے میں انکا چھٹا نمبر ہے۔

اسی سال حضرت مُصعَب بن عمیر القرشی العبدری۔ جو قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی عبدالدار کے ایک فرد تھے۔ عیاش بن ربیعہ، ارقم بن ابی الارقم۔ ان دونوں کا تعلق قریش کی ایک شاخ بنو مخزوم سے تھا۔ عثمان بن مظعون اور ان کے دو بھائی قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون اسلام لائے۔ اول الذکر چار حضرات بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ارقم کے اسلام لانے پر عنقریب مزید گفتگو ہوگی۔

اسی سال حضرت ابوعُبَیدہ بن عامر بن عبداللہ بن الجراح القرشی الفہری سعادت اسلام سے بہرہ یاب ہوئے، اور لسان نبوت سے "اس امت کے امین" کا تمغہ ان ہی کو عطا ہوا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد القرشی المخزومی اسلام لائے، ان کی والدہ بَرّہ بنت عبدالمطلب ہیں، اسلام لانے میں ان

کا گیارھواں نمبر ہے۔

اسی سال حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عامر بن ابی وقاص اسلام لائے، علامہ ابن اثیر، اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ "ان کا اسلام دس مردوں کے بعد تھا"۔

اسی سال حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی اسلام لائے۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب نیز سعید بن زید۔ جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ اور خنیس بن حذافہ السہمی اسلام لائے بعض نے کہا کہ حضرت جعفر کا اسلام ۵ نبوت کا واقعہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اسی سال سعید بن ابی العاص کے آزاد کردہ غلام معیقیب بن ابی فاطمہ اسلام لائے۔

اسی سال ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب اسلام لائے۔ یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ کے چچازاد بھائی ہیں اسد بن عبد العزیٰ دونوں کے جد امجد ہیں۔ ورقہ اس وقت اسلام لائے تھے، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس وحی کی آمد کی کیا صورت ہوتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کی کیفیت بیان فرمائی اور انھوں نے اس کی تصدیق کی صحیح تر قول یہی ہے کہ ورقہ کو مسلمان تصور کیا جائے، چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ "ورقہ قطعاً صحابی ہیں"۔

ان کی وفات کا ذکر ۳ نبوت کے واقعات میں آئے گا۔

اسی سال معروف صحابی ارقم بن ابی الارقم القرشی المخزومی اسلام لائے۔ جیسا کہ ابھی گذرا زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ "ان کا اسلام سات یا دس حضرات کے بعد تھا"۔

اسی سال خالد بن سعید بن العاص بن امیہ القرشی الاموی اسلام لائے، ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ اسلام میں ان کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے،

یہ اسلام لائے تو ان کے والد نے ان کو سخت سزائیں دینا شروع کیں، یہاں تک کہ ان کا کھانا پانی تک بند کر دیا گیا، اس لئے حبشہ کی دوسری ہجرت میں مہاجرین کے ساتھ وطن کو خیرباد کہا اور فتح خیبر کے موقع پر جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خیبر ہی میں فروکش تھے، حضرت جعفر اور ان کے رفقاء کی معیت میں کشتیوں کے ذریعہ حبشہ سے بارگاہ نبوی میں پہنچے، اور "عمرۃ القضاء" اور دیگر غزوات۔ فتح مکہ، حُنین، طائف اور تبوک ۔ وغیرہ میں شریک رہے۔

ان کی صاحبزادی ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص کی ولادت حبشہ میں ہوئی۔ نام آمَہ تھا، یہ وہی صاحبزادی ہیں جن کا واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زرد رنگ کا قمیص پہنایا بچی اس رنگین لباس کو پہن کر خوش ہو رہی تھی یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشی زبان میں فرمایا، یا ام خالد! سَنَہ سَنَہ (ام خالد! بڑا خوب صورت ہے نا، بڑا خوب صورت)

اسی سال عتبہ بن غزوان مازنی (مازن، قیس عیلان کی ایک شاخ) اسلام لائے، کہا گیا کہ اسلام لانے میں ان کا چھٹا نمبر ہے۔

اسی سال حضرت مقداد بن عمرو الکندی اسلام لائے، آپ کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ اسود بن عبدیغوث زہری کے حلیف تھے، اس نے ان کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا اور اس کی کفالت میں ان کی نشو ونما ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام لانے میں ان کا ساتواں نمبر ہے۔

اسی سال فاطمہ بنت خطاب۔ حضرت عمر بن خطاب کی ہمشیرہ محترمہ۔ رضی اللہ عنہ وعن اخیہا۔ اسلام لائیں، حضرت خدیجہ اور ان کی صاحبزادیوں۔ رضی اللہ عنہن۔ کے بعد یہ پہلی خاتون ہیں جنہیں اسلام کا شرف حاصل ہوا، گویا بالغ عورتوں میں یہ دوسری خاتون ہیں جو

اسلامی برادری میں شامل ہوئیں، ان کے برادر معظم سیدنا عمر خطاب رضی اللہ عنہ ۶ سنہ نبوت میں خود ان ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اس کا واقعہ اپنی جگہ آئیگا۔

اسی سال سُمیّہ بنت خبّاط۔ حضرت عمار بن یاسر کی والدۂ ماجدہ اسلام لائیں۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت امِّ ایمن رضی اللہ عنہا اسلام لائیں، ان کا نام برکہ، اور یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

اسی سال اُمّ الفضل زوجۂ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اسلام لائیں، ان کا نام لُبابہ تھا، اور یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے کافی مدت بعد ۸ سنہ نبوت یا ۸ سنہ نبوت میں ۔ علی اختلاف القولین ۔ اسلام لائے۔ اس کا ذکر آگے آئیگا

بعض کی رائے ہے کہ ام الفضل، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لانے والی پہلی خاتون ہیں لیکن اصح وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ شرفِ اوّلیت فاطمہ بنت خطاب کو حاصل ہے۔ بلکہ امّ الفضل سے پہلے فاطمہ کے علاوہ سُمیّہ والدۂ عمار اور اُمّ ایمن بھی اس شرف سے مشرف ہو چکی تھیں۔

اسی سال حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی حضرت اسما رضی اللہ عنہا اسلام لائیں، ان کا لقب ذات النطاقین (دو کمر بند والی) ہے، اس وقت یہ ہفت سالہ چھوٹی سی بچی تھیں کیونکہ ان کی ولادت ۲۷ سنہ میلاد نبوی میں ہوئی، یہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی تھیں، ان سے پہلے اٹھارہ مرد و زن اسلام لا چکے تھے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ امّ عبد بنت عبد وُد رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ اسی سال (آسمانی خبروں کی دریافت سے منع کرنے کے لئے) شیاطین پر ہر جانب سے شہاب ثاقب ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اس سے پہلے وہ آسمانی خبریں سنکر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے، علامہ کازرونی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں: "شیاطین پر

ستاروں کے ٹوٹنے کا سلسلہ بعثت سے بیس دن بعد شروع ہوا۔

اسی سال کے ماہ رمضان مبارک کی شب قدر میں جبریل امین قرآن حکیم کی وحی لیکر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "ماہ رمضان جس میں قرآن اتارا گیا" نیز ارشاد ہے "ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا۔"

سب سے پہلے جبریل علیہ السلام نے سورۂ اِقْرَاْ کی ابتدائی پانچ آیتیں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ تا مَالَمْ يَعْلَمْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاوت فرمائی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ یہی سب سے پہلی قرآنی وحی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ "یہی صحیح ہے اور جمہور سلف و خلف اسی کے قائل ہیں۔ جن روایات میں یہ آتا ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ یا سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں وہ ضعیف ہیں بلکہ نوویؒ نے انہیں باطل قرار دیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس سال لیلۃ القدر رمضان کی کس تاریخ کو تھی، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ سترہ تاریخ تھی، اور بعض نے اٹھارہ، چوبیس اور ستائیس ذکر کی ہے۔

آغاز وحی کے موقعہ پر جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغل میں لیکر تین مرتبہ پوری قوت سے دبایا، جس کی تفصیل صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے مقصد اس دبانے اور بار بار کے دبانے سے یہ تھا کہ اس روحانی "تصرف" کے ذریعہ آپ کو انسانیت کی عمومی سطح سے بلند کر دیا جائے، آپ کے قلب اطہر سے صفات بشریہ کا ایک ایک دھبہ صاف کر دیا جائے، نقائصِ بشریت کے بجائے صفاتِ ملکیہ سے اُسے معمور و منور کیا جائے، اور ایمان و انوار نبوت کی تجلیات سے اسے اشک طور بنا دیا جائے۔

جیسا کہ ابھی گذرا آغاز وحی کے موقعہ پر جبریل امین علیہ السلام غار حرا میں سورۃ اقرأ کی ابتدائی پانچ آیتیں لائے، بعد ازاں جبریل علیہ السلام غار سے نکلے اور ایک جگہ پاؤں کی ایڑ لگائی تو وہاں

سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا، جبریل علیہ السلام نے آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھانے کے لئے پہلے خود وضو کر کے دوگانہ ادا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغور ملاحظہ فرماتے رہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، اس وقت آپ کو صرف دو نمازوں کا حکم ہوا، دوگانہ فجر اور دوگانہ عصر۔ شب معراج تک یہی حکم رہا، شب معراج ۱۲ھ نبوت میں پنجگانہ نمازوں کا حکم ہوا، اس کی تفصیل ۱۲ نبوت کے ذیل میں آئے گی۔

نزول وحی کی ابتدا کے وقت جبریل علیہ السلام کی پہلی آمد چونکہ انسانی شکل میں ہوئی تھی اور اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی آدمی یا جن نہ ہو، اس تردد کو زائل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ جبریل علیہ السلام اپنی اصل ملکوتی شکل میں ظاہر ہوں، ایک دن جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل حرا اور مکہ کے درمیان تھے جبریل علیہ السلام اپنی اصل شکل میں نمودار ہوئے، اس وقت وہ فضا میں کرسی پر بیٹھے تھے۔ اس منظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر رعب اور ہیبت طاری ہوئی کہ بدن پر کپکپی چھا گئی، اسی حالت میں گھر میں تشریف لائے، حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: زملونی، زملونی (مجھے کپڑا اوڑھاؤ، چادر اوڑھاؤ) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: دثرونی دثرونی (مجھے چادر اوڑھاؤ، چادر اوڑھاؤ) آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے، طبیعت میں سکون ہوا اور ہیبت کی کیفیت جاتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل فرمائیں۔

اسی سال جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ پر خوف وخشیت کے آثار دیکھے تو آپ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا: ہرگز نہیں، شیطان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ آپ پر تسلط جمائے۔ بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کریں گے۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، راست گفتار اور مہمان نواز ہیں۔ ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناگہانی آفات میں لوگوں کی اعانت

اور مدد فرماتے ہیں۔

بعدازاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، اور ان سے کہا: بھائی جان! ذرا اپنے بھتیجے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات غور سے سنیئے: ورقہ نے نزولِ وحی کا سارا واقعہ سنا تو سنکر کہا: "یہ وہی فرشتہ (ناموس) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا"، اور یہ بھی کہا: "شیطانی تسلط آپ پر کسی صورت نہیں ہو سکتا"۔

آفتاب نبوت پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جان نثاریوں کا صلہ اللہ رب العزت کی طرف یہ عطا ہوا کہ "ان کے نام اللہ کا سلام" لیکر جبریل امین غار حراء میں آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ خداوندی سلام کے ساتھ ساتھ میری طرف سے بھی حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں سلام کہیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت اور کرّوبیوں کے امام کا سلام، حضرت خدیجہؓ کو پہنچایا، انہوں نے اس سلام کا جواب دیا وہ جواب انکی وفور عقل اور کمال بلاغت کا بہترین نمونہ ہے فرمایا۔

اللّٰہ السلام ومنہ السلام	اللہ پاک تو خود ہی سلامتی والے ہیں سلامتی
وعلیك السلام وعلیٰ	انہیں کیجانب سے ملتی ہے (اے نبی) آپ
جبریل السلام وعلیٰ کل	پر سلام، جبریل پر سلام اور ہر اس شخص پر، جو
من سمع السلام الا الشیطان	(اس واقعہ کو) سنے، سلام۔ مگر شیطان
	(اور اس کی ذریات) پر نہیں۔

اسی سال کچھ مدت تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وجہ سے غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اس کے بعد وحی کا سلسلہ جو شروع ہوا تو تا دم آخر نہ ٹوٹا (صحیح بخاری)

سنہ ۲ نبوت

(۱) اس سال حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب القرشی العدوی (رضی اللہ عنہ) کی ولادت ہوئی، ان کی عمر غزوۂ اُحد کے سال ۱۴ برس تھی، کم سنی کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوۂ اُحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ۔ ایک قول کے مطابق۔ اسی سال اسلام لائے، حافظ نے الاصابہ میں صرف یہی قول قطعیت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور الاستیعاب میں بھی اسی کو پہلے لیا ہے۔ المواہب الدنیہ کے مصنف نے بھی ذکر اعمام کی بحث میں ان دونوں حضرات کی موافقت کی ہے، مگر سیرت کی اکثر کتابوں کے مطابق مشہور قول یہ ہے کہ آپ سنہ ۶ نبوت میں مشرف باسلام ہوئے، جیساکہ سنہ ۶ نبوت کے ذیل میں آئیگا۔

(۳) اسی سال یا سنہ ۶ نبوت میں۔ علی اختلاف القولین۔ ابوجہل وغیرہ مشرکین نے حضرت حمزہؓ کو اسلام لانے پر عار دلائی اور ان سے اور تمام اسلام لانے والوں سے مطالبہ کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حوالے کر دیں تاکہ وہ آپؐ کو جی بھر کر اذیتیں دے سکیں، اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) میں اللہ پاک کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسلام اور دین حنیف کی ہدایت بخشی۔

(۲) وہ پاک دین جو عزیز وخبیر اور باریک بین پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔

(۳) جب اس پروردگار کے پیغام کی آیتیں ہمارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ہر دانشمند اور باوقار آدمی کی آنکھیں پُرنم ہوجاتی ہیں۔

(۴) وہ پیغام ہدایت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ایسی آیتوں کے ساتھ آیا ہے، جن

کے حروف بالکل واضح ہیں۔

۵۔ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے واجب الاطاعت ہیں، آپ کی شان میں ناشائستہ الفاظ مت کہو۔

۶۔ خدائے واحد کی قسم! ہم آپؐ کو اس قوم کے سپرد نہیں کریں گے جن کے بارے میں ہماری تلواروں نے ابھی تک فیصلہ کن جنگ نہیں لڑی۔

۷۔ اور ابھی تک ہم نے ان کے مقتولوں کو کھلے میدان میں بے گوروکفن ایسی حالت میں نہیں چھوڑا کہ ان پر گدھ منڈلاتے ہوں۔

۸۔ بنو ثقیف نے آپؐ کے ساتھ جو کچھ کیا مجھے اس کی خبر ہو چکی ہے، اللہ پاک تمام قبائل کو ثقیف کی بدکرداری کی بدترین سزا دے، اور انہیں موسم خریف کی بارش سے محروم رکھے۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کا نکاح ہوا، مگر مواہب لدنیہ اور سیرت شامیہ میں لکھا ہے کہ: "جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا۔ ان ہی میں ابولہب بھی تھا جب آپ نے اسلام کی دعوت دی تو ابولہب بولا، تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ وعتیبہ سے منسوب تھیں، حضرت رقیہ عُتبہ سے اور ام کلثوم عتیبہ سے۔ ابھی تک شادی خانہ آبادی نہیں ہوئی تھی، اس واقعہ کے بعد ابولہب نے اپنے دونوں لڑکوں کو حکم دیا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادیوں کو طلاق دیدیں۔ طلاق ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمان رضی اللہ کا نکاح ہوا۔

۳ھ نبوت کے ذیل میں آئے گا کہ مذکورہ بالا آیت کا نزول ۳ھ یا ۴ھ نبوت میں ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال اپنے خاندان کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی

تھی اور رجب ۵ھ بعثت میں حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہؓ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی اس کی تفصیل اپنی جگہ آتی ہے۔

حضرت عثمان اور حضرت رقیہ دونوں میاں بیوی حسن و جمال کا پیکر تھے، اسی وجہ سے کہا جاتا تھا۔

اَحسَنَ زَوجَینِ رَای اِنسَانٌ　　　رُقَیَّةُ وَزَوجُهَا عُثمَانُ

سب سے خوبصورت جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا وہ حضرت رقیہ اور ان کے شوہر عثمانؓ کا ہے۔

جب حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ کا نکاح ہوا تو حضرت عثمان کی عمہ محترمہ سعدی بنت کریز صحابیہ نے یہ قصیدہ تہنیت کہا جسے ابو سعید نے "شرف النبوۃ" میں اور محب طبری نے "الریاض النضرہ" میں بھی نقل کیا ہے۔

هدی الله عثمان انصفی بقوله　　　فارشده والله يهدی الی الحق

برگزیدہ عثمان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ہدایت دی، اور حق کی طرف ان کی راہنمائی فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے۔

فتابع بالرای السدید محمدًا　　　وکان ابن اروی لا یصدّ من الصدق

انہوں نے صحیح رائے کے تحت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، یوں بھی اروی کا بیٹا سچائی سے منہ موڑنے والا نہ تھا۔

وانکحه المبعوث احدی بناته　　　فکان کبدر مازج الشمس بلا افق

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا، یہ عقد ایسا ہے جیسے چاند اور سورج بغیر افق کے مل گئے ہوں۔

فدًا لك یا ابن الهاشمین مهجتی　　　فانت امین الله ارسلت للخلق

اے ہاشمی گھرانے کے نور چشم! میری جان آپ پر قربان آپ واقعی اللہ کے امین ہیں جنہیں مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے۔

محب طبری نے "الریاض النضرۃ" میں لکھا ہے کہ اروی حضرت عثمان کی والدہ کا نام ہے۔

اسی سال کاتب وحی زید بن ثابت بن الضحاک الانصاری الخزرجی النجاری کی ولادت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو گیارہ برس کے تھے ــــــــــــ

ــــــــ جنگ بدر میں صغر سنی کی بنا پر ان کو شرکت کی اجازت نہیں ملی جنگ اُحد اور دیگر غزوات میں برابر شریک رہے، لیکن ایک قول کے مطابق اُحد میں بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ غزوہ خندق سے غزوات میں شریک ہونے لگے۔

فصل ۳ سنہ نبوت

(۱) اسی سال اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی اور بقول بعض ۵ سنہ نبوت میں۔

(۲) اسی سال ابو موسیٰ عبداللہ بن یزید بن زید بن حصین الانصاری الاوسی ثم الخطمی کی ولادت ہوئی، تذکرۃ القاری اور اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ "ابو موسیٰ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے تھے۔ جب حدیبیہ میں شریک ہوئے تو ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے، افاضل صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد بھی صحابی ہیں۔

(۳) اسی سال ــ اور بعض سیرت نگاروں کے بقول ۴ سنہ نبوت کے آغاز پر ــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوتِ اسلام دینے کا حکم ہوا، اور یہ آیت نازل ہوئی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (پ ۱۴ ع ۶) — آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اُسے کھل کر بیان کیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے۔

اس سے قبل مشرکین کے اندیشہ کی بنا پر آپ لوگوں کو اسلام کی خفیہ دعوت دیا کرتے تھے۔

(۴) اسی سال ــ اور بقول بعض ۴ سنہ نبوت میں ــ آپ کو اپنے اعزہ و اقارب کو دعوت دینے کا حکم ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ — اور آپ اپنے قریب ترکنبہ والوں کو ڈرا دیجئے۔

(الشعراء - ۲۱۴) (بیان القرآن)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قبائل قریش کو پکارا۔ "اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ سے اپنی جانوں کو خرید لو، ورنہ میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔" پھر آپ نے ایک ایک قبیلہ کو پکارنا شروع کیا۔

"اے بنی فہر، اے بنی لؤی! اے بنی کعب! اے بنی عبدالمطلب!" اور سب کو وہی پیغام سنایا۔

پھر اپنے چچا عباس کو اور اپنی صاحبزادی فاطمہ کو پکار کر وہی بات فرمائی۔ اس پر ابولہب نے کہا۔

"ہلاکت ہو تیرے لئے۔ کیا تو نے ہمیں اس کے لئے جمع کیا تھا۔" اسی پر سورہ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ نازل ہوئی۔

(۵) اسی سال۔ اور بقول بعض ۴ھ نبوت میں۔ سورۂ تبت نازل ہوئی

فصل ۴ھ نبوت

(۱) اس سال۔ اور بقول بعض ۳ھ نبوت میں۔ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوا اور مکہ میں ان کی تدفین ہوئی، ورقہ لاولد فوت ہوئے، صحیح قول کے مطابق یہ مسلمان تھے، ان کے اسلام کا ذکر ۱ھ نبوت کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

(۲) اسی سال ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

(۳) اس سال سے کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت اور مخالفت و عناد کا کھل کر مظاہرہ شروع کر دیا اور آپ کی ایذا رسانی کے لئے منظم ہو گئے، آپ کو ابوطالب کی حمایت حاصل تھی، کفار مکہ کا وفد ابوطالب کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کے بھتیجے ہمارے دین کو باطل کہتے

ہیں، ہمارے دین پر نکتہ چینی کرتے ہیں، اور لوگوں کو ہمارے معبودوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔ ان سے کہئے وہ اس سے باز آجائیں اور ہمارے دین کی تائید کریں، اور اگر وہ آپ کی نہ مانیں تو آپ ان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیے۔ یہ سنکر ابوطالب نے کہا: میں نہ انہیں باز رکھ سکتا ہوں نہ ان کی حمایت سے کنارہ کشی کر سکتا ہوں۔ ابوطالب کا یہ جواب سُنا تو کفارِ مکہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے۔

فصل ۵ سنہ نبوت

(۱) اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برادر اکبر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلامی برادری میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت سے قبل اور اکتیس آدمیوں کے بعد اسلام لائے (تذکرہ القاری بحل رجال البخاری۔ اسد الغابہ) اور بعض کے بقول یہ سنہ نبوت میں اسلام لائے، جیسا کہ پہلے گذرا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے، ان کا سن ولادت ۲۰ سنہ میلادنبوی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہا کا سن ولادت ۳۰ سنہ میلادنبوی ہے۔ جیسا کہ سنہ نبوت کے ذیل میں گذرا۔

(۲) اسی سال ماہ رجب میں مسلمانوں نے کفار کی ستم رانیوں سے تنگ آکر مکہ چھوڑا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی مسلمانوں کو حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کرنا پڑی۔ پہلی ہجرت میں بارہ مرد اور پانچ عورتیں شامل تھیں۔ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیکر ہجرت حبشہ کے قصد سے نکلے، اس لئے وہ سب سے پہلے مہاجر فی سبیل اللہ ہیں۔ مہاجرین اولین کے اس قافلے میں عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام مصعب بن عمیر ابو سلمہ عبداللہ ابن عبدالاسد المخزومی اور ان کی اہلیہ ام سلمہ وغیرہ شریک تھے۔

(۳) اسی سال رمضان المبارک میں حبشہ کی پہلی ہجرت کے بعد اور دوسری ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ النجم نازل ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں

اس کی تلاوت فرمائی، قریش کا مجمع تھا، اور مسلم و کافر، جن و انس سب ہی جمع تھے، جب آیت سجدہ پر پہنچے تو آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ مسلم و کافر اور جن و انس تمام حاضرین نے بھی سجدہ کیا البتہ قریش کے ایک بڈھے امیہ بن خلف نے از راہ تکبر سجدہ نہیں کیا، بلکہ کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر پیشانی کو لگائی اور کہا، مجھے یہی کافی ہے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ اُمیّہ بن خلف کے علاوہ جتنے مشرک وہاں موجود تھے اور جنہوں نے سجدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسلام کا شرف بخشا، مگر امیّہ بن خلف کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی بلکہ جنگِ بدر میں بحالتِ کفر جہنم رسید ہوا۔ نعوذ باللہ۔ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

(۴) اسی سال کے آخر یا ۶ نبوت کے آغاز میں حبشہ کی دوسری ہجرت ہوئی، اس بار مہاجرین کے قافلے میں ۸۳ مرد، ۱۰ قریشی خواتین اور سات پردیسی عورتیں شامل تھیں، بعض نے اس سے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ ان میں سے چند ممتاز نام یہ ہیں: جعفر بن ابی طالب۔ ان کی اہلیہ، اسماء بنت عمیس، خنیس بن حذافۃ السہمی، مصعب بن عمیر القرشی العبدری، مُعَیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی مقداد بن الاسود الکندی، ابوعبیدۃ بن الجراح، خالد بن حزام بن خویلد۔ یہ حکیم بن حزام کے بھائی ہیں۔ ام المومنین سودہ بنت زمعہ، وغیرہم۔ شامی نے اپنی سیرت میں ہجرتِ اولیٰ اور ہجرتِ ثانیہ والوں کے نام تفصیل سے ذکر کئے ہیں۔

(۵) اسی سال خالد بن حزام بن خویلد رضؓ کا انتقال ہوا، یہ حکیم بن حزام کے بھائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، قدیم الاسلام تھے، ان کی وفات حبشہ جاتے ہوئے راستے میں ہوئی اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (النساء ۔ ع ۱۴)	اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ اور رسول کیطرف پھر آ پکڑے اسکو موت تو مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں (ترجمہ شیخ الہندؒ)

(۶) اس سال مشرکین مکہ ابوجہل، شیبہ، عُتبہ، ولید بن عُتبہ، عمارہ بن ولید، عقبہ بن ابی مُعیط،

امیّہ بن خلف وغیرہ کا مسجد حرام میں اجتماع ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مکرمہ کے سامنے میں نماز پڑھ رہے تھے اور مسجد حرام کے قریب ہی کسی کافر نے اونٹ ذبح کیا تھا، ان کافروں نے باہمی مشورہ کیا کہ کوئی شخص اس ذبح شدہ اونٹ کی اوجھ کو اٹھا کر لائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب سجدے میں جائیں تو ان کی پشت پر رکھ دے، شقی ازلی عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور نجاست بھری اوجھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عین اس وقت لا کر ڈالی جبکہ آپ رب العزت کے سامنے سربسجود تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو ابھی کم سن تھیں، کسی نے جا کر بتایا، وہ آئیں اوجھ آپؐ کی پشت سے ہٹائی۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اشقیاء مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہی بات کہی جو مومنِ آل فرعون نے کہی تھی یعنی:۔

"کیا تم ایک آدمی کو محض اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے "میرا رب اللہ ہے" حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح دلائل لیکر آیا ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بدبختوں کا نام لے لیکر بددعا فرمائی۔ چنانچہ وہ سب ایک ایک کرکے جنگ بدر میں کام آئے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: میں نے انہیں بدر کے دن دیکھا کہ وہ سب قلیب بدر (بدر کے گڑھے) میں مقتول پڑے ہیں۔

(۷) اسی سال حضرت سُمیّہؓ بنت خُباط کا انتقال ہوا۔ یہ ابوحُذیفہ بن مغیرہ کی باندی، حضرت عمار بن یاسر کی والدہ اور قدیم الاسلام صحابیہ تھیں۔ انہیں دین حق سے برگشتہ کرنے کے لئے گوناگوں عذاب دیئے گئے مگر ان کے قدم ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ ایک دن ابوجہل لعین آیا، اور اس بے کس و مظلوم کی نازک جگہ نیزے کی انی چبھو کر انہیں شہید کر ڈالا، یوں اس معمر خاتون کو "اسلام کے پہلے شہید" کا امتیازی نشان حاصل ہوا۔

فصل ۶ھ نبوت

(۱) اس سال (قریش کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن

ابی الارقم صحابی کے مکان میں فروکش ہوئے (تذکرۃ القاری) آپؐ وہاں چھپ کر نماز ادا کرتے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، مسلمان ہوئے تو آپؐ نے وہاں سے نکل کر مسجد حرام میں باجماعت نماز ادا کی۔

"دارارقم" مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے قریب کوہ صفا سے متصل اب تک موجود ہے، اور آج "دارخیزران" کے نام سے مشہور ہے، ہارون الرشید کی والدہ خیزران حبشیہ نے اس کی جدید تعمیر کرائی تھی اور بطور تبرک اسے مسجد بنا دیا تھا (مصنف فرماتے ہیں) راقم الحروف جب ۱۳۴۵ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوا تو دارارقم کی زیارت کی سعادت بھی حاصل ہوئی[1]

(۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے، اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "دارارقم" میں فروکش تھے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت حمزہؓ کے اسلام میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ ۲ھ نبوت میں مسلمان ہوئے دوسرا یہ کہ ۶ھ نبوت میں۔

(۳) حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی "دارارقم" ہی میں مقیم تھے، یہ ذی الحجہ ۶ھ یا ۵ھ نبوت کا واقعہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس وقت چھبیس سالہ نوجوان تھے۔ اور آپ سے پہلے اُنتالیس مرد وزن اسلامی برادری میں شامل ہو چکے تھے۔

(۴) اسی سال، جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ یہ آیت نازل ہوئی "اے نبی! اللہ آپ کے لئے کافی ہے اور جن اہلِ ایمان نے آپؐ کی پیروی کی ہے (وہ آپؐ کے لئے کافی ہیں)

(۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ ایک بچھڑے نے آپؐ کی نبوت کا اعلان کیا، اور یہی معجزہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا باعث ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ابوجہل لعین نے اعیان قریش کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "اے جماعت قریش! محمد (صلی اللہ

---

[1] مگر آج کل دارارقم کا کوئی نام و نشان نہیں۔ ۱۲

علیہ وسلم) ہمارے دین کو باطل کہتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو ٹھکراتے ہیں۔ جو شخص آپؐ کا سر کاٹ لائے اسے سو اونٹ اور ہزار اُوقیہ چاندی۔ ایک اُوقیہ چالیس درہم۔ کا انعام ملے گا" یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار حمائل کی اور چراغ نبوت کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دینے کے ارادے سے نکلے، ابطح پہنچے تو دیکھا کہ کچھ کافر ایک بچھڑے کو ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے ذبح کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، اور بچھڑے کے اندر سے آواز آرہی ہے :-

اے ذریح کی آل ! ایک شخص فصیح و بلیغ زبان میں بلند آواز سے اعلان کر رہا ہے، اور لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ کی دعوت دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ اس سے متعجب ہوئے اور (اس معجزہ سے) ان کے دل میں اسلام اتر گیا۔

۶) نیز یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت عمرؓ جب وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ بکریوں کا ایک ریوڑ چر رہا ہے اور قریب سے کسی نے ہاتف کے اشعار کی پُرکیف آواز سنائی دے رہی ہے۔

یا ایہا الناس ! ذروا الاجسام   تبادروا واسبقاً الی الاسلام

(اے لوگو ! جسموں اور مورتیوں کو چھوڑ دو اور فوراً اسلام کی طرف بڑھو)

شامی نے اپنی "سیرت" میں اس سلسلہ کے چھ اشعار نقل کئے ہیں، بہر حال حضرت عمرؓ اس آواز سے بھی حیران ہوئے اور اسلام کی محبت ان کے قلب میں اور بھی راسخ ہو گئی۔

۷) نیز یہ معجزہ رونما ہوا کہ حضرت عمرؓ جب وہاں سے آگے بڑھے تو "ضمار" کے پاس سے ان کا گذر ہوا۔ یہ ایک بُت تھا جس کی پرستش ہوتی تھی، حضرت عمرؓ نے بُت سے پانچ شعر سُنے جن میں اسلام کی ترغیب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل سے باز رہنے کی تاکید تھی۔ شامی نے یہ پانچوں اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، یہ سُن کر سراپا حیرت بنکر رہ گئے اور اسلام کی محبت مزید پختہ ہو گئی

۸) وہاں سے آگے بڑھے، راستہ میں ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا گھر آتا

تھا۔ان کے شوہر سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ دونوں میاں بیوی سورۃ طٰہٰ کی پہلی سات آیتیں جو انہی دنوں تازہ نازل ہوئی تھیں، تلاوت کر رہے تھے، جب یہ آیت سنی

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (طٰہٰ ۷، ۸)

اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے اچھے اچھے نام ہیں (بیان القرآن)

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی محبت میں بے قرار ہو گئے گویا پہلو سے دل نکل جاتا ہے فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سرِ نیاز خم کر دیا۔ اور فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی۔ یہ قصہ بڑا طویل ہے میں نے بقدر کفایت یہاں نقل کر دیا ہے۔

(۹) اسی سال یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے ایک دن قبل یہ دعا فرمائی "اے اللہ! ابوجہل بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جو شخص تیرے نزدیک محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما" دعا مستجاب واہوا۔ چنانچہ اگلے دن حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں تھے۔ یہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ کی طرف احب الرجلین (دونوں میں سے پسندیدہ شخص) کا انتخاب تھا آپ نے بدھ کو دعا کی اور جمعرات کو حضرت عمرؓ نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی۔

(۱۰) اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، اپنے اسلام کے موقعہ پر، حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کا یہ قصیدہ کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِي الْمَنِّ الَّذِيْ وَجَبَتْ لَهٗ عَلَيْنَا اَيَادٍ مَا لَهَا غِيَرُ

اللہ پاک کا بے حد شکر ہے، وہ صاحب احسان ہے اور ہمارے ذمہ اس کے بہت ہی احسانات ہیں۔

وَقَدْ بَدَأْنَا فَكَذَّبْنَا فَقَالَ لَنَا صِدْقَ الْحَدِيْثِ نَبِيٌّ عِنْدَهُ الْخَبَرُ

پہلے پہل تو ہم جھٹلاتے رہے، مگر ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ جن کے پاس خبر ہی خبر ہے۔

سچی بات ہی تو کہی تھی (آخر ماننا پڑی)

وَقَدْ ظَلَمْتُ اِبْنَةَ الْخَطَّابِ ثُمَّ هَدٰى ۔ رَبِّیْ عَشِيَّةَ قَالُوْا قَدْ صَبَا عُمَرُ

اور میں نے (اپنی ہمشیرہ فاطمہ) بنت خطاب (رضی اللہ عنہا) پر ظلم ڈھایا، پھر میرے رب نے مجھے ہدایت بخشی، جبکہ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا۔

وَقَدْ نَدِمْتُ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ زَلَلٍ ۔ بِظُلْمِهَا حِيْنَ تُتْلٰى عِنْدَهَا السُّوَرُ

مجھے اس لغزش پر ندامت ہے کہ میں نے اپنی بہن پر ناحق ظلم کیا جبکہ اس کے پاس سورتوں کی تلاوت ہو رہی تھی۔

لَمَّا دَعَتْ رَبَّهَا ذَا الْعَرْشِ جَاهِدَةً ۔ وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنِهَا عَجْلَانَ يَبْتَدِرُ

جب اس نے اپنے عرش والے رب کو خوب گڑگڑا کر پکارا اور آنکھ لگی اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو برس رہے تھے۔

اَيْقَنْتُ اَنَّ الَّذِيْ تَدْعُوْهُ خَالِقُهَا ۔ فَكَانَ يَسْبِقُنِيْ مِنْ عَبْرَةٍ دُرَرُ

تو میں نے یقین کیا کہ جسے وہ پکار رہی ہے وہی اس کا خالق ہے، پس میری آنکھوں سے عبرت کے موتی بے اختیار نکلے۔

فَقُلْتُ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ خَالِقُنَا ۔ وَاَنَّ اَحْمَدَ فِيْنَا الْيَوْمَ مُشْتَهَرُ

پس میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق و مالک ہے، اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم میں (بوصف نبوت) مشہور ہیں۔

نَبِيٌّ صِدْقٌ اَتٰى بِالْحَقِّ مِنْ ثِقَةٍ ۔ فِي الْاَمَانَةِ مَا فِيْ عُوْدِهٖ خَوَرُ

آپ نبی برحق ہیں جو دین حق لیکر آئے ہیں، آپ امانت میں کامل ہیں۔

(۱۱) اسی سال، حضرت عمرؓ کے اسلام سے مسلمانوں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اسلام کو نئی شان و شوکت حاصل ہوئی، اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مکہ کے بازار میں نکل آئے، تلوار ہاتھ میں تھی، کلمۂ توحید کی گونج مکہ کے در و دیوار سے ٹکرا رہی تھی

اور آپ کفارِ نابہنجار کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں "تم میں سے آج جس نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کی میری تلوار اس کا سارا کبر و غرور خاک میں ملا کر رکھ دے گی"۔

(۱۲) اسی سال حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ اسلام لائے، علامہ عامری "الریاض المستطابہ" میں فرماتے ہیں "ابن عمر اپنے والد ماجد کے ساتھ اسلام لائے"۔ تذکرۃ القاری کے مصنف فرماتے ہیں وہ اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے، اس وقت وہ نابالغ تھے۔ یہ قول صحیح نہیں کہ وہ اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے"۔

(۱۳) اسی سال جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں قیام فرما تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدۂ ماجدہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر القرشیہ التیمیہ اسلام لائیں۔

(۱۴) دار ارقم میں قیام نبوی کے دوران ہی ایاس بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب الکنانی اللیثی اسلام لائے۔ یہ بنو عدی بن کعب بن لؤی کے حلیف تھے۔ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے، اسی طرح ان کے تین حقیقی بھائی عامر، عاقل اور خالد بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، نیز ان کے تین اخیافی بھائی۔ معوذ، معاذ اور عوف نے بھی غزوۂ بدر میں جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ ان کی والدۂ ماجدہ مشہور صحابیہ عفراء بنت عُبَیْد بن ثعلبہ الانصاریہ النجاریہ ہیں تینوں موخر الذکر بھائیوں کے والد حارث بن رفاعہ الانصاری الخزرجی ہیں۔
عفراء رضی اللہ عنہا پہلے حارث بن رفاعہ کے نکاح میں تھیں، ان سے تین صاحبزادے ہوئے حارث کی وفات کے بعد بکیر بن عبد یالیل اللیثی سے نکاح کیا۔ ان سے چار (اول الذکر) صاحبزادے ہوئے۔ یہ ساتوں بھائی جو بنو عفراء کی نسبت سے مشہور ہیں، جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے لکھا ہے، اور یہ عجیب موہبت الٰہیہ ہے۔

فصل ۶ شہ نبوت

(۱) اسی سال [illegible] کے مطابق یکم [illegible] ایک قول کے مطابق ۶ شہ نبوت میں۔ قریش

نے ایک ظالمانہ تحریر کے ذریعہ بنو ہاشم کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بنو ہاشم اور بنو مطلب بن عبد مناف شعب ابی طالب میں محصور کر دیئے گئے۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ قریش نے جب دیکھا کہ ان کا دین دن بدن سمٹتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین یوماً فیوماً پھیلتا جا رہا ہے، حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو تازہ اور مؤثر کمک پہنچ گئی ہے، عام مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کر کے نجاشی کے یہاں پناہ لے رکھی ہے اور نجاشی نے ان سے بے پناہ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے، ادھر ابو طالب اور ان کی برادری بنو ہاشم اور بنو مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدافعت پر کمربستہ ہیں تو قریش کا باہمی معاہدہ ہوا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب کا مقاطعہ کیا جائے، اور انہیں بیرون شہر ایک گھاٹی میں محصور کر دیا جائے، یہی گھاٹی ہے جو شعب ابی طالب، خیف بنی کنانہ، الخیف، بطحا، محصب اور معرس کے ناموں سے معروف ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "الابطحی" کہا جاتا ہے۔

قریش کا یہ معاہدہ صرف زبانی نہیں تھا بلکہ باقاعدہ اس کی تحریری دستاویز تیار کی گئی اور اسے دیوار کعبہ سے آویزاں کر دیا گیا۔ اس کی دفعات یہ تھیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی ہاشم و بنی عبد المطلب سمیت شہر بدر کیا جائیگا۔

(۲) قریش کا کوئی فرد ان سے رشتہ ناطہ نہیں کریگا۔

(۳) کوئی شخص ان سے نہ کچھ خریدے گا، نہ ان کے ہاتھ فروخت کرے گا

(۴) جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حوالے نہیں کر دیا جاتا ان سے صلح نہیں ہوگی، نہ وہ کسی انسانی ہمدردی کے مستحق ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب یہاں تین سال محصور رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس دستاویز کو دیمک نے چاٹ لیا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے اس کا کوئی حرف بھی باقی نہ رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو اس کی اطلاع کی، اور ابو طالب نے قریش کو بتایا، مگر وہ آمادۂ تصدیق نہ ہوئے۔ ابو طالب نے کہا: ذرا اسے کھول کر تو دیکھو۔ چنانچہ اسے کھولا گیا تو آنحضرتؐ کی اطلاع کے مطابق اسے بالکل صاف پایا۔ اس

پر قریش شرمسار ہوئے۔ اس ظالمانہ دستاویز کو چاک کر ڈالا، اور اپنے معاہدے سے دست کش ہو گئے۔ اس طرح تین سال بعد ۱۰ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خاندان اور آپ کے جاں نثاروں کو اپنے گھروں میں واپسی نصیب ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صحیفہ کی خبر دینا آپ کا عظیم الشان معجزہ ہے، یہ واقعہ سیرت شامیہ وغیرہ مطولات میں مفصل مذکور ہے۔ یہاں ہم نے از راہ اختصار اس کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔ منصور بن عکرمہ بن ہاشم کا ہاتھ، جس ظالم نے یہ دستاویز لکھی تھی، شل ہو گیا اور یہ ایک مستقل معجزہ تھا۔

فصل ۵ نبوت

(۱) اسی سال ـ اور ایک قول کے مطابق اس سے پہلے سال۔ کفار مکہ کو خبر ملی کہ کفار فارس جو نوشیرواں کی رعایا تھے، کفار روم پر، جو قیصر کے ماتحت تھے، غالب آگئے ہیں، اس پر کفار مکہ بے حد خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ رومی تمہاری طرح اہل کتاب ہیں اور فارس ہماری طرح بے کتاب ہیں۔ جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آئے اسی طرح ہم تم پر غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کو اس کا رنج ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ روم کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر رومی دوبارہ فارس پر حملہ آور ہوں گے اور انہیں فارس پر فوجی برتری حاصل ہوگی۔

(۲) اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کو یہ آیات سنائیں تو کفار نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ابی بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر تمہارے بقول نو سال میں روم، فارس پر غالب آگئے تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گا، ورنہ تم سے وصول کروں گا، دونوں طرف سے اس معاہدہ کے ضامن مقرر ہو گئے، جس دن مسلمانوں کو جنگ بدر میں فتح ہوئی اسی دن یہ اطلاع آئی کہ روم، فارس پر غالب آگئے، یہ سنکر مسلمانوں میں

مسرت کی لہر دوڑ گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ "اور اس دن خوش ہوں گے مومن"

روم و فارس کی ان دونوں جنگوں کے درمیان سات سال کا عرصہ تھا۔ معاہدے کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُبی بن خلف کے ضامن سے سو اونٹ وصول کر لئے۔ یہ قصہ طویل ہے ہم نے یہاں مختصراً ذکر کیا ہے۔

ف : دو طرفہ شرط لگانا قمار (جوا) ہے، اور یہ واقعہ قمار (جوئے) کی حرمت سے پہلے کا ہے صاحبِ کشاف فرماتے ہیں، اسی واقعہ سے امام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور کافر کے درمیان ربوا نہیں۔

(۳) اسی سال — اور بقول بعض اس سے پہلے سال — اوس و خزرج کے درمیان جنگِ بُعاث ہوئی۔

(۴) اسی سال، شق القمر کا معجزہ رونما ہوا، مشرکین نے آپؐ سے مطالبہ کیا تھا کہ کوئی ایسی نشانی دکھایئے جس کا تصرف آسمان میں ہو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کو "شق قمر" کا معجزہ دکھایا، آپؐ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا "حراء" کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب زمین کی طرف جھک گیا، جبل "حرا" دونوں کے درمیان نظر آتا ہے، مگر کافروں نے کہا کہ "یہ بڑا قوی جادو ہے"، انہوں نے اس کی تکذیب کی اور (بدستور) اپنی خواہشات پر چلتے رہے۔ سورۂ قمر کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کی گواہی دی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی، "قصیدہ ہمزیہ" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "شق القمر" کا معجزہ ۵ نبوت میں ہوا

علماء نے فرمایا ہے کہ شق قمر کا معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، آپؐ کے سوا کسی نبی کو یہ معجزہ نہیں دیا گیا، جیسا کہ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے۔

فصل ۹ سنہ نبوت

(۱) اس سال عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر العُذری کی ولادت ہوئی، جو بنی زُہرہ کے حلیف تھے، بعض کا قول ہے کہ انکی ولادت ۹ سنہ نبوت میں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد ہوئی۔

فصل ۱۰ سنہ نبوت

(۱) اس سال قریش کا ظالمانہ معاہدہ منسوخ ہوا، اور بنی ہاشم "شعب" کی نظر بندی سے نکل کر اپنے گھروں میں دوبارہ آباد ہوئے۔ یہ ابو طالب کی حیات کا واقعہ ہے، جس کی کچھ تفصیل ۷ سنہ نبوت کے واقعات میں گذر چکی ہے۔

(۲) اسی سال بنی ہاشم کے "شعب" سے نکلنے سے قبل، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت شعب میں ہوئی، ان کی ولادت ہجرت سے تین برس قبل کی ہے، جیسا کہ العامری نے "الریاض المستطابہ" میں تصریح کی ہے اور "تذکرۃ القاری" میں ہے کہ وصال نبوی کے وقت یہ تیرہ برس کے تھے۔

(۳) اسی سال مشہور قول کے مطابق، رمضان کو۔ اور صاعد کے قول میں نصف شوال کو اور بقول بعض اول ذیقعدہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ابو طالب کا انتقال ہوا، علامہ شامی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں، "ابو طالب کی وفات ہجرت سے تین سال قبل اور شعب سے آنے کے ۲۸ دن بعد ہوئی"۔ اس وقت ابو طالب کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ابو طالب کا اسلام لانا ثابت نہیں، یہ بدکار روافض کا خواہ مخواہ کا مکابرہ ہے۔

(۴) اسی سال جب آپؐ نے ابو طالب کے لئے استغفار کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں، اگر وہ رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں، اس امر کے ظاہر ہو جانے کے

تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (التوبہ - ۱۱۳) بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ (بیان القرآن، حضرت تھانویؒ)

نیز ابوطالب ہی کے حق میں، جیسا کہ بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں ہے۔ یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (القصص - ۵۶) آپ جسکو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔ اور ہدایت پانیوالوں کا علم بھی اسی کو ہے (بیان القرآن)

(۵) اسی سال مشہور قول کے مطابق ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد، صاعد کے قول میں ابوطالب کی وفات سے ڈیڑھ مہینہ پہلے، اور بقول بعض اس کی وفات سے پچاس دن پہلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ۶۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۲۵ برس رہیں، حجون میں معلاۃ کے آخر میں دفن ہوئیں۔ ان کے مزار پر معروف قبہ ہے[1]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبر میں خود اتارا، مگر نماز جنازہ نہیں پڑھی کیونکہ نماز جنازہ کا حکم اس وقت نازل نہیں ہوا تھا۔ ان کی تاریخ وفات ۱۰ رمضان ۱۰ نبوت ہے ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا، یہاں تک کہ آپ طائف کیطرف نکل گئے۔ جس کا بیان ابھی آتا ہے۔

(۶) اسی سال۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد۔ شوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، اور اسی سال وہ آپ کے ہاں آباد ہوئیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہ پہلی خاتون ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد ہوا۔ اور ہجرت کے وقت صرف یہی آپؐ کے گھر آباد تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اگرچہ ہو چکا تھا، مگر ان کی رخصتی بعد میں ہوئی۔

(۷) اسی سال شوال میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر صدیق

---

[1] اب نجدیوں نے تمام قبے منہدم کر دیئے ہیں

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت یہ چھ سالہ تھیں۔ نکاح سے تین سال بعد شوال ہی میں ان کی رخصتی ہوئی۔ ان کی رخصتی ۹ برس کی عمر میں ہجرت مدینہ کے بعد ہوئی تھی۔ جیسا کہ ۱ھ کے واقعات میں آئے گا۔ آپ نو برس دولت کدۂ نبوت میں رہیں اور رحلتِ نبوی کے وقت ۱۸ برس کی تھیں، ۵ نبوت کے واقعات میں گذر چکا ہے کہ ان کی ولادت ۵ نبوت میں ہوئی۔

(۸) اسی سال ۲۷ شوال کو آنحضرت صلی اللہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ وہاں بنو ثقیف آباد تھے، ۲۰ دن وہاں آپ کا قیام رہا۔ آپ نے ان کو اسلام کی نصرت و حمایت کی دعوت دی اور آپ کو کفار قریش کی ایذاء سے بچانے کی درخواست کی، انھوں نے نہ صرف آپ کی دعوت کو ٹھکرایا بلکہ تکلیف و ایذاء کے درپے ہوئے، بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ ذی قعدہ کو واپس مکہ تشریف لائے۔

(۹) اسی سال جب کہ آپ طائف میں تھے۔ آپ کے پاس طائف کے تین سردار۔ عبدیالیل حبیب اور مسعود پسران عمر بن عبید آئے اور آپ سے گفتگو کے دوران یہ بات کہی جسے اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے) تو ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔

"دو بستیوں کے بڑے آدمی" سے ان کی مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ مخزومی اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس یادہ گوئی کا جواب دیا: کیا وہ تقسیم کرتے ہیں رحمت آپ کے رب کی؟

(۱۰) اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کی سرد مہری اور سنگدلی سے ملول اور غمگین واپس ہوئے تو راستے میں جبریل علیہ السلام، ملک الجبال کی معیت میں نازل ہوئے اور پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اجازت ہو تو مکے کے دو پہاڑوں کو ملا کر ان لوگوں کو کچل دوں، تاکہ یہ سب ہلاک ہو جائیں، اور ان میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ رہے؟" رحمتِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں۔ مجھے توقع ہے کہ یہ نہیں تو ان کی نسل ہی سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کو ایک مانیں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔"

(۱۱) اسی سال، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی پر مقام "نخلہ" میں فروکش تھے۔ یہ مکہ سے ایک دن کی مسافت پر مکہ اور طائف کے مابین ایک بستی تھی۔ تو نصیبین جو ملک شام کا ایک شہر تھا، کے جنات کا ایک سات رکنی وفد، دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور اس میں قرآن مجید کی تلاوت فرمائی تو ہمہ تن گوش ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ "رحمٰن" اور دوسری میں سورۂ "جن" یا سورۂ "اقرأ" پڑھی تھی۔ نماز کے بعد انہوں نے آپ سے ملاقات کی، مشرف باسلام ہوئے اور اسلام کے داعی بن کر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ حق تعالیٰ نے سورہ احقاف کی آیات وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ الخ میں ان ہی کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز سورۂ جن میں یہ ان ہی کا قول نقل کیا ہے، اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا الآیہ

"آکام المرجان فی احکام الجان" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنات کے وفد چھ مرتبہ حاضر ہوئے۔ بعض مکہ میں اور بعض مدینہ میں" اور علامہ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے: "جنات کے وفد کی تعداد ایک مرتبہ سات، ایک مرتبہ نو، ایک مرتبہ ساٹھ، ایک مرتبہ تین سو اور ایک مرتبہ بارہ ہزار تھی۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ جنات کا پہلا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعثت کے کچھ عرصہ بعد آیا جبکہ جنات پر شہاب ثاقب کا سلسلہ شروع ہوا۔

(۱۲) اسی سال۔ طائف سے واپسی کے موقعہ پر ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دعا کی تھی، جو "دعائے طائف" کے نام سے مشہور ہے، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی بعد ازاں یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ	اے اللہ! میں آپ ہی کے سامنے شکایت کرتا ہوں اپنی
وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ	کمزوری کی اور اپنی کوتاہ تدبیری کی اور لوگوں کی نظر میں اپنی
یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَاَنْتَ رَبُّ	ذلت کی۔ اے ارحم الراحمین! اور تو کمزوروں کا رب ہے

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ؟ اِلٰى عَدُوٍّ يَّتَهَجَّمُنِيْ؟ اَمْ اِلٰى صَدِيْقٍ قَرِيْبٍ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ؟ اِنْ لَّمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ، غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ اَوْسَعُ لِيْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَضَاءَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَاَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلَحَ بِهٖ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، اَنْ يَّنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ وَيَحِلَّ بِيْ سَخَطُكَ وَلَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ

تو مجھ کو کس کے سپرد کرے گا؟ اس دشمن کے جو مجھ پر ٹوٹ پڑے؟ یا کسی قریبی دوست کے جس کے ہاتھ میں میرا فیصلہ ہو؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے کسی کی کچھ بھی پرواہ نہیں، لیکن پھر بھی تیری طرف سے عطا ہونیوالی عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی، جس سے آسمان و زمین جگمگاتے ہیں جس سے تمام تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، اور جس کی برکت سے دنیا و آخرت کے سارے کام بنتے ہیں، پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو، اور تیری ناراضی مجھ پر واقع۔ تجھ کو منانا اور راضی کرنا ہے، یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ اور تیری مدد کے بغیر نہ کچھ قوت ہے نہ طاقت

فصل: ۱۱ سنہ نبوت

اس سال عقبہ کی پہلی بیعت ہوئی اور انصار کے اسلام کا آغاز ہوا۔ رضی اللہ عنہم، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مدینہ سے آنے والے حاجیوں نے ایام حج میں جمرہ عقبہ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ آپؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، یہ فوراً آپؐ کے دست مبارک پر اسلام لے آئے، ان کی تعداد چھ یا آٹھ تھی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابو اسامہ اسعد بن زرارہ الخزرجی، یہ انصار میں سب سے پہلے اسلام لائے، عقبہ کی تینوں بیعتوں میں شریک ہوئے، اور مصعب بن عمیر کے ساتھ مدینہ شریف میں سب سے پہلا جمعہ انہوں نے پڑھا۔

(۲) براء بن معرور بن صخر الاوسی الاشہلی۔

(۳-۴-۵) معاذ، معوذ اور عوف پسران حارث بن رفاعہ۔ ان تینوں کو بنی عفراء بھی کہتے ہیں۔ عفراء ان کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔

(۶) ابوالہیثم بن التیہان (رضی اللہ عنہم اجمعین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے اسی طرح بیعت لی جس طرح عورتوں سے بیعت لینے کا (قرآن کریم میں) حکم ہے۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے: میں تمہیں بیعت کرتا ہوں اس شرط پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، دیدہ و دانستہ بہتان تراشی نہیں کرو گے، اور کسی نیک کام میں میری حکم عدولی نہیں کرو گے۔

پس اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر تم نے ان میں سے کسی چیز میں خیانت کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے۔ وہ چاہے تمہیں سزا دے، اور چاہے تو معاف فرما دے۔

جبکہ عورتوں سے بیعت لینے کی آیت اس سے مدت بعد، حدیبیہ کے موقع پر ۶ھ میں اس بیعت کے موافق نازل ہوئی۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے سامنے سورۂ ابراہیم کی آیات وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا سے آخر سورت تک تلاوت کیں۔

فصل ۱۲ سنہ نبوت

(۱) اسی سال۔ صحیح قول کے مطابق ہجرت سے ایک سال قبل۔ یہ قول ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

اور نوویؒ اور ابن حزمؒ نے اس پر جزم کیا ہے، اور ایک قول کے مطابق ہجرت سے تین سال قبل مگر یہ قول ضعیف ہے۔ ستائیس رجب ہفتہ یا پیر کو رات کو۔ اور ایک قول کے مطابق رمضان میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ آپ کا سفر پہلے بیت المقدس کی طرف ہوا، پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف معراج ہوئی۔ پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، چنانچہ آپ بلند ترین مقام تک پہنچے، پس (دونوں کے درمیان) دو کمانوں کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی قریب تر، اور آپ نے اپنے رب کی بڑی

بڑی نشانیاں دیکھیں۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔

(۲) اسی سال، شبِ معراج میں جبریل علیہ السلام نے آپؐ کا سینۂ مبارک، حلق کے گڑھے سے ناف تک، شق کیا، اور آپؐ کا قلبِ مبارک نکال کر سونے کے طشت میں، جو آبِ زمزم سے بھرا ہوا تھا، اسے دھویا، پھر اس میں حکمت، ایمان اور نورِ نبوت بھر کر اپنی جگہ رکھا، اور سینہ مبارک سوئی سے سی دیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ شقِ صدر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک میں چار بار ہوا۔ اول: بوقت ولادت[1]، دوم: جبکہ عمر مبارک دس سال تھی، سوم: غارِ حرا میں اول نزولِ وحی کے وقت، چہارم: شبِ معراج میں۔

(۳) اسی سال شبِ اسراء میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنتی سواری پر سوار ہوئے جسے براق کہا جاتا ہے، اس کا نام جبار ودہ ہے۔ آپؐ نے مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر اس پر طے کیا، اس کی برق رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا ایک ایک قدم منتہائے نظر تک اٹھتا تھا۔

(۴) اسی سال شبِ اسراء میں، آپؐ نے بیت المقدس میں دوگانہ ادا کیا اور اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کا شرف آپؐ کو حاصل ہوا۔

(۵) اسی رات تمام انبیاء کرام کی روحیں بیت المقدس میں جمع ہوئیں۔ اور بقول بعض ان کے جسم بھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں دو رکعتیں پڑھیں، اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو رکعتیں نفل تھیں یا عشاء کی نماز تھی، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی وجہ سے دو رکعت پڑھا۔

(۶) اسی رات، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے باہر تشریف لائے تو جنت سے ایک سیڑھی (معراج) لائی گئی، جس کے ذریعہ آپؐ پہلے آسمان پر پہنچے، پھر وہ پہلے آسمان پر رکھی گئی اور اس کے ذریعہ دوسرے آسمان تک گئے، اسی طرح درجہ بدرجہ ساتوں آسمانوں سے اوپر تک تشریف لے گئے۔

(۷) اسی رات، آسمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی۔ جو آپؐ کی تعظیم اور آسمان پر آپ کے دوبارہ استقبال کے لئے، آپ سے بیت المقدس

---

[1] پہلا واقعہ سینہ چاک ہونے کا آپ کی تین سالہ عمر میں جبکہ آپ دائی حلیمہ کے یہاں تھے۔ ۱۲ مصحح

سے آسمان پر پہنچ چکے تھے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

(۸) اسی رات، آپؐ نے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) دیکھا، جس کے پھل ہجر[1] کے مٹکوں جیسے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔

(۹) اسی رات آپؐ نے چار نہریں ملاحظہ فرمائیں، جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل رہی تھیں، دو نہریں ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں جن کا نام تسنیم اور سلسبیل ہے، جنت میں گرتی تھیں، اور ظاہری نہر جو نیل اور فرات یہاں زمین میں۔

(۱۰) اسی رات آپؐ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، جبکہ ڈھانک رہا تھا اس (سدرہ) کو جو کچھ کہ ڈھانک رہا تھا"۔ یہ ڈھانکنے والی چیز، سنہری پروانے تھے، جو سدرہ پر گرتے ہوئے نہایت حسین وجمیل لگتے تھے۔

(۱۱) اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور دیکھا (یہ فرشتوں کا کعبہ ہے) روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔ اور قیامت تک کسی فرشتے کو دوبارہ طواف کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

(۱۲) اسی رات، آپؐ نے جنت اور اس کی نعمتوں کا نیز دوزخ اور اس کے عذاب واسباب کا معائنہ فرمایا، اور فرشتوں کو دیکھا۔

(۱۳) اسی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شراب، دودھ اور شہد کے جام پیش کئے گئے۔ آپ نے دودھ کو قبول فرما کر نوش کیا، اس پر جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، آپ کی رہنمائی اس فطرت کی طرف ہوئی جو آپؐ کا اور آپؐ کی امت کا طغرائے امتیاز ہے۔

(۱۴) اسی رات اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اور آپؐ کی اُمت پر یومیہ پانچ نمازیں فرض کیں۔ اولاً دن رات

---

[1] ایک بستی کا نام

میں پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف کی درخواست کے لئے حق تعالیٰ کے دربار میں نو دفعہ رجوع کیا۔ ہر بار پانچ نمازوں کی تخفیف ہوتی رہی، جب پانچ رہ گئیں تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یہ (ادا کرنے میں تو) پانچ ہیں، اور (ثواب کے اعتبار سے) یہ پچاس ہیں۔ (اور ہمارے علم میں آخری فیصلہ پانچ پر پچاس کا ثواب دینے کا تھا) میرے یہاں فیصلہ بدلا نہیں جاتا"

(۱۵) اسی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش سے اوپر رفعت حاصل ہوئی، اللہ رب العزت نے آپؐ کو اپنی بارگاہ کے قرب سے نوازا، اور کلامِ قدیم ازلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپؐ سے ہم کلام ہوئے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "پھر قریب ہوا، پس نہایت قریب ہوا، پس (درمیان کا فاصلہ) دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی قریب تھا"۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپؐ نے ظاہری آنکھوں سے اپنے پروردگار کی زیارت بھی کی تھی؟ علماء فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ آپؐ نے ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔

(۱۶) اسی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (بارگاہِ اَحدیت میں سلام عرض کرنے کے لئے) یہ الفاظ اِلقا ہوئے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ — تمام قولی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اور تمام بدنی اور مالی عبادتیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ — سلام ہو آپؐ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ — سلام ہو ہم پر، اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر۔

اس پر حضرت جبریل و ملائکہ علیہم السلام نے کہا:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ	میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں

کازرونی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۱۷) اسی سال، شب معراج کی صبح کو یہ معجزہ ہوا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں کی سیر کرنے اور راتوں رات واپس آنے کی خبر قریش کو ہوئی تو انہوں نے اسے مستبعد سمجھتے ہوئے آپ کی تکذیب کی، اور آپ سے بیت المقدس کی صفات دریافت کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تردد ہوا، کیونکہ بیت المقدس کی صفات محفوظ رکھنے کا آپ کو خیال تک نہ تھا، علاوہ ازیں رات بھی تاریک تھی (ایسے میں کون اہتمام کرتا ہے کہ جس مکان میں چند لمحے کیلئے آنیکا موقع ملا ہے اس کا ایک ایک نقشہ بھی محفوظ رکھا جائے) مگر حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم خداوندی بیت المقدس کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر، مکہ میں دار عقیل کے پاس رکھ دیا، آپ اسے دیکھ دیکھ کر ایک ایک چیز بتاتے رہے، پس جس طرح بلقیس کے تخت کا اٹھا لانا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا، اسی طرح بیت المقدس کا اٹھا لانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوا۔

(۱۸) اسی سال، شب معراج کی صبح کو، یہ معجزہ ہوا کہ جب کفار قریش نے آپ کے اسرا کی تکذیب کی، تو امتحان کے لئے آپ سے اس قافلے کی بات دریافت کیا، جو تجارت کے لئے مکہ سے شام جا رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قافلہ فلاں مقام پر جا رہا تھا، اس میں اتنے اونٹ تھے۔ کفار نے کہا کہ وہ قافلہ شام سے کب مکہ واپس آئے گا؟ آپ نے فرمایا: فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو بدھ کے دن آئے گا، قافلے میں سب سے آگے خاکستری رنگ اونٹ ہوگا، اس کا پالان سیاہ رنگ کا ہوگا اور اس پر دو بوریاں لدی ہوں گی، چنانچہ جس طرح آپ نے فرمایا ٹھیک اسی طرح ہوا مگر وائے بے توفیقی کہ نہیں اس کے باوجود ایمان کی توفیق نہیں ہوئی۔

(۱۹) اسی سال حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی ولادت حبشہ میں ہوئی، یہ مسلمانوں کا سب سے

پہلا بچہ تھا جس کی ولادت حبشہ میں ہوئی۔ ان کے والد حضرت جعفر اور والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ اور وصال نبوی کے وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ ان کے والد کی مدینہ واپسی جنگ خیبر کے دن ہوئی تھی، جیسا کہ بہت سے محدثین اور اہل سیر نے تصریح کی ہے۔ یہ عبداللہ بن جعفر بڑے سخی تھے، کثرتِ سخاوت کی بنا پر بحرالجود (سخاوت کا سمندر) کہلاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں ان سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ یہ صغارِ صحابہ میں سے تھے۔

(۲۰) اسی سال: رجب میں، عقبہ کی دوسری بیعت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال موسم حج میں (دعوت و تبلیغ کے لئے) تشریف لے گئے تھے۔ ادھر مدینہ سے۔ حضرت جابرؓ کے علاوہ انصار کے بارہ افراد (حج کے لئے) آئے تھے۔ عقبہ کے پاس آپؐ سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور وہیں بیعت ہوئے ان حضرات کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ بشیر بن سعد۔ نعمان بن البشیر کے والد۔

۲۔ سعد بن معاذ الاشہلی الاوسی۔ اوس کے سردار۔

۳۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام (حضرت جابر کے والد)

(ان کے صاحبزادے جابر بن عبداللہ (ان کا جمعی تھا)

۴۔ اسید بن حضیر

۵۔ ابی بن کعب

۶۔ عبادہ بن صامت

۷۔ ابو مسعود عقبہ بن عامر الانصاری البدری

۸۔ ذکوان بن عبد قیس الزرقی

۹۔ رافع بن مالک الزرقی

۱۰۔ قطبہ بن عامر

۱۱۔ عتبہ بن عامر

۱۲۔ عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہم

(۲۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصعب بن عمیر القرشی العبدری رضی اللہ عنہ کو معلم و امام کی حیثیت سے بھیجا، انہوں نے بڑی جان فشانی سے تعلیم و تبلیغ کا فرض انجام دیا، یہاں تک کہ مدینہ میں گھر گھر اسلام کی روشنی پھیل گئی (اس میں اختلاف ہے کہ حضرت مُصعب رضؓ پہلی بار عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد مدینہ بھیجے گئے یا پہلی بیعت کے بعد، بعض نے دوسرے قول کو ارجح قرار دیا ہے۔ ۱۳ نبوت میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تہتر حضرات کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت عقبہ ثالثہ کی رات حاضر ہوئے۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ہجرت سے پہلے دوبارہ مدینہ بھیجا، اور ان کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس سے مدینہ میں اسلام خوب پھیلا، جیسا کہ ۱۴ نبوت میں جو ہجرت کا پہلا سال ہے، آئیگا۔

(۲۲) اسی سال مدینہ میں محمد بن خالد المدنی الانصاری، حضرت مُصعب رضؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے، ان کا تعلق بنو حارث سے تھا، بنی اشہل کے حلیف تھے اس لئے اشہلی کہلاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے قبل اسلام لائے، اور صحابہ میں جن کا نام محمد تھا، ان سب میں یہ زیادہ عمر کے تھے۔

(۲۳) اسی سال، ابو البشر عباد بن بشر بن وقش الانصاری الاشہلی، حضرت مُصعب رضؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے، یہ ان دو حضرات میں سے ایک ہیں جن کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں (عشاء کی) نماز پڑھی۔ کافی دیر کے بعد اپنے گھروں کی طرف لوٹے، رات اندھیری تھی دونوں کے ہاتھ میں عصا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو ایک کا عصا روشن ہوگیا، اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ جدا ہوا تو دونوں کے عصا روشن ہوگئے، یہاں تک کہ یہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا (اور ان کی کرامت) دوسرے صحابی اُسید بن حضیر رضؓ تھے

(۲۴) اسی سال ابوسلمہ عبداللہ بن الاسد المخزومی نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہ پہلے شخص ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے گئے انہوں نے پہلے حبشہ کی ہجرت کی تھی، پھر واپس مکہ آگئے تھے اور جب مشرکین نے زیادہ ستایا، اور ادھر مدینہ میں اسلام پھیل جانے کی خبر سنی تو مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

فصل ؛ ۱۳ھ نبوت

اس سال ذی الحجہ میں عقبہ کی تیسری بیعت ہوئی، گذشتہ سال (بیعت عقبہ کے موقع پر) مدینہ کے انصار وعدہ کر گئے تھے کہ آئندہ سال اسی جگہ پھر ملاقات کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال ایام حج میں منیٰ تشریف لے گئے، چنانچہ حسب قرار داد حضرات انصار کے تہتر مردوں اور دو عورتوں نے ایام تشریق کی درمیانی رات میں، اسی جگہ آپ سے ملاقات کی۔ اور اسلام اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) اوس بن ثابت الخزرجی النجاری۔ یہ حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

(۲) براء بن معرور بن صخر الخزرجیؓ اسی تیسری بیعت سب سے پہلے کرنے کا شرف انہی کو حاصل ہے۔

(۳) ان کے صاحبزادے بشر بن براء۔

(۴) ابو ایوب خالد بن زید الخزرجی النجاری۔

(۵) خلاد بن سوید بن ثعلبہ الخزرجی۔

(۶) ابو رفاعہ رافع بن مالک بن عجلان الخزرجی العجلانی۔

(۷) ان کے صاحبزادے رفاعہ بن رافع بن مالک۔ انہیں دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے کبھی رفاعہ بن مالک بھی کہا جاتا ہے۔

(۸) ابو لبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر الاوسی

(۹) ابوطلحہ زید بن سہل الخزرجی۔ اُم سُلَیم کے شوہر۔

(۱۰) ابوخَیثمہ سعید بن خَیثمہ الاوسی

(۱۱) سعید بن الربیع بن عَمرو الخزرجی

(۱۲) ابوقیس سعد بن عُبادہ بن دُلیم الخزرجی، قبیلہ خزرج کے رئیس۔

(۱۳) سلمہ بن سلامہ بن وَقش الاوسی البدری

(۱۴) ظُہیر بن رافع بن عدی

(۱۵) عبداللہ بن اُنَیس الجھنی۔ یہ انصار کے قبیلہ بنی سلمہ کے حلیف تھے۔

(۱۶) عبداللہ بن جُبَیر بن نعمان الاوسی۔ جنگ اُحُد میں تیر اندازوں کی جماعت کے یہی امیر تھے، یہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے، بلکہ شہید ہو گئے۔

(۱۷) عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی، مشہور شاعر ہیں۔

(۱۸) ابومحمد عبداللہ بن زید بن عبد ربّہ الخزرجی الحارثی، اذان کے خواب والے۔

(۱۹) عمرو بن جموح بن زید الخزرجی السلمی

(۲۰) ان کے صاحبزادے معاذ بن عمرو بن جموح۔

(۲۱) قتادہ بن زید الاوسی الظفری۔

(۲۲) ابوالیسر کعب بن عمرو بن عباد السلمی الخزرجی

(۲۳) کعب بن مالک بن عمرو السلمی الخزرجی

(۲۴) مالک بن دخشم۔ میم کے ساتھ، یا دخشن، نون کے ساتھ۔ بن مالک الانصاری، بنو عمرو بن عوف سے۔

(۲۵) مَعاذ بن جَبَل بن عَمرو الخزرجی الجشمی، جو علم حلال و حرام کے امام تھے۔

(۲۶) معن بن عدی بن جد بن عجلان البلوی، انصار کے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔

(۲۷) مُنذر بن عمرو بن خُنیس الخزرجی الساعدی، یہ اس جماعت مبلغین کے امیر تھے جو بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

(۲۸) نُعمان جنہیں نُعیمان بھی کہا جاتا ہے۔ بن عَمرو بن رفاعہ انصاری النجاری۔

(۲۹) ابوبردہ ھانی بن نیار البلوی، جو انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو حارثہ، کے حلیف تھے، اور حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں۔ وغیر اہم رضی اللہ عنہم۔

اور خواتین میں ایک اسماء بنت عمرو بن عدی السلیمۃ الخزرجیہ اور دوسری، ام عمارہ نسیبہ نون کے فتحہ اور سین کے کسرہ کے ساتھ۔ بنت کعب بن عمرو الانصاریۃ المازنیہ۔ بسا اوقات ام عمارہ کے نام کا اشتباہ ام عطیہ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ ام عطیہ کا نام نسیبہ۔ نون کے ضمہ اور سین کے فتحہ کے ساتھ۔ یا نسیبہ نون کے فتح اور سین کے کسرہ کے ساتھ۔ بنت کعب الانصاریہ ہے مگر یہ دونوں الگ الگ ہیں، عقبہ کی تیسری بیعت میں ام عطیہ نہیں بلکہ ام عمارہ شریک تھیں رضی اللہ عنہن۔

ف: رفاعہ بن رافع بن مالک، جن کا نام اوپر کی فہرست میں آیا ہے۔ یہ وہی ہیں جو مسئی الصلوٰۃ (نماز کو بگاڑ کر پڑھنے والے) کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، یہ آئے اور نماز پڑھنا شروع کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جلدی سے نماز ختم کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا: "واپس جا کر نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی"۔ دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ پورا قصہ بخاری شریف میں ہے۔

(۲) اسی سال، تیسری بیعت عقبہ کی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ پر، ان کی رضامندی سے بارہ نقیب (سردار، نمائندے) مقرر فرمائے، ۹ قبیلہ خزرج، سے اور تین قبیلہ اوس سے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

خزرج سے: ۱۔ اسعد بن زُرارہ ابو اُمامہ۔ بنی نجار کے نقیب۔

۲۔ رافع بن مالک بن عجلان، بنی زُریق کے نقیب ۔

۳، ۴۔ سعد بن ربیع بن عمرو اور عبداللہ بن رواحہ بنو حارث بن خزرج کے نقیب ۔

۵، ۶۔ سعد بن عُبادہ اور منذر بن عمرو بن خُنَیس، دونوں بنو سلمہ کے نقیب ۔

۷۔ عبادہ بن صامت قبائل کے نقیب ۔

اور قبیلہ اوس میں سے ۱۔ اُسَید بن حُضَیر بنو عبدالاشہل کے نقیب

۲، ۳۔ رفاعہ بن عبدالمنذر اور سعد بن خیثمہ بنو عمرو بن عوف کے نقیب، رضی اللہ عنہم ۔

(۳) اسی سال، اہل عقبہ ثالثہ میں سے، معاذ بن جبل عمرو الانصاری الخزرجیؓ اسلام لائے جبکہ ان کی عمر اٹھارہ سال تھی ۔

(۴) اسی سال، اہل عقبہ ثالثہ میں سے، ابو بُردہ ہانی بن نیار ۔ براءؓ بن عازب کے ماموںؓ ۔ اسلام لائے، اور احد اور اس کے غزوات میں شریک رہے ۔

(۵) اسی سال، اہل عقبہ ثالثہ میں سے ۔ ابو ایوب خالد بن زید الخزرجیؓ اسلام لائے، جیسا کہ ان تینوں حضرات کا ابھی ذکر ہوا ۔

(۶) اسی سال، اور بقول بعض اس سے اگلے سال حضرت سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن اُمیہ القرشی الاموی کی ولادت ہوئی ۔ بعد ازاں وہ اسلام لائے اور انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہوا ۔ یہ ان حضرات میں سے ایک ہیں، جنہوں نے حضرت عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے قرآن مجید، مصحف میں لکھا ۔ ان کے والد عاص بن سعید جنگ بدر میں، حضرت علیؓ کے ہاتھ سے بحالت کفر قتل ہوا ۔

ف : علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار مدینہ کی تین بیعتیں ہوئیں ۔

اوّل : رجب ۱۱ نبوت میں ۔ اس میں چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے ۔

دوم : رجب ۱۲ نبوت میں ۔ اس میں بارہ افراد اسلام لائے ۔

سوم: ذی الحجہ ۱۳ھ نبوت میں اس میں تہتر مرد اور عورتیں اسلام لائیں۔ یہ عقبات اور حج رجب میں اس وجہ سے ہوئے کہ کفار کے یہاں نسئی (مہینوں کو آگے پیچھے کر دینے) کا جاہلی دستور تھا۔

ف ۲: نبوت کے بعد جب تیرہ سال پورے ہوئے تو چودھواں سال (مکہ ہی میں) شروع ہوا اور یہی ہجرت کا پہلا سال تھا کیونکہ اس چودھویں سال میں، عقبۂ ثالثہ سے کوئی تین مہینے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ ہجرت کی کچھ تفصیل اور اس سال کے دیگر واقعات اس کتاب کے حصۂ دوم کے تیسرے باب میں ۱ھ کے ذیل میں آئیں گے۔ کازرونی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ۱۴ھ نبوت میں مکہ سے ہجرت فرمائی"۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ میں جو ذکر کیا ہے کہ "ہجرت نبوی، تینوں عقبات کے بعد ۱۳ھ نبوت میں ہوئی"۔ یہ بظاہر سہو ہے، یا یہ اس پر محمول ہے کہ موصوف نے نبوت کے پہلے سال کو شمار نہیں کیا، کیونکہ اس سال کی ابتدا محرم سے ہوتی تھی، جبکہ وحی کا آغاز اس سال کے ماہ ربیع الاول یا رمضان سے ہوا تھا، جیسا کہ ۱ھ نبوت کے ذیل میں گذرا۔ فَتَدَبَّرُوْا وَكُنْ عَلٰى بَصِيْرَةٍ مِّنْ ذٰلِكَ[1]

---

[1] ناکارہ ترجمہ نگار عرض کرتا ہے کہ غالباً حافظ ابن کثیرؒ نے سن نبوت بحکم محرم سے نہیں بلکہ آغازِ وحی سے شروع کیا ہے، وحی کا آغاز، صحیح قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو ہوا اور اس کے ٹھیک تیرہ سال بعد ۱۲ ربیع الاول ہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے، اس بنا پر حافظ ابن کثیرؒ کا قول نہ سہو پر مبنی ہے نہ حضرت مصنفؒ کی ذکر کردہ تاویل پر۔ ہاں اگر سن نبوت کو محرم سے شروع کیا جائے جیسا کہ حضرت مصنفؒ کا رجحان اسی طرف ہے تو بلاشبہ ہجرت ۱۴ھ نبوت میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اختلاف، اختلافِ اصطلاح پر مبنی ہے۔ رہا یہ کہ سن نبوت کا آغاز محرم سے کرنا چاہیے جیسا کہ مصنفؒ کا رجحان ہے یا آغازِ وحی کی تاریخ سے؟ اس کے لیے اپنے ذوق کو حکم بنایئے، البتہ یہ ناکارہ حضرت مصنفؒ کے الفاظ میں یہ مشورہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حصّہ دوم

ابتدائے ہجرت سے وصال نبوی تک کے واقعات ہیں، اور اس میں تین باب ہیں۔

بابِ اوّل: ان غزوات میں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے۔

تنبیہ ۱: جن غزوات میں رسول اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے انہیں محدثین کی اصطلاح میں مَغَازی اور غَزوات کہا جاتا ہے اور جن میں بذاتِ خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ اپنے صحابہؓ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا، وہ ان کی اصطلاح میں سَرَایا اور بُعُوث کہلاتے ہیں

تنبیہ ۲: یہ بھی یاد رہے کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کفار سے قتال جائز نہیں تھا، جوازِ قتال کا حکم صفر ۲ھ میں اس آیت کے ذریعہ ہوا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ (الحج - ۳۹)

(اب لڑنے کی) ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے کافروں کیطرف سے) لڑائی کی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

یہ پہلی آیت ہے جو اس سلسلہ میں نازل ہوئی، جیساکہ عنقریب آتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ:-
دے سکتا ہے فتدبر وکن علی بصیرۃ من ذٰلک اور یہ بحث صرف سن نبوت قبل از ہجرت میں ہے ورنہ سن ہجری جمہور کے نزدیک سے دو ڈھائی ماہ قبل یکم محرم ہی سے شروع ہوتا ہے جس کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابۂ کرامؓ کے مشورہ سے ہوئی البتہ امام مالکؒ سن ہجری کو ربیع الاول ہی سے شروع کرنے کے قائل ہیں۔ (کما فی البدایہ والنہایہ)

تنبیہ ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "غزوات" کی تعداد، ان لوگوں کے قول پر، جو غزوۂ احزاب اور غزوۂ قریظہ کو یا غزوۂ خیبر اور غزوہ وادی القریٰ کو ایک سمجھتے ہیں، ستائیس ہے، اور ان حضرات کے قول کے مطابق، جو ان میں سے کسی ایک کو دو قرار دیتے ہیں، اٹھائیس ہے، جیسا کہ ہم ہر ایک کی تفصیل الگ الگ فصل میں ذکر کریں گے۔

ف: مذکورہ بالا اٹھائیس غزوات کی ترتیب وار فہرست یہ ہے۔

۱۔ غزوۃ الابواء، جسے غزوۂ ودّان بھی کہتے ہیں۔

۲۔ غزوۂ بواط۔ ۳۔ غزوۂ سفوان، یہ غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہلاتا ہے

۴۔ غزوۃ العشیرہ۔ ۵۔ غزوۂ بدر کبریٰ۔

۶۔ غزوۂ بنی سلیم، جسے قرقرۃ الکُدر بھی کہتے ہیں۔

۷۔ غزوۃ السویق۔

۸۔ غزوۂ غطفان یا غزوۂ ذی امَر

۹۔ غزوۃ الفُرع، حجاز کے علاقہ بحران میں

۱۰۔ غزوۂ بنی قینقاع ۱۱۔ غزوۂ احد

۱۳۔ غزوۂ حمراء الاسد ۱۲۔ غزوۂ بنی نضیر

۱۴۔ غزوۂ بدر صغریٰ ۱۵۔ غزوۂ دومۃ الجندل

۱۶۔ غزوۂ بنی المصطلق، یہی غزوۂ مریسیع کہلاتا ہے۔

۱۷۔ غزوۂ خندق ۱۸۔ غزوہ بنی قریظہ

۱۹۔ غزوہ بنی لحیان ۲۰۔ غزوۂ حدیبیہ۔

۲۱۔ غزوۂ ذی قرد ۲۲۔ غزوہ خیبر

۲۳۔ غزوۂ وادی القریٰ ۲۴۔ غزوۃ ذات الرقاع

۲۵۔ غزوۂ فتح مکہ ۲۶۔ غزوۂ حنین

۲۷۔ غزوۂ طائف ۲۸۔ غزوۂ تبوک

ان میں بعض محدثین کے نزدیک کچھ تقدیم و تاخیر بھی ہے، اس کا بیان مفصل آئے گا، اور حرکات کا ضبط بھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ باب میں نے آٹھ فصلوں پر ترتیب دیا ہے۔

فصل ۱: ۲ھ کے غزوات

غزوات و سرایا کے دونوں بابوں میں ۱ھ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اوپر گذر چکا ہے، کہ جہاد و قتال ۱ھ میں جائز نہیں تھا۔ اس لئے اس سال کوئی جہاد نہیں ہوا۔

(۱) اس سال ۔ ۱۲؍صفر کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الابوا کے لئے، جو غزوۂ ودان بھی کہلاتا ہے، تشریف لے گئے، یہ پہلا جہاد تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ مہاجرین کی معیت میں خود شرکت فرمائی، ان میں کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ آپ نے اپنی جگہ سعد بن عبادہؓ کو مدینہ کا حاکم بنایا، اس سفر میں آپؐ، قریش کے ایک تجارتی قافلہ کا، جو ملک شام سے مکہ واپس آرہا تھا، تعاقب کرنا چاہتے تھے۔ مگر قافلہ نکل چکا تھا۔ اس لئے لڑائی کی نوبت نہیں آئی، البتہ اس سفر میں آپؐ کے اور بنی ضمرہ کے درمیان مصالحت ہوئی، اور

آپ نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

الواٴ: فرع کے مضافات میں ایک لبستی ہے اس کے اور جحفہ کے مابین، مدینہ کی جانب سے، ۲۳ میل کا فاصلہ ہے۔

ودّان: یہ بھی فرع کے مضافات میں ایک لبستی ہے، یہ غزوہ کبھی ابواٴ کی طرف اور کبھی ودّان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ دونوں درحقیقت ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ یہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں لکھا ہے مگر قسطلانی اور عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ "ودّان، اَبْوَاٴ، اور جُحْفَہ کے درمیان ایک بڑی بستی ہے جو جُحْفَہ سے آٹھ میل ہے"۔ اس صورت میں غزوۂ اَبْوَاٴ پر غزوۂ ودّان کا اطلاق، باعتبار وحدت کے نہیں بلکہ باعتبار قرب کے ہوگا۔ فتدبر۔

(۲) اسی سال ربیع الاول یا ربیع الثانی میں غزوۂ بُواط ہوا۔ بُواط: باکے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ جُہَیْنَہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے، جو مدینہ سے چار برید (بارہ میل) کے فاصلے پر یَنْبُع کے قریب، رضویٰ جانب واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب کے لئے دو سو مہاجرین کی معیت میں نکلے۔ عثمان بن مظعونؓ کے بھائی سائب بن مظعونؓ کو مدینہ میں قائم مقام بنایا۔ اس غزوہ میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

(۳) اسی سال، ربیع الاول ہی میں، غزوۂ سفوان ہوا۔ جس کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کے مولیشیوں پر غارت گری کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو مدینہ کا حاکم بنایا، اور کرز کے تعاقب میں نکلے، مگر وہ جا چکا تھا، اس لئے لڑائی کے بغیر واپسی ہوئی۔

یہ کرز بن جابر مشرکین کے رؤسا میں سے تھا۔ مگر بعد میں اسلام لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سَرِیَّۃُ العُرَنِیِّیْن کا امیر اسی

سلہ کذا فی الاصل۔ مترجم ۱۲

کو بنایا تھا، یہ فتح مکہ میں شہید ہوا۔ جیسا کہ تیسرے باب میں ۸ھ کے ذیل میں آئیگا۔ سفوان، سین، فا اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ بدر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق یہ غزوہ، غَزْوَۃُ الْعُشَیْرَۃ کے بعد ہوا، اس کا ذکر ابھی آتا ہے۔

(۴) اسی سال جمادی الاولیٰ میں۔ اور بقول بعض جمادی الاخریٰ میں۔ غزوۃ العشیرہ ہوا۔ عُشَیْرَۃ، بصیغۂ تصغیر، صحیح قول کے مطابق شین منقوطہ کے ساتھ، اور بقول بعض سین مہملہ کے ساتھ، ینبع کے بطن میں بنی مدلج کی جگہ کا نام ہے، جو مصری حاجیوں کی منزل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا، اور خود ایک سو پچاس اور بقول بعض دو سو مہاجرین کی معیت میں، قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب کی نیت سے نکلے، یہ قافلہ، جو شام سے مکہ جا رہا تھا، نکل چکا تھا، لہذا لڑائی نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ کا باقی مہینہ اور جمادی الاخریٰ کے چند دن وہاں قیام فرمایا، بنو مدلج اور ان کے حلفا سے، جو بنو ضمرہ کے باقی ماندہ لوگ تھے، معاہدہ فرمایا اور صحیح سلامت واپس تشریف لائے۔

(۵) اسی سال رمضان المبارک **غزوۂ بدر کبریٰ** ہوا، جسے بدر عظمیٰ، بدر الثانیہ، بدر القتال اور یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے، یہ اسلامی تاریخ کا ایک تابناک اور عظیم الشان واقعہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و رفعت عطا فرمائی، اور کفر اور کفار کا سارا غرور خاک میں ملا دیا۔ مقام بدر، جہاں یہ جنگ ہوئی حرمین شریفین کے راستہ میں مدینہ طیبہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ جنگ بدر، ۱۷، یا ۱۹ یا ۲۰ رمضان ۲ھ کو ہوئی ______

______ ۱۷ کا قول زیادہ صحیح ہے اور یہ اکثر علماء کا قول ہے، ابن عساکر نے اسی کو محفوظ کہا ہے۔ مدینہ سے آپ کی روانگی ۱۲ رمضان کو بروز ہفتہ ہوئی، آپ کی معیت میں تین سو پچاس مہاجرین و انصار تھے۔ مشہور ہے کہ بدری صحابہ کی تعداد تین سو تیرہ تھی، لیکن ان میں آٹھ حضرات حسی طور پر شریک بدر نہیں ہو سکے، چونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے حکم سے بعض ضرورتوں کی بنا پر مدینہ میں رہے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی شرکاء بدر کی طرح غنیمت کا حصہ دیا، اور ان سے فرمایا کہ انہیں بھی شرکائے بدر کا اجر ملے گا، اس لئے وہ شرکاء بدر کی مثل ہوئے اور بدریین میں شمار کئے گئے ان تین سو تیرہ میں چوراسی مہاجرین اور ۲۲۹ انصار شامل ہیں۔ میں نے ایک رسالے میں جس کا نام النور المبین فی جمع اسماء البدریین رکھا ہے، تمام شرکاء بدر کی تفصیل جمع کی ہے۔ حضرات انصار پہلی بار اس غزوہ میں شریک ہوئے، اس سے قبل وہ کسی غزوہ میں نہیں نکلے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کیلئے، ابولبابہ بن عبدالمنذر الانصاری الاوسی کو۔ جن کا نام بشیر یا رفاعہ تھا، مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ان کو مقام رَوحاء سے واپس کیا تھا۔

رَوحاء، مکہ و مدینہ کے مابین، مدینہ شریف سے ۳۶ میل پر ایک مشہور کنواں ہے، جو اب تک موجود اور مشہور ہے، الحمد للہ کہ ۱۳۵۱ھ میں ہم نے خود بھی اس کی زیارت کی اور اس کا پانی پیا۔

جنگ بدر میں کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی، جن کے پاس بہت سے گھوڑے تلواریں اور اسلحہ تھا۔ نیز ان میں بڑے بڑے بہادر پہلوان اور فنون حرب کے ماہر جرنیل تھے، اِدھر مسلمانوں کی طرف اسلحہ، رسد، ساز وسامان اور سواریوں کی قلت کا یہ عالم تھا کہ پورے لشکر میں دو گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں، مگر اللہ رب العزت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ اسلام کی خاص نصرت فرمائی، ستر صنادید قریش قتل اور ستر قید ہوئے اور بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ حدیث وسیرت کی کتابوں میں اسکی تفصیل موجود ہے۔

(۶) اسی سال، غزوۂ بدر میں، اس امت کا فرعون ابوجہل بن ہشام۔ خذلہ اللہ جہنم وسید ہوا۔ اس کا ذکر تیسرے باب میں آئیگا۔ انشاء اللہ۔

(۷) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے مدینہ واپس آئے تو سات

دن بعد، شوال کی ابتدائی تاریخوں میں۔ اور بقول بعض نصف محرم ۳ھ میں۔ آپ غزوۂ بنی سلیم کے لئے موضع کُدر، تشریف لے گئے۔ اسے غزوۂ قَرقرۃ الکُدر بھی کہتے ہیں۔

قَرقَرۃ ، دونوں قاف کے فتحہ کے ساتھ، کبھی ان دونوں کو ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، سفید چٹیل میدان کو کہتے ہیں۔ کُدر، کاف کا ضمہ اور دال مہملہ کے سکون کے ساتھ۔ خاکستری رنگ کے پرندوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ قرقرۃ الکدر اس لئے کہلائی کیونکہ یہ خاکستری رنگ کے پرندوں کا مستقر تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لئے دو سو افراد کی معیت میں نکلے، اور سباعؓ بن عُرفُطہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ سِباع، بکسر سین اور عُرفُطہ، بضم عین مہملہ وفا اس کے بعد طا مہملہ۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت ابن ام مکتوم کو خلیفہ بنایا۔ ان کا نام اکثر علماء کے قول کے مطابق عمرو ہے، یہی قول صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق عبداللہ ہے۔ ان دونوں اقوال کے درمیان تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ حضرت سباع کو فیصلوں کے لئے اور حضرت ابن ام مکتومؓ کو نماز کی امامت کے لئے خلیفہ بنایا ہوگا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو سلیم کی آبادی کے قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے کوئی شخص مقابلے پر نہیں آیا، آپ نے ان کے پانچسو اونٹوں کو غنیمت بنایا اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی ہوئی، راستہ میں مدینہ طیبہ سے تین میل دور موضع "صِرار" بکسر صاد مہملہ۔ میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا، اور اونٹوں کے چرواہوں میں "یسار" نامی ایک صاحب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لیکر آزاد کر دیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ (آزاد شدہ غلام اور خادم) تھے۔

(۸) اسی سال، ذی الحجہ میں۔ اور بقول بعض محرم ۳ھ میں۔ غزوۃ السَّویق کے لئے تشریف لے گئے۔ اسے غزوۂ سویق اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکوں کا بیشتر توشہ ستو تھے، جو مسلمانوں کو غنیمت میں ہاتھ آئے، یہ غزوہ قرقرۃ الکدر کے قریب ابوسفیان

اور کفار قریش سے ہوا تھا، غزوہ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہ لے اور مقتولین بدر کے بدلے آپ کے صحابہ کو قتل نہ کرے نہ گھی کا استعمال کرے گا، نہ غسل جنابت۔ چنانچہ ابوسفیان اپنے ساتھ دو سو سواروں کو لیکر عریض تک پہنچا۔ یہ جگہ مدینہ سے تین میل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ ۵ ؍ ذی الحجہ کو اتوار کے دن دو سو سواروں کے ہمراہ مقابلہ کے لئے نکلے، اور مدینہ کا حاکم سباع بن عُرفطہ یا ابن ام مکتوم یا ابولبابہ بن منذر کو بنایا۔ ابوسفیان اور اس کے رفقا کو خبر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے سر پر پاؤں رکھ کر مکہ کا رخ کیا اور بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر ستو کی بوریاں گراتے گئے، مسلمانوں نے ان کی ان بوریوں کے علاوہ دیگر ساز و سامان کو غنیمت بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا مقابلہ کامیاب و کامران واپس تشریف لائے۔

فصل ۳ھ کے غزوات

(۱) اس سال، محرم میں، اور بقول بعض ربیع الاول میں غزوۂ غطفان ہوا۔ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو بروز خمیس (جمعرات) غزوۂ غطفان کے لئے مدینہ سے نکلے۔ غطفان: ایک قبیلہ کا نام ہے جو نجد میں رہائش پذیر تھا، اس غزوہ کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی اَمَرّ بھی کہتے ہیں، گویا اس کے تین نام ہیں۔ ذُوْ اَمَرَّ: بفتح ہمزۃ ومیم وتشدید را، غیر منصرف ہے، علاقہ نجد میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو افراد کی معیت میں نکلے، مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قائم مقام مقرر کیا، ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر لڑائی کے واپس آ گئے۔

(۲) اسی سال ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ میں غزوۂ فرُع ہوا۔ اسے غزوہ بحران اور غزوۂ بنی سلیم کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ کی چھ تاریخ کو نکلے، مدینہ میں ابن ام مکتوم کو حاکم مقرر کیا، تین سو صحابہ ہمرکاب تھے، بحران پہنچے تو دیکھا کہ بنو سلیم ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔ اس طرح وہ ویران اور تباہ و برباد ہوئے، انہی بنو سلیم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (الحشر: ۱۵)	ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں۔ جو (دنیا میں بھی) اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور (آخرت میں بھی) ان کے لئے دردناک عذاب (ہونے والا) ہے (بیان القرآن)

فرُع ، فا اور را کے ضمہ کے ساتھ اور کبھی را کو ساکن بھی پڑھا جاتا ہے، حرمین شریفین کے مابین، مدینہ سے چار مرحلے پر ایک جگہ۔ بحران ، با کے ضمہ ساتھ اور فتحہ بھی پڑھا جاتا ہے اور حائے مہملہ کے سکون کے ساتھ پھر را، پھر الف، پھر نون۔ **بنی سلیم** : بصیغۂ تصغیر۔

(۳) اسی سال جمادی الاولیٰ میں۔ اور بقول بعض کے شوال ۲ھ میں کہا گیا ہے کہ یہی زیادہ راجح ہے۔ غزوہ قینقاع ہوا، بنو قینقاع ، یہودیوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو عبداللہ بن سلام کی قوم تھی۔ یہودیوں میں سے عہد شکنی سب سے پہلے انہوں نے ہی کی تھی۔ جب انہوں نے خیانت اور عہد شکنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف جمادی الاولیٰ۔ یا شوال۔ کو بروز ہفتہ ان کی طرف نکلے، مدینہ میں ابولبابہ بن منذر کو جن کا نام بشیر یا رفاعہ ہے، اپنا قائم مقام بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا، جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ بعد ازاں منافقوں میں سے عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول نے اور مسلمانوں میں سے عبادہ بن صامت نے ان کی سفارش کی، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلا وطنی کا حکم دیا۔ اور ان کے اموال ضبط کر لئے، مگر انہیں قتل سے معاف رکھا۔

لہ حضرت حکیم الامت تھانوی لکھتے ہیں "مراد ان سے یہود بنی قینقاع ہیں"

(۴) اسی سال شوال ۳ھ میں غزوۂ اُحدؓ ہوا۔ جو تمام غزوات میں سب سے زیادہ سخت اور دشوار ثابت ہوا۔ جمہور اس پر متفق ہیں کہ غزوۂ اُحد، شوال ۳ھ میں ہوا تھا، مگر تاریخ میں اختلاف ہے، صحیح تر اور مشہور تر قول یہ ہے بروز ہفتہ نصف شوال کو ہوا، بعض نے ۷، بعض نے ۱۱، اور بعض ۸، شوال بتائی ہے۔ ایک شاذ قول یہ ہے کہ غزوہ اُحد ۴ھ میں ہوا۔

اُحُد، مدینۂ طیبہ کے قریب مشہور پہاڑ ہے۔ اس کے اول حصہ کے درمیان اور باب البقیع کے درمیان دو میل اور ۱/۲ میل سے ذرا سا زیادہ فاصلہ ہے، جیسا کہ سید سمہودی نے تحریر کیا ہے، لہذا قسطلانی نے مواہب میں مدینہ سے جو ایک فرسخ (تین میل) لکھا ہے۔ اس میں کسر کو پورا میل شمار کر لیا گیا، اور دیگر حضرات نے مدینہ سے جو دو میل لکھا ہے۔ انہوں نے کسر کو بالکلیہ ساقط کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے غزوۂ اُحدؓ کی طرف ایک ہزار اشخاص کی معیت میں نکلے، راستے ہی سے عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول رئیس المنافقین تین سو منافقوں کو لے کر واپس لوٹ آیا، سات سو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے، پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ایک ابو بردہؓ کے پاس۔ باقی سب حضرات پا پیادہ تھے، اُدھر مشرکوں کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں سات سو زرہ بند تھے، ان کے پاس دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے، اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنا قائم مقام ابن ام مکتومؓ کو بنایا تھا۔

(۵) اسی سال، شوال ہی میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحدؓ کے ایک دن بعد ۱۶، شوال کو غزوۂ حمراء الاسد کے لئے تشریف لے گئے، یہ مشہور قول ہے، بعض نے اس کی تاریخ ۹، شوال وغیرہ بتائی ہے۔ یہ اختلاف غزوۂ اُحدؓ کی تاریخ میں اختلاف پر مبنی ہے۔

حمراء الاسد، مدینہ سے آٹھ میل پر ایک جگہ ہے، ذوالحلیفہ کو جائیے تو بائیں ہاتھ آئیگی۔

جنگ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان اور کفار قریش یہاں دوبارہ جمع ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سو ساٹھ صحابہ کو لیکر مقابلہ کے لئے نکلے، مگر اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مکہ جا کر دم لیا، اس لئے مقابلہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تین دن قیام فرما کر مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔

فصل ۴ھ کے غزوات

اس سال ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی نضیر کیا، شامی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ یہی صحیح قول ہے اور کہا گیا ہے کہ غزوۂ بنی نضیر ۳ھ میں غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد ہوا۔

بنی نضیر، یہود کا بہت بڑا قبیلہ تھا، ان کی آبادی مسجد قبا سے ورے عوالی کی طرف مدینہ سے چھ میل پر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن تک یا اس سے زیادہ دنوں تک ان کا محاصرہ کئے رکھا، تا آنکہ وہ جلا وطنی پر راضی ہو گئے، ان دنوں مدینہ کے عامل ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔

(۲) اسی سال شعبان میں۔ اور بقول بعض یکم ذی القعدہ کو۔ غزوۂ بدر موعد کے لئے تشریف لے گئے، اس کو بدر میعاد، بدر صغریٰ، بدر ثالثہ اور بدر اخیرہ بھی کہا جاتا ہے اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان اور دیگر قریش مکہ کے مقابلہ میں نکلے تھے، کیونکہ یہ لوگ غزوۂ اُحد سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر گئے تھے کہ آئندہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا مقابلہ مقام بدر الصغریٰ میں پھر ہوگا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کو غزوۂ بدر موعد (وعدے کا مقابلہ) کہا جاتا ہے۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ میں جانشین بنایا؛ اور خود بنفس نفیس پندرہ سو صحابہ کی معیت میں نکلے، لشکر میں دس گھوڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر الصغریٰ سے آگے مجنہ پہنچ گئے۔

مجنہ: میم کے فتح کے ساتھ، کبھی کسرہ بھی پڑھا جاتا ہے اور جیم کی زبر اور نون کی تشدید کے ساتھ۔ مکہ و مدینہ کے مابین عرب کا مشہور بازار تھا، مکہ سے دو مرحلوں پر۔

ادھر مشرکین ابوسفیان اور اس کے رفقا مکہ سے نکل کر مرّ الظہران تک پہنچے۔ یہ مکہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر مکہ و عسفان کے درمیان ایک جگہ تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ وہیں سے لوٹ گئے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

فصل: ۵ھ کے غزوات

(۱) اس سال غزوہ دُومۃ الجندل ہوا، **دُومۃ الجندل**: دال مہملہ کے ضمہ کے ساتھ۔ فتحہ بھی جائز ہے۔ اور واؤ ساکنہ کے ساتھ۔ شام کے قریب ایک شہر ہے، مدینہ سے پندرہ سولہ دن کی مسافت پر اور دمشق سے پانچ دن کے فاصلہ پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کی معیت میں ۲۵ ربیع الاول کو روانہ ہوئے اور سباع بن عُرفُطہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا۔ ان کا ذکر غزوہ قَرقَرۃ الکُدر کے ذیل میں آچکا ہے۔ وہیں ان کے نام کا ضبط بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مشرکین اونٹ بکریاں چھوڑ کر بھاگ نکلے، آپ نے ان کو غنیمت بنایا اور اپنے رفقاء پر تقسیم کر دیا، ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ واپسی ہوئی، مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔

(۲) اسی سال شعبان میں، صحیح قول کے مطابق، غزوۂ خندق سے پہلے، غزوہ بنی المصطلق ہوا، جسے غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ۲ شعبان

شعبان ۵ھ کو سات سو صحابہ کی معیت میں روانہ ہوئے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں، مدینہ میں زید بن حارثہ کو اور بقول بعض ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی، ان کے دس افراد قتل اور سات سو یا اس سے زیادہ قید ہوئے آپ نے ان کے مویشیوں اور بکریوں پر قبضہ کیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا انہی قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار المصطلقی کی صاحبزادی حضرت جویریہ بھی تھیں، مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ۲۸ دن بعد یکم رمضان کو واپس مدینہ پہنچے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۶ھ میں ہوا۔ مگر یہ قول ضعیف ہے، اور وہ جو صحیح بخاری میں ہے کہ ۴ھ میں ہوا۔ یہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اسی لئے علماء نے کہا ہے یہ سبقت قلم ہے۔

بنو المصطلق: بکسر لام، یہ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی، قدید کے قریب، فرع کی ایک جانب مکہ و مدینہ کے درمیان ان کی رہائش تھی، ان کی آبادی اور فرع کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔

مُریسیع: ان کے کنویں کا نام تھا، یہ غزوہ کبھی قبیلہ کی طرف اور کبھی ان کے کنویں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، فرع کی تفسیر و ضبط ۳ھ کے غزوات کے ذیل میں غزوہ الفرع کے ضمن میں دیکھئے۔

(۲) اسی سال شوال میں۔ اور بقول بعض ذی القعدہ میں۔ غزوہ خندق ہوا، جسے غزوہ احزاب کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا۔ شامی فرماتے ہیں ”اس کا ۵ھ میں ہونا ہی زیادہ صحیح اور معتمد ہے، بلکہ یہی قطعی ہے“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۸ شوال یا ذی قعدہ کو خندق کی طرف روانہ ہوئے، اس غزوہ میں مسلمان تین ہزار کی تعداد میں تھے، اور مشرکین دس ہزار یا بارہ ہزار اور ایک قول کے مطابق پندرہ ہزار تھے،

جو قریش، غطفان، قریظہ، نضیر اور دیگر تمام قبائل سے جمع ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا۔ اس غزوہ میں مندرجہ ذیل چھ مسلمان شہید ہوئے:

۱۔ سعد بن معاذ الاوسی

۲۔ اوس بن اوس الاوسی

۳۔ عبداللہ بن سہل الاوسی

۴۔ طفیل بن نعمان السلمی

۵۔ ثعلبہ بن غنمہ السلمی

۶۔ کعب بن زید النجاری رضی اللہ عنہم

اور چار مشرک قتل ہوئے۔

۱۔ عمرو بن عبد ود

۲۔ اس کا بیٹا حسل بن عمرو

۳۔ نوفل بن عبداللہ المخزومی

۴۔ منبہ بن عثمان بن السباق بن عبد الدار کی جگہ کتاب "محمد رسول اللہ" مطبوعہ تاج کمپنی میں "منبہ بن عثمان بن عبد الدار" لکھا ہوا ہے۔

(۵) اسی سال، غزوہ خندق کے فوراً بعد، غزوہ بنی قریظہ ہوا۔ بنو قریظہ، یہودی تھے، جو مدینہ کے قریب آباد تھے، انہوں نے بدعہدی کی تھی اور حلف و پیمان توڑ ڈالا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ ذی القعدہ بروز بدھ ان کی طرف روانہ ہوئے، اور اسی دن غزوہ خندق سے تشریف لائے تھے، غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کے مابین بس اتنا فاصلہ ہوا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیار اتارے اور سفر کے گرد و غبار کی خاطر غسل فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور عرض کیا، آپ نے ہتھیار اتار دیئے، واللہ ہم نے ابھی تک نہیں اتارے، ہمیں اور آپ کو بنی

قریظہ سے قتال کا حکم ہوا ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کا حکم فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دے۔

اَلَا لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ قُرَیْظَۃَ خبردار! کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے، مگر بنی قریظہ پہنچکر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے چلے، اور ابن ام مکتوم کو مدینہ میں قائم مقام مقرر کیا۔ لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس دن تک یا اس سے کم ان کا محاصرہ کئے رکھا، وہ محاصرہ سے تنگ آگئے تو انہوں نے سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اترنا منظور کیا، جاہلیت میں سعد بن معاذؓ سے ان کی دوستی اور دفاعی معاہدہ رہا تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ انکے لڑاکے قتل اور بیوی بچے قید کئے جائیں چنانچہ آپؐ نے ان کے لڑنے والوں کے قتل کا حکم دیا، جو آٹھ نو سو کے درمیان تھے، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو حراست میں لیا، اور ۷ ماہ ذی الحجہ کو مدینہ واپسی ہوئی۔ ان سے حاصل شدہ مال غنیمت کا خمس نکال کر باقی ۴/۵ مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے پندرہ سو تلواریں، تین سو نیزے، پانچ سو کمانیں اور ڈھالیں اور بہت سے مویشی۔

فصل : ۶ھ کے غزوات

(۱) اس سال ربیع الاول میں غزوۂ بنی لحیان ہوا، بنو لحیان ؛ بکسر لام بن ہذیل بن مدرکہ عسفان کی جانب آباد تھے اور یہ جگہ مکہ و مدینہ کے درمیان، مکہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے۔ بقول بعض یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا اور بقول بعض ۴ھ میں، مگر صحیح یہ ہے کہ ۶ھ میں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ کس مہینے میں ہوا، بعض نے ربیع الاول کہا ہے۔ بعض نے جمادی الاولیٰ اور بعض نے رجب۔ آخری قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

بنو لحیان نے بیر معونہ میں آپؐ کے ستر قرأ صحابہ کو شہید کر دیا تھا، آپ ان کا انتقام

لینے کے لئے دو سو صحابہ کے ساتھ نکلے، ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام بنایا، لشکر میں بیس گھوڑے تھے، بنولحیان اطلاع پاکر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے اور آپؐ مدینہ واپس آگئے، لڑائی نہیں ہوئی۔

(۲) اسی سال غزوۂ حدیبیہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیر کے دن یکم ذی قعدہ کو چودہ سو یا پندرہ سو افراد کی معیت میں روانہ ہوئے۔ مدینہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، کو اور بقول بعض نمیلہ بن عبداللہ اللیثی کو جانشین بنایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا، مگر کفار کی ہٹ دھرمی کی بنا پر اس سال عمرہ ادا نہ کر سکے بلکہ اگلے سال اس کی قضا کی اس غزوہ میں جنگ نہیں ہوئی بلکہ صلح ہو گئی۔ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بائیس دن رہا، اور ذی الحجہ میں مدینہ واپسی ہوئی۔

حُدَیبِیَہ، ایک چھوٹی سی بستی کا نام تھا جو مکہ مکرمہ سے بارہ میل مغربی جانب، مکہ اور جدہ کے درمیان واقع تھی۔ دراصل یہاں حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا۔ اسی کے نام سے یہ بستی موسوم تھی، اب یہ کنواں بیر شمیس کہلاتا ہے۔

(۳) اسی سال غزوۂ حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے ذی الحجہ میں غزوۂ ذی قرد، ہوا، جسے غزوۃ الغابہ بھی کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ عیینہ بن حصن نے چالیس سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ۔ ۔ ۔ ۔ مدینہ میں جانشین بنایا اور تین سو افراد کو مدینہ کے پہرے پر مقرر کیا اور خود پانچ سو اور بقول بعض سات سو غازیوں کو لے کر ان کے تعاقب میں نکلے، حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ، تن تنہا پیادہ تمام مسلمانوں سے آگے نکل گئے۔ مشرکوں پر تیر اندازی کرتے ہوئے انہوں نے تمام اونٹ واگذار کرائے اور دشمن کے ہاتھ سے تیس چادریں، تیس نیزے اور تیس ڈھالیں بھی چھین لیں، اور اپنے تیروں سے کئی کافروں کو جہنم رسید بھی کیا، یہ تنہا اونٹوں کو واپس لا رہے تھے کہ اتنے میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں سے مدینہ واپس آ گئے۔

ذو قَرَد: علاقہ غطفان سے متصل، خیبر کے راستہ میں، مدینہ سے ایک برید کے فاصلہ پر ایک کنواں تھا۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے واپس ہو کر مدینہ میں صرف تین دن ٹھہرے، اور پھر غزوۂ خیبر کے لئے تشریف لے گئے۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ غزوۂ ذی قَرَد غزوۂ حُدَیبیہ کے بعد ہوا تھا، مگر بعض نے کہا ہے کہ غزوۂ ذی قَرَد ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ یا شعبان ۶ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا، لیکن بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے، اور بعض حضرات نے ان دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ غزوۂ ذی قَرَد دو مرتبہ ہوا۔

فصل ۷ھ کے غزوات

(۱) اس سال محرم میں غزوۂ خیبر ہوا، خیبر: مدینہ سے آٹھ دن کی مسافت پر، ملک شام کی جانب ایک شہر ہے، جس میں کئی قلعے تھے اور یہاں یہود آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کا لشکر تھا، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہمرکاب تھیں، سِباع بن عُرفُطہ صحابی کو، جن کا ذکر غزوۂ قرقرۃ الکُدر کے ضمن میں پہلے آ چکا ہے، مدینہ میں قائم مقام مقرر کیا، دس سے زیادہ دن آپؐ نے ان کا محاصرہ کئے رکھا، اور صفر کے مہینے میں خیبر فتح ہوا۔

(۲) اسی سال آخر صفر میں غزوۂ وادی القُریٰ ہوا، وادی القُریٰ: خیبر اور مدینہ کے درمیان شام سے آنے والے حاجیوں کے راستہ پر ایک موضع تھا جہاں یہود کی آبادی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپسی میں یہاں پہنچے تو ان سے ٹھن گئی، چار دن کے محاصرے کے بعد آپؐ نے اسے فتح کر لیا، بہت سا سامان اور مال و متاع

بطورِ غنیمت حاصل ہوا۔

(۴،۲) اسی سال، ربیع الاول میں غزوۂ ذات الرقاع ہوا، امام بخاریؒ اپنی الجامع الصحیح (صحیح بخاری) میں فرماتے ہیں: "ذات الرقاع، خیبر کے بعد ہوا، کیونکہ ابوموسیٰ اشعریؓ ذات الرقاع میں شریک تھے، جب کہ ان کا اسلام اور ان کی حاضری خیبر میں ہوئی۔" اس بنا پر غزوۂ ذات الرقاع سنہ ۷ھ میں ہوا، مگر بعض کا قول ہے کہ یہ غزوۂ بنی نضیر کے بعد اور غزوۂ بدر صغریٰ سے پہلے سنہ ۴ھ میں ہوا، اور بعض نے سنہ ۵ھ میں اور صاحب روضۃ الاحباب نے سنہ ۶ھ میں بتایا ہے، مگر صحیح کی بات زیادہ صحیح ہے۔

یہ غزوہ، نجد کے علاقے میں بنی محارب اور بنی ثعلبہ کے مقابلہ میں تھا، اس لئے اس کو غزوۂ بنی محارب اور غزوۂ بنی ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے، نیز یہ غزوۂ صلاۃ الخوف بھی کہلاتا ہے کیونکہ نماز خوف اسی غزوہ میں مشروع ہوئی اور اسے غزوۃ الاعاجیب بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں عجیب وغریب امور پیش آئے، گویا اس کے نام پانچ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۰ ربیع الاول ہفتہ کی رات کو ذات الرقاع کے لئے روانہ ہوئے، چار سو یا سات سو یا آٹھ سو صحابہ ساتھ تھے، اور مدینہ میں، اکثر کے قول کے مطابق، حضرت عثمان بن عفان ذی النورین رضی اللہ عنہم کو جانشین بنایا، اور بقول بعض ابوذر رضی اللہ عنہ کو۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ بنو محارب اور بنو ثعلبہ مقابلے پر نہیں آئے، بلکہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے، البتہ مسلمانوں کو دشمن سے اندیشہ تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز خوف پڑھائی، اور یہ عصر کی نماز تھی، اور بعض کا قول ہے کہ سب سے پہلی نماز خوف سنہ ۶ھ میں علاقہ عسفان میں ہوئی۔ تیسرے باب میں سنہ ۶ھ کے واقعات میں اس کا بیان ہوگا۔

فصل ۸ھ کے غزوات

(۱) اس سال رمضان میں غزوۃ الفتح ہوا۔ حُدَیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کا معاہدۂ امن ہوا تھا جن میں بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف تھے، مگر قریش اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے معاہدۂ حُدَیبیہ کے بائیس مہینے بعد، شعبان ۸ھ میں ۔ اور بقول بعض اس سے قبل ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلفاء بنو خزاعہ پر فوج کشی کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اور ابن ام مکتوم رض کو اور بقول بعض ابو رہم کلثوم بن حُصَین کو مدینہ میں قائم مقام بنایا۔ بعض نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے، اور دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ابو رہم رض کو حکومت کی اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی گئی۔

یہ غزوہ، غزوۂ فتح مکہ ہے، یہ ایسی عظیم الشان فتح تھی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اپنے دین کو سربلند اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد سرزمینِ حجاز سے کفر کا خاتمہ ہوگیا، یہ غزوہ بالاتفاق رمضان ۸ھ میں ہوا۔ مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی ۱۰ رمضان کو بدھ کے دن عصر کے بعد ہوئی، اور بقول بعض ۲ رمضان کو۔ اس غزوہ کی تاریخ میں تین قول ہیں: ۱۷، ۱۹، اور ۲۰ رمضان ۔ اس میں اختلاف ہے کہ فتح مکہ کس دن ہوئی؟ زرقانی شرح المواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں "معروف یہ ہے کہ جمعہ کا دن تھا"۔

(۲) اسی سال ۶ شوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے غزوۂ حُنین کے لئے تشریف لے گئے، اسی کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس جنگ میں بنو ہوازن ہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلہ پر آئے تھے، آپؐ ۱۰ شوال، منگل کی شام کو حُنین پہنچے، آپؐ کے ہمراہ بارہ ہزار کا لشکر تھا، دس ہزار جو مدینے سے آئے تھے، اور دو ہزار مکہ کے نومسلم جو طُلقاء کہلاتے تھے؛ کیونکہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ جاؤ! تم آزاد ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا عامل (گورنر) حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

حُنَیْن: مکہ سے گیارہ بارہ میل مشرقی جانب، مکہ و طائف کے درمیان ایک وادی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں آپ کو فتح دی اور بھاری مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

(۳) اس سال غزوۂ حُنین میں مسلمانوں کے چار آدمی شہید اور کافروں کے ستر (۷۰) آدمی واصلِ جہنم ہوئے۔

(۴) اسی سال، اواخر شوال میں، جب آپؐ جنگِ حُنین سے فارغ ہوئے تو مالِ غنیمت کو تقسیم کئے بغیر جعرانہ چھوڑ کر، غزوۂ طائف کے لئے روانہ ہوئے۔

طائف: مکہ سے مشرقی جانب، دو تین مرحلے پر ایک مشہور شہر ہے، یہاں انگور کھجور اور دوسرے اور میوے بکثرت ہوتے ہیں، ربیع، خریف، سرما، گرما چاروں موسموں کے پھل ایک ہی دن یہاں ملیں گے۔ یہاں ثقیف آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ دن اور بقولِ بعض چالیس دن طائف کا محاصرہ کئے رکھا، اور منجنیق نصب کی، اس سے پہلے کسی غزوہ میں منجنیق نصب نہیں کی گئی تھی۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی منجنیق تھی جس سے گولہ باری کی گئی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عظیم فتح دی اور

ان کا قلعہ فتح کیا۔

(۵) اس سال غزوۂ طائف میں بارہ مسلمان شہید ہوئے، جن میں اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن ابی اُمیّہ تھے، جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، اور سعید بن العاص الاموی وغیرہ۔ اور بہت سے کافر قتل ہوئے۔

(۶) اس سال غزوۂ طائف ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ کو شدید زخم آیا، جو اگرچہ ٹھیک ہو گیا، اور وہ مدت تک زندہ رہے۔ مگر ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ زخم پھر اُبھر نکلا، جس سے وہ جاں بحق ہوئے۔

(۷) غزوۂ طائف نیز غزوۂ فتح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔

فصل ۹ھ کے غزوات

اس سال رجب میں غزوۂ تبوک ہوا، جسے غزوۃ العسرۃ، ساعۃ العسرۃ اور الفاضحہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس غزوہ کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئیں ان سے منافقین کی قلعی کھل گئی تھی، یہ سب سے آخری غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔

تبوک، مدینہ سے شام کی جانب ایک جگہ ہے، مدینہ سے اس کا فاصلہ چودہ مرحلے اور دمشق سے گیارہ مرحلے ہے، غزوۂ تبوک کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی جمعرات کو ہوئی، شامی لکھتے ہیں۔

"یہ غزوہ رجب ۹ھ میں اور بالاتفاق حجۃ الوداع سے پہلے ہوا، صحیح بخاری میں اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا گیا ہے یہ ناسخین کا سہو قلم ہے، اور حضرت ابن عباس رضی

سے جو مروی ہے کہ وہ طائف سے چھ مہینے بعد ہوا یہ اس قول کے کہ رجب میں ہوا، منافی نہیں، جب کہ کسر کو حذف کر دیا جائے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس ہو کر ذی الحجہ میں مدینے پہنچے تھے۔

غزوۂ تبوک نہایت تنگی کے دور میں ہوا، شدید گرمی کا موسم تھا، تمام علاقوں میں خشک سالی اور قحط تھا، کھجور کا پھل تیار تھا، لوگ سائے اور پھلوں میں رہنا چاہتے تھے ادھر توشۂ سفر کی قلت، سواریوں کی کمی، دشمن کی قوت وکثرت اور طویل بیابانی مسافت۔ کیونکہ چودہ مرحلے صرف جانے کا سفر تھا اور اتنا ہی آنے کا۔ اور یہ جگہ چالیس میل کے صحرائے شام میں واقع تھی، جس میں نہ درخت، نہ سایہ، نہ پانی۔

ان حالات میں مسلمانوں کے لئے یہ سفر بے حد تکلیف دہ تھا، اور سفر کے لئے طبیعت آمادہ نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیئے، چنانچہ جو جا سکتے تھے ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، سوائے منافقوں کے، اور سوائے ان حضرات کے جن کا تذکرہ واقعات کے باب میں مفصل آئیگا البتہ سات یا سات سے زیادہ ایسے لوگ ضرور رہ گئے تھے جنہیں سفر کی استطاعت نہیں تھی اور وہ وسائل سے محروم تھے، اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس ارشاد میں انہی کا ذکر فرمایا ہے۔

تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَنْ لَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ	وہ اس حالت میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اس غم میں کہ (افسوس) انہیں خرچ کرنے کو کچھ بھی میسر نہیں (بیان القرآن، تیسیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی، اور ایک قول کے مطابق ستر ہزار۔ دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح

دی گئی ہے کہ تیس ہزار اصول واکابر ہوں گے، اور ستر ہزار خدام اور اتباع کے سمیت غزوۂ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ واپسی اسی سال شعبان یا رمضان ہوئی۔

باب دوم : اُن سرایا و بعوث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت روانہ فرمائے ؂

یہاں سَرایا (سریّہ کی جمع) اور بُعوث (بَعث کی جمع) سے مراد وہ لشکر ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف نہیں لے گئے، بلکہ اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو امیر بنا کر بھیجا۔

سریّہ اور بعث میں اصل لُغت کے لحاظ سے یہ فرق ہے کہ سریّہ اس چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جس میں کم از کم پانچ — یا بقول بعض سو — آدمی ہوں اور زیادہ سے زیادہ چار سو — یا بقول بعض پانچ سو — آدمی ہوں اور بعث کسی لشکر کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو اس سے جدا ہوا ہو۔

ہم نے اس باب کو دس فصلوں پر تقسیم کیا ہے، اور کل سرایا جن کا ذکر آگے آئے گا ان کی تعداد ستتر ہے۔

فصل ۱: ۲ھ کے سرایا

۲ھ سے سرایا کا آغاز اس بنا پر کیا گیا کہ ہجرت کے پہلے سال کوئی سریّہ نہیں بھیجا گیا، کیونکہ اس وقت تک جہاد و قتال کی اجازت نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ غزوات کے بیان میں گذرا۔

(۱) سَریّہ حمزہ بن عبدالمطلب ۔ اس سال ربیع الاول، یا ربیع الثانی یا رمضان ۲ھ

میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، سریہ بھیجا گیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا سریہ تھا، اور اسلامی تاریخ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہیں امیر لشکر بننے کا شرف حاصل ہوا، ابوجہل لعین کے ماتحت کفار قریش کا ایک قافلہ ملک شام سے مکہ جا رہا تھا، اس سے تعرض کے لئے آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ کو تیس مہاجرین کے ساتھ عیص کے علاقے میں ساحل سمندر کیطرف روانہ فرمایا اور حضرت حمزہؓ نے سفید جھنڈا اٹھایا، یہ سب سے پہلا اسلامی پرچم تھا، اس سریہ میں مقابلہ نہیں ہوا، صحیح وسالم مدینہ واپس آگئے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ سریہ "غزوۂ ابواء" سے پہلے تھا یا اس کے بعد اور "غزوۂ بواط" سے پہلے؟

عیص، بکسر عین وسکون یا، جُہینہ کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر سے پہلے کسی انصاری کو سریہ میں نہیں بھیجا۔ غزوۂ بدر میں ان کی صداقت وشجاعت کا علم ہوا تو انہیں بھیجنا شروع کیا۔

(۲) سریۂ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف القرشی المطلبی رضی اللہ عنہ

اسی سال ربیع الاول میں اور بقول بعض شوال میں ——— حضرت عبیدہ کو ساٹھ یا اسی مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف بھیجا، انہیں قریش کے ایک قافلے سے تعرض کرنا تھا جو ابوسفیان بن حرب کی زیر کمان تھا اور جس میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھا، یہ سریہ بغیر مقابلہ کے واپس آیا، البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، نے ایک تیر پھینکا، اور یہ سب سے پہلا تیر تھا جو اسلامی تاریخ میں پھینکا گیا۔

رابغ، بکسر با، مکہ و مدینہ کے درمیان، جُحفہ کے قریب ایک بستی ہے، جو جُحفہ کی بہ نسبت مدینہ سے سات آٹھ میل قریب ہے، اسے رابق۔ قاف کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے۔

جُحفہ، جیم کے پیش اور حا کے سکون کے ساتھ۔ مدینہ سے پانچ مرحلوں پر ایک جگہ ہے

(۳) سَرِیَّہ سعد بن ابی وقاصؓ :- اسی سال ذولقعدہ میں غزوۂ بدر کبریٰ کے بعد خرار کی طرف یہ سَرِیَّہ بھیجا گیا۔ خَـرّار: خا کا فتحہ، پہلی را مشددہ، اور دونوں راؤں کے درمیان الف۔ جُحفہ کے قریب حجاز کی ایک وادی کا نام ہے۔ حضرت سعدؓ کے ماتحت مہاجرین کے بیس یا آٹھ سوار تھے، انہیں بھی قریش کے ایک قافلے سے تعرض کرنا تھا، مگر معلوم ہوا کہ قافلہ کل جا چکا ہے، اس لئے واپس آگئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ تینوں سَرِیّے یعنی سَرِیَّہ حمزہ، سَرِیَّہ عُبَیدہ اور سَرِیَّہ سعد ہجرت کے پہلے سال بھیجے گئے اسی بنا پر میں نے سَرِیَّہ سعد کو سَرِیَّہ محمد بن مسلمہ سے پہلے ذکر کیا ہے، اگرچہ مشہور ترتیب اس کے برعکس تھی۔ لیکن راجح یہ ہے، کہ یہ تینوں سرایا بھی ۲ھ میں ہوئے، جیسا کہ سَرِیَّہ محمد بن مسلمہ اور اس کے بعد کے چار سرایا ۲ھ میں ہوئے کیونکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جہاد کی اجازت ۲ھ میں نازل ہوئی۔ فَتَدَبَّر۔

(۴) سَرِیَّہ محمد بن مسلمہ :- اسی سال ربیع الاول میں "غزوۂ ابوا" اور "غزوۂ عُشَیرہ" کے درمیان محمد بن مسلمہ صحابی رضی اللہ عنہ کا سَرِیَّہ کعب بن اشرف یہودی کی طرف بھیجا گیا۔ یہ بنی نضیر کا ایک فرد تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ خود ان کا تعلق تو بنی طَی سے تھا، مگر اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، یہ خبیث شاعر تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا۔ آپ کے اور آپ کے صحابہ کے حق میں ناشائستہ الفاظ بکتا اور کفار کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ اپنے چار رفقاء کے ہمراہ اس کے پاس پہنچے، اپنے ساتھیوں کو بستی کے ایک طرف بٹھا دیا، اور خود تنہا اس کے قلعے میں گئے، اور اس کو چاندنی رات میں اس وقت قتل کیا جبکہ وہ خواب خرگوش میں مست تھا، یہ ربیع الاول ۲ھ کی چودھویں رات تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس شاندار کارنامے پر محمد بن مسلمہؓ کی تعریف فرمائی۔

(۵) سَرِیَّہ زید بن حارثہؓ :- اسی سال جمادی الاخریٰ کے اوائل میں سَرِیَّہ کعب بن اشرف

کے بعد۔ اور بقولِ بعض اس سے پہلے ۔غزوۂ بدر اولیٰ اور غزوۂ بدر کبریٰ کے مابین، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا سریہ قردہ بھیجا گیا۔

قردہ: بفتح قاف وسکون رأ، بروزن سَجْدَہ۔ نجد کے ایک کنویں کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو سواروں کی معیت میں قریش کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب کے لئے بھیجا، چنانچہ قافلہ پر دسترس حاصل ہوئی، بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور آپؐ نے تقسیم کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے دس سرایا میں سے یہ پہلا سریہ تھا

(۶) سَرِیہ عبداللہ بن جحش: اسی سال جمادی الاخریٰ کے اواخر میں، غزوۂ بدر صغریٰ اور غزوہ بدر کبریٰ کے مابین ہی، ہجرت سے سولہ مہینے بعد، عبداللہ بن جحش بن رئاب کا سریہ بھیجا گیا، یہ عبداللہ بصیغہ تکبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اُمَیْمَہ کے صاحبزادے اور اُمّ المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آٹھ۔ اور بقول بعض بارہ ۔ مہاجرین کی معیت میں "بطن نخلہ" بھیجا۔ بطن نَخْلَہ: مکہ سے ایک دن کی مسافت پر مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے ۔ وہاں مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہوا، اور مقابلہ کی تاریخ میں التباس ہوا کہ جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ ہے یا رجب کی پہلی؟ بہرحال لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی، اور کافروں سے مالِ غنیت ہاتھ آیا، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نکال کر باقی اپنے رفقاء کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلا خمس نکالا گیا۔ خمس کا حکم ابھی تک نازل نہیں ہوا تھا بعد میں حضرت عبداللہ بن جحش کے عمل کے مطابق نازل ہوا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرات سارا مال غنیمت مدینہ لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نخلہ کے مالِ غنیمت کی تقسیم کو موقوف رکھا، تاآنکہ غنیمتِ بدر کے

ملا کر اسے تقسیم کیا، اور ہر قوم کو ان کا حق دیا۔

۹۔ سریہ عمیرؓ بن عدیؓ: اسی سال غزوہ بدر کے بعد ۲۴ رمضان کو حضرت عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ کو عصما بنت مروان، زوجہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کے قتل کے لئے بھیجا، یہ بنو امیہ بن زید کے خاندان سے تھی اور سب و شتم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتی تھی، اس کے لئے ہجویہ اشعار کہتی اور کافروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آمادہ قتال کرتی تھی، چنانچہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے باوجودیکہ آنکھوں سے معذور تھے، اسے موقعہ پاکر قتل کردیا۔ اس کے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بصیر یعنی بینا رکھا۔

۱۰۔ سریہ سالم بن عمیرؓ: اسی سال شوال میں حضرت سالم بن عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ ابوعفک عین مہملہ اور فا دونوں کے فتحہ کے ساتھ۔ ایک یہودی کی طرف بھیجا، یہ ایک سو بیس سال کا بڈھا یہودی بنو عمرو بن عوف کے خاندان سے تھا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا اور آپ کی شان میں ناشائستہ اشعار موزون کرتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اس کو خفیۃً قتل کردیا۔ اور سالم رضی اللہ عنہ صحیح سالم واپس آگئے۔ بعض لوگوں نے اس سریہ کا ذکر مذکورہ بالا سریہ عصما سے قبل کیا ہے۔

فصل ۳ھ کے سرایا

(۱) سریہ ابی سلمہؓ: اس سال آغاز محرم میں غزوہ بدر اور غزوہ فرع کے مابین، ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ، کا سریہ قطن بھیجا گیا۔ قطن: قاف اور طا کے فتحہ کے ساتھ، اور آخر میں نون ——— یہ بنو اسد کے پہاڑ یا کنوئیں کا

نام ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو پچاس افراد کی معیت میں بھیجا، جن میں ایک صاحب جو قبیلۂ بنو طئی کے تھے، ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ ان حضرات کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، حضرت ابو سلمہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صَفِیؔ[1] اور خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال اپنے رفقاء پر تقسیم کر دیا، ہر ایک کے حصہ میں سات اونٹ اور کچھ بکریاں آئیں۔

(۲) سریۂ عبد اللہ بن اُنَیس اسلمیؓ: اسی سال محرم میں حضرت عبد اللہ بن اُنَیس الاسلمی رضی اللہ عنہ، کو تن تنہا سفیان بن خالد بن نُبَیح ہذلی اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ میں بطن عُرَنہ بھیجا۔

بطن عُرَنَۃ (عین مہملہ کا ضمہ، را مہملہ کا فتحہ، اس کے بعد نون۔ یہ عرفات کے قریب ایک جگہ ہے) وہ اس مہم پر بروز پیر ۵، محرم ۴ھ کو روانہ ہوئے، سفیان کو قتل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا سر پیش کر دیا۔ بروز ہفتہ ۲۲ محرم کو ان کی واپسی ہوئی۔

(۳) حادثۂ رجیع اور سریۂ عاصمؓ: اسی سال صفر میں "سریۂ رجیع" ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح کو دس صحابہ۔ رضی اللہ عنہم۔ کی معیت میں عضل (عین اور ضاد کے فتحہ کے ساتھ) اور قارہ کی طرف روانہ فرمایا، یہ الیاس بن مضر کی اولاد سے دو قبیلے تھے، جب یہ حضرات مقام رجیع پہنچے تو دو سو کافروں نے جو سب کے سب تیر اندازی میں مشاق تھے، ان کو نرغے میں لے لیا، آٹھ دس شہید ہو گئے اور تین کو جن کے نام یہ ہیں ۱۔ زید بن الدثنہ ۲۔ خُبَیب بن عدیؓ

---

[1] صفی کا معنی چُنا ہُوا، یہ آنحضرتؐ کی خصوصیت تھی کہ آپ مال غنیمت میں سے کسی چیز کو اپنی ذات کے لیے منتخب فرمالیں، وہ چیز "صفی" کہلاتی تھی ۱۲۔

۲۔ عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم، قید کرکے مکہ کی طرف چلے، جب مرّ الظہران پہنچے جو مکہ سے ایک مرحلہ پر ہے، تو عبداللہ بن طارق نے آگے چلنے سے انکار کر دیا، چنانچہ انہیں شہید کر ڈالا، رضی اللہ عنہ۔ اور خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ لیجا کر فروخت کر دیا، یہ مدت تک مکہ میں قید رہے اور محرم گذرنے کے بعد صفر ۴ھ میں ان دونوں کو ایک ہی دن شہید کر دیا گیا، رضی اللہ عنہما وعنہم اجمعین۔

رَجیع، بفتح راء بر وزن فعیل بنو ہذیل کے کنوئیں کا نام ہے جو مکہ اور عسفان کے درمیان حجاز کی جانب عسفان سے آٹھ میل پر واقع ہے، یہ حادثہ اس کے قریب پیش آیا تھا اس لئے اسی سے موسوم ہوا۔

فصل ۴ھ کے سرایا

(۱) سریّہ منذر بن عمرو الصاعدیؓ:۔ اس سال صفر میں ـ غزوۂ حمراء الاسد اور غزوۂ بنی نضیر کے درمیان منذر بن عمرو الصاعدی رضی اللہ عنہ کا سریّہ بیر معونہ بھیجا گیا۔ جو سریّہ قرا کہلاتا ہے، یہ اصحاب صفہ میں سے ستّر افراد کی جماعت تھی جو قرآن مجید کے قاری تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو رعل، ذکوان عُصیّہ اور بنو لحیان کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجا تھا، کافروں نے ان سب کو شہید کر ڈالا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ البتہ صرف ایک صاحب حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور واپس آکر اپنے رفقاء کے قتل کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام ان کے شہید کئے جانے کی اطلاع ان کی شہادت کے دن ہی کر چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ کو بھی اس خبر سے مطلع فرما دیا تھا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

تھا۔ یہ خبر سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار پر بے حد غضبناک ہوئے، اور ایک مہینہ تک نماز فجر میں "قنوت نازلہ" پڑھتے اور ان کے لئے بد دعا فرماتے رہے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس سے منع فرمایا، اور اس سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ — آپؐ کو اس امر میں کچھ دخل نہیں (آپ صبر کریں) تا آنکہ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ — اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہو یا انہیں عذاب دے، کیونکہ
فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (پ ۴ ع ۴) — وہ ظالم تو ہیں ہی۔

چنانچہ آپؐ نے قنوت ترک کر دی، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

بِئرِ مَعُوْنَۃ، میم مفتوح، پھر عین مہملہ مضمومہ، پھر واؤ ساکنہ، پھر نون اور تائے تانیث۔ مکہ اور عسفان کے درمیان بنو ہذیل کی ایک جگہ کا نام ہے، حافظ نے فتح الباری میں اور ان کی موافقت شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح لکھا ہے مگر ابن اسحٰق اپنی سیرت میں کہتے ہیں کہ "یہ سرزمین بنو عامر اور حرۂ بنی سلیم کے درمیان واقع ہے اور حرۂ بنی سلیم سے زیادہ قریب ہے" اور زرقانی شرح مواہب میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ "بظاہر ان دونوں اقوال کے درمیان منافات نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ موضع جو بنو ہذیل کی جانب منسوب ہے مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہو، اور زمین بنی عامر اور حرۂ بنو سلیم کے درمیان بھی" اھ

فصل: ۵ھ کے سرایا

پہلے گذر چکا ہے کہ اس سال غزوۂ دُومۃ الجندل، غزوۂ بنی المصطلق، غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ ہوئے، مگر اس سال کوئی سریہ نہیں بھیجا گیا، اکثر کتب سیر و مغازی سے یہی مستفاد ہوتا ہے، لیکن زرقانی شرح مواہب میں حافظ ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ "اس سال جمادی الاخریٰ میں حضرت زید بن حارثہؓ کا سریہ جو ایک

سو سواروں پر مشتمل تھا، نجد کی طرف بھیجا گیا : آہ

میں کہتا ہوں کہ حضرت زید بن حارثہؓ کے باقی سرایا کا ذکر اس رسالہ میں اپنی اپنی جگہ آئیگا، ان میں سے آخری سریّہ (موتہ) تھا جس میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا، اس کا بیان انشاءاللہ آگے آتا ہے۔

اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ذکر کیا ہے کہ " اس سال بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ، کا سریّہ بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جماعت کے ہمراہ بنی کنانہ کی طرف بھیجا تھا، وہ لوگ ان کی آمد کی اطلاع پاکر بھاگ گئے، اور اپنی جگہ خالی کر دی، اسس لئے صرف ایک گھوڑا مالِ غنیمت میں ہاتھ آیا ۔"

فصل ۶ھ کے سرایا

(۱) سریّہ محمد بن مسلمہؓ[۱۸] اس سال محرم میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کی معیت میں قُرطا کی جانب روانہ کیا گیا، انہیں ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر باقیماندہ مالِ غنیمت ان مجاہدین میں تقسیم فرمایا، اور دس بکریوں کے برابر ایک اونٹ تجویز فرمایا۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ[۱۹] فرماتے ہیں "میں اس سریّہ کے لئے ۱۰ محرم کو چلا، انیس دن سفر میں رہا، اور محرم کی ایک رات باقی تھی کہ مدینہ واپس آیا " اسی سریّہ میں حضرات صحابہؓ ثمامہ بن اثال حنفی رئیس اہل یمامہ کو قید کر لائے تھے، بالآخر یہ اسلام لائے جیسا کہ انشاءاللہ تیسرے باب میں ۷ھ کے حوادث میں آئے گا۔

القُرطا : (بضم قاف، وسکون راء مہملہ، وطاء مہملہ والف مقصورہ — اور زرقانی نے الف ممدودہ ذکر کیا ہے) — ایک قبیلہ ہے، جو قیس عیلان کی ایک شاخ بنو عبد بن بکر کہلاتے ہیں، یہ لوگ "ضریّہ" کی جانب "بکرات" کے قریب فروکش تھے۔ بکرات، ایک

اونچے پہاڑوں کا نام ہے جہاں یہ رہتے تھے۔

ضَرِیَّہ: بفتح ضاد معجمہ، وکسر را مہملہ، وتشدید یائے تحتیہ، اس کے بعد تائے تانیث۔ یہ بنو کلاب کی بستی کا نام ہے جو بصرہ سے مکہ جانے والے راستہ میں واقع تھی اور ضریّہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہفتہ کی منزل تھی۔

(۲) سَرِیّہ عُکاشہ بن مِحصن رضی اللہ عنہ[۱۴]: اسی سال ربیع الاول میں حضرت عُکاشہ بن مِحصن رضی اللہ عنہ کو چالیس سواروں کی معیت میں "غمر مرزوق" کی طرف بھیجا گیا۔ یہ حضرات غنیمت کے دو سو اونٹ لائے، مگر کسی سے مقابلہ نہیں ہوا۔ نہ ان میں سے کوئی صاحب شہید ہوئے۔ بلکہ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

غَمْر: بفتح غین معجمہ، وسکون میم۔ اس کو مَرزوق (بروزن مفعول) کی طرف مضاف کرکے بولا جاتا ہے۔ اور یہ مرکب اضافی بنو اسد کے کنویں کا نام ہے جو مکہ کے راستہ پر واقع تھا۔

(۳) سریّہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ[۱۵]: اسی سال ربیع الاول میں ___ اور بقول بعض ربیع الآخر میں ___ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہی کو دس افراد کی معیت میں بنو مَعْوِیَہ (بفتح میم، وسکون عین مہملہ، وکسر واؤ، اس کے بعد یا، پھر تائے تانیث) اور بنو عُوال (بضم عین مہملہ وتخفیف واؤ) کی طرف بھیجا، یہ لوگ "رَبَذَہ" کے راستہ میں موضع "ذوالقَصَّہ" میں آباد تھے، مگر کفار کو غلبہ ہوا اور ان میں سے بیشتر حضرات شہید ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو ان کی مدد کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، انہوں نے کفار سے انتقام لیا جیسا کہ ابھی آتا ہے۔

ذوالقصّہ: بفتح قاف، وتشدید صاد مہملہ۔ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے چالیس میل پر واقع ہے۔

رَبَذَہ: را مہملہ، با، موحدہ اور ذال معجمہ تینوں کے فتحوں کے ساتھ آخر میں تا سے

تانیث ــ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو عراقی حاجیوں کے راستہ میں ۔ ذات عراق سے کے قرب و جوار میں واقع ہے۔

(۴) سریّہ ابو عبیدہ بن جراحؓ[14]: اسی سال آخر ربیع الآخر میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا سریہ بھی ذات القصہ بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چالیس سواروں کی معیت میں اس وقت بھیجا جبکہ آپ کو اطلاع ملی کہ کفار محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے دستہ پر غالب آگئے ہیں اور ان میں سے بیشتر حضرات شہید کر دیئے گئے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی روانگی شب ہفتہ ۲۸ ربیع الآخر ۶ھ کو ہوئی تھی۔ چنانچہ انہیں دشمن کے بہت سے مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس لیکر باقی ان پر تقسیم کر دیئے۔

(۵) سریّہ زید بن حارثہؓ[12]: اسی سال ربیع الآخر کے آخری دن ــ اور بقول بعض ربیع الاول میں ــ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنی سلیم کی طرف موضع جَموم (بفتح جیم) بھیجا گیا، یہ مدینہ سے چار برید (۱۲ میل) پر بطن نخل کے قریب ایک جگہ تھی، ان حضرات نے دشمن کے چند افراد کو قید اور ان کے مویشیوں پر قبضہ کیا اور مدینہ واپس آگئے۔

(۶) سریّہ زید بن حارثہؓ[13]: اسی سال جمادی الآخری میں ــ اور بقول ابن کثیر جمادی الاولیٰ میں ــ نیز زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو ثعلبہ بن سعد کی طرف موضع "طَرَف" بھیجا۔ چنانچہ وہ پندرہ[15] رفقاء کی معیت میں ان کی طرف روانہ ہوئے، مگر مقابلہ نہیں ہوا۔ اور بیس اونٹ غنیمت کے لائے۔

طرف: طا اور را مہملتین کے فتحہ کے ساتھ ــ اور زرقانی نے اس کو بفتح اول و کسر ثانی ضبط کیا ہے ــ یہ بنو ثعلبہ بن سعد کے کنوئیں کا نام ہے جو عراق کے راستہ میں مدینہ سے ۳۶ میل اور بقول بعض ۲۵ میل پر واقع ہے۔

۷۔ سریہ زید بن حارثہؓ[۱۶]: اسی سال جمادی الآخری ہی میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سریہ بنو جذام کی طرف وادی القری سے آگے حِسمیٰ کی سرزمین میں بھیجا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانچ سواروں کی معیت میں بھیجا، یہ حضرات غنیمت میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں لائے اور ایک سو عورتیں اور بچے قید کر لائے اس قبیلہ کے رئیس رفاعہ بن زید الجذامی اپنی قوم کے دس افراد کا وفد لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدی اور تمام مویشی واپس کر دیئے۔

حِسمیٰ: بکسر ومد، جنگل کی سرزمین، جہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور چاروں جانب خشک علاقہ۔

۸۔ سریہ ابوبکر صدیقؓ[۲۰]: اسی سال جمادی الاخریٰ یا رجب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ بنو فزارہ کی طرف وادی القریٰ بھیجا گیا — یہ سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سریہ سے پہلے ہوا اس کا ذکر ابھی آتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ایک سو صحابہ تھے، بہت سے کافر میدان میں کام آئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔

وادی القریٰ: اس کے معنی ہیں وہ وادی جس میں بہت سے قریے ہیں۔ یہ وادی مدینہ کے قریب شامی حاجیوں کے راستہ پر واقع ہے۔

۹۔ سریہ زید بن حارثہؓ[۲۱]: اسی سال رجب میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو فزارہ کی طرف وادی القریٰ بھیجا گیا۔ اس وقت یہاں قبیلۂ مذحج اور قضاعہ کے لوگ بھی جمع تھے۔ مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

۱۰۔ سریہ عبدالرحمن بن عوفؓ[۲۲]: اسی سال شعبان میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ دومۃ الجندل بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا۔ اپنے سامنے بٹھایا، اور اپنے دست مبارک سے ان کی دستار بندی فرمائی، اور سات سو افراد کا لشکر دے کر ان کو روانہ فرمایا۔ جب یہ دومۃ الجندل پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ ان میں سے بیشتر دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اور جو اسلام نہیں لائے انہوں نے بھی جزیہ دینا قبول کیا۔ دومۃ الجندل کی تفسیر اور ضبط حرکات ۵ھ کے غزوات میں گذرا۔

(۱۱) سریہ زید بن حارثہؓ ۲۴ اسی سال حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سریہ مدین بھیجا گیا۔ ان کے ہمراہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے غلام ضمیرہ بھی تھے، اس سریہ میں کچھ قیدی ہاتھ آئے۔

مدین، شعیب علیہ السلام کی قوم کا شہر۔ اور یہ بحر قلزم پر تبوک کے بالمقابل واقع ہے، دونوں کے درمیان چھ مرحلوں کی مسافت ہے۔ یہ تبوک سے بڑا شہر ہے۔

(۱۲) سریہ علی بن ابی طالبؓ ۲۴ اسی سال شعبان میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا سریہ ایک سو افراد کی معیت میں بنو سعد بن بکر کی جانب فدک بھیجا گیا چنانچہ آپ غنیمت کے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لائے۔

فدک، فا اور دال کے فتحہ کے ساتھ۔ خیبر کے قریب ایک جگہ ہے جو مدینے سے چھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور بعض نے اس سے کم مسافت بتائی ہے۔

(۱۳) سریہ زید بن حارثہؓ ۲۵ اسی سال رمضان میں زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سریہ بنو فزارہ ہی کی طرف دوبارہ وادی القریٰ بھیجا گیا، چنانچہ انہوں نے بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر لائے۔ قیدیوں میں ام قرفہ (بکسر قاف، وسکون را مہملہ، اس کے بعد فا پھر تائے تانیث) نامی خاتون بھی شامل تھی جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر تھا۔ یہ اپنی قوم میں بہت معزز اور عزت و احترام میں ضرب المثل تھی، کہا جاتا تھا "کاش میں ام قرفہ سے زیادہ معزز ہوتا" یہ اپنے گھر میں ہمیشہ پچاس تلواریں لٹکائے رکھتی تھی اور یہ پچاسوں

شمشیر زن اس کے محرم تھے۔ البتہ بارہ تو اس کے لڑکے ہی تھے۔ [۱]

(۴) سریہ عبداللہ بن عتیک انصاریؓ: اسی سال ابن سعد کے قول کے مطابق رمضان ہی میں۔ اور عراقی نے اپنے الفیہ میں اسی کو مقدم رکھا ہے اور بقول بعض ذی الحجہ ۴ھ یا ۵ھ میں۔ اور بقول بعض غزوہ اُحد سے پہلے رجب ۳ھ میں۔ حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا سریہ جو پانچ یا سات صحابہ پر مشتمل تھا، ابو رافع یہودی کی طرف بھیجا گیا، اس کا نام راجح قول کے مطابق سلّام (بتشدید اللام) بن ابی الحُقیق (بصیغہ تصغیر) تھا۔ یہ سرزمین حجاز میں خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرنا اور آپ کے خلاف قبائل عرب کو برانگیختہ کرنا اس کا مکروہ مشغلہ تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں اس کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس کے قتل کا قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

(۵) سریہ عبداللہ بن رواحہؓ: اسی سال شوال میں اور بقول بعض ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ اُسیر (بصیغہ تصغیر) بن رزام یہودی کی طرف خیبر بھیجا گیا، یہ سریہ تیس افراد پر مشتمل تھا جس میں مذکور الصدر عبداللہ بن عتیک انصاری اور عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل تھے۔ یہ حضرات اس کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے، تاکہ تو دربار نبوی میں حاضر ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے انعام واحسان سے نوازیں اور تجھے خیبر کا حاکم مقرر کریں۔ اُسیر اس لالچ میں تیس یہودیوں کو ساتھ لیکر چلا، دوران سفر ان سے مخالفت اور غدر کا ظہور ہوا تو حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے ساتھی لڑائی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے، چنانچہ مسلمانوں نے ان سب کو ٹھکانے لگا دیا، البتہ ان میں سے ایک شخص بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اس لڑائی میں کسی مسلمان کا نقصان نہیں ہوا۔

---

[۱] حافظؒ نے الاصابہ (ص ۴۲۵، ج ۴) میں لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے

(۶) ۲۸ سَرِیّہ کرز بن جابرؓ اسی سال شوال ہی میں۔ اور بقول بعض اس سال جمادی الآخرہ ۶ھ میں۔

اور بقول بعض اسی سال ذی الحجہ میں۔ حضرت کرز بن جابر القرشی الفہری رضی اللہ عنہ کا سریہ عُکل و عُرینہ کی طرف بھیجا گیا۔ ان کو تغلیباً عُرَنِیِّین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے بعض قبیلہ عکل کے تھے اور بعض عُرینہ کے۔

یہ وہی آٹھ افراد تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور مدینہ میں رہنے لگے، یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنگل میں چلے گئے جہاں صدقہ کے اونٹ چرتے تھے، وہاں انہوں نے یہ حرکت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو جس کا نام یسارؓ تھا قتل کر ڈالا، اور اونٹ ہانک کر لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کی معیت میں ان کے تعاقب میں بھیجا، چنانچہ یہ پکڑے گئے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ الآية (المائدہ - ۳۳)

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں (مراد اس سے راہزنی اور ڈکیتی ہے) ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں (بیان القرآن)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا، اور ان

کی آنکھوں میں گرم سلائیاں لگائی گئیں (کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے سے بھی یہی سلوک کیا تھا۔ اس کے قصاص میں یہ سزا دی گئی) اور انکو حرہ میں ڈال دیا، یہاں تک یہ واصل بجہنم ہوئے۔

(۷) سریۂ عمرو بن اُمیہ ضمریؓ: اسی سال حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ، کو ابوسفیان بن حرب کے اچانک قتل کے لئے مکہ بھیجا گیا، یہ ابوسفیان کی اس قبیح حرکت کا جواب تھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک شخص کو بھیجا تھا کہ وہ موقعہ پاکر۔ معاذ اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک شہید کر ڈالے۔ بہرحال حضرت عمرو رضی اللہ عنہ، مکہ آئے، یہاں ابوسفیان پر تو انہیں دسترس حاصل نہیں ہوسکی، البتہ مکہ سے باہر دو کافروں کے قتل کرنے کا ان کو موقعہ ملا۔ ایک عمرو بن عُبید اللہ بن مالک القرشی التیمی اور دوسرا بنو بدیل کا ایک شخص۔ بعدازاں ان کی ملاقات دو شخصوں سے ہوئی جنہیں قریش نے جاسوسی کے لئے مدینہ کی طرف بھیجا تھا حضرت عمروؓ نے ان میں سے ایک کو قتل کردیا اور دوسرے کو قید کرکے مدینہ لے آئے۔

سیرت شامیہ کے مصنف کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عمروؓ کو سریۂ عرینین کے بعد بھیجا گیا۔ اور مواہب لدنیہ میں اس کی تصریح کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ حدیبیہ سے قبل کا ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے۔ حضرت عمروؓ کے بھیجنے کا واقعہ جمادی الاخریٰ اور ذی القعدہ ۶ھ کے مابین کا ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل: ۷ھ کے سرایا

(۱) سریۂ ابان بن سعیدؓ: اسی سال محرم میں حضرت ابان بن سعید بن العاص بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کا سریہ نجد کی طرف بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چند صحابہ کی رفاقت میں غزوۂ خیبر کے لئے تشریف لے جانے سے پہلے مدینہ سے

روانہ فرمایا تھا۔ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت خیبر پہنچے جب کہ آپؐ غزوۂ خیبر سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کو خیبر کی غنیمت سے باقاعدہ حصہ نہیں ملا۔ البتہ بطورِ عطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کچھ مرحمت فرمایا۔ ان کی واپسی کے موقعہ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ دوس کے وفد کے ساتھ یمن سے آئے تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ فتح خیبر کے بعد آپؐ ابھی خیبر ہی میں تشریف فرما تھے (اور غنیمت تقسیم ہو رہی تھی) پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! مجھے بھی حصہ دیجئے۔ ابان بن سعید بن العاص نے کہا۔ "یا رسول اللہؐ! اس کو نہ دیجئے۔" میں نے کہا: یہ (نعمان) بن قوقل (انصاریؓ) کا قاتل ہے (کہ ان کو جنگ اُحد میں ابان نے شہید کیا تھا، اس وقت یہ کفار مکہ کی فوج میں تھے بعد ازاں مسلمان ہو گئے) اس پر ابان بن سعید نے کہا کتنی عجیب بات ہے کہ ایک بلّا جو "ضأن" نامی پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر ہمارے یہاں آیا ہے وہ مجھ پر ایک ایسے مردِ مُسلم کے قتل کا عیب دھرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں (مرتبۂ شہادت کی) عزت و کرامت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہونے دیا (یعنی) اگر معاملہ برعکس ہو جاتا کہ میں بحالت کفر اس کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جاتا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذلت سے بچا دیا) [۱]

---

[۱] ضان، قبیلۂ دوس کے علاقے میں ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں سے حضرت ابوہریرہؓ تشریف لائے اور حضرت ابوہریرہؓ کو یہ جو کہا کہ "ایک بلّا پہاڑ سے اتر آیا" اس میں حضرت ابوہریرہؓ کی کنیت سے لطیفہ پیدا کیا "ابوہریرۃ" کا لفظی ترجمہ ہے "بلی کے بچے کا باپ" اس لئے مزاحًا ان کو "بلا" کہا۔ جب کسی شخص کو یا کسی چیز کو یا کسی صفت سے خصوصی تعلق ہو تو عربی محاورے میں اس شخص کو اس چیز کا باپ یا بھائی یا بیٹا کر دیا جاتا ہے جیسے اخو الحکمہ ابو الوقت بنا دیا جاتا ہے کہ حضرت

(۲) سریہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ: اسی سال شعبان میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا سریہ موضع تُربہ بھیجا گیا۔ تُربہ: بضم تائے فوقانیہ، و فتح را مہملہ، اس کے بعد باموحدہ، پھر تاء تانیث۔ یہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے، یہاں بنو ہوازن کے بقیہ کافر آباد تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تیس سواروں کی معیت میں روانہ ہوئے۔ کفار کو ان کی روانگی کا علم ہوا تو بھاگ نکلے اس لئے مقابلہ نہیں ہوا، اور آپ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

(۳) سریہ امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ: اسی سال شعبان ہی میں حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنو کلاب کی طرف روانہ ہوا، یہ لوگ نجد میں وادی القریٰ کی جانب آباد تھے، مقابلہ میں دشمن کے چند آدمی قتل اور چند قید ہوئے اور آپ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

(۴) سریہ بشیر بن سعدؓ: اسی سال شعبان میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنو مرہ کی طرف فدک بھیجا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیس سواروں کا میر بنا کر بھیجا، جن میں اسامہ بن زید، ابو مسعود بدری اور کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، وہاں شدید جنگ ہوئی، تاہم یہ حضرات چند اونٹ بکریوں کی غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔ سیرت شامیہ کے مؤلف نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ مگر سید جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں اس کے خلاف ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں "حضرت بشیر کے تمام رفقاء شہید ہو گئے۔ اور وہ خود بھی زخمی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

ابو ہریرہؓ نے کسی زمانے میں بلی کا ایک بچہ پال رکھا تھا جس سے بہت ہی پیار کرتے تھے، اسلئے ان کا نام ہی، ابو ہریرہ (بلی کے بچے والا) رکھ دیا گیا اور پھر یہ ایسا مشہور ہوا کہ اصل نام جو مشہور قول کے مطابق جاہلیت میں عبد شمس اور اسلامی نام عبدالرحمٰن تھا بھول بھلا گیا۔

وسلم کی خدمت میں مدینہ واپس آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں صحابہؓ کی ایک جماعت دوبارہ ان کی طرف بھیجی، انھوں نے کفار سے مقابلہ کیا۔ اور انتقام لیا، اور غنیمت حاصل کی۔ اھ

(۵) سریۂ غالب بن عبداللہ اللیثیؓ: اسی سال رمضان مبارک میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا سریۂ بنو عُوال (بضم عین) اور بنو عبد بن ثعلبہ کی طرف مَیفعہ بھیجا گیا۔

مَیفعہ: بکسر میم، وسکون یا، و فتح فا۔ علاقہ نجد میں بطن نخل سے کچھ آگے نقرہ کی طرف ایک وادی کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو تیس افراد کی رفاقت میں روانہ کیا۔ ان میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، جو لوگ مقابلہ میں آئے، اور یہ حضرات اونٹ بکریوں کی غنیمت لیکر مدینہ واپس آئے، کسی شخص کو قید نہیں کیا۔

(۶) سریۂ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ: اسی سال شوال حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا سریۂ یُمن اور جبار کی طرف روانہ کیا گیا۔ یَمن: بالفتح یا تحتیہ۔ اور بعض نے ضمہ پڑھا ہے۔ اور میم ساکنہ، اس کے بعد نون۔ بعض لوگوں نے اس کو تائے فوقانیہ کے ساتھ پڑھا ہے، مگر یہ تحریف ہے۔ جَبار: بفتح جیم وتخفیف با۔ یُمن اور جَبار دو جگہ کے نام ہیں، جو خیبر اور وادی القریٰ کے قریب واقع تھیں اور یہاں بنو غطفان رہائش پذیر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو افراد کے ساتھ روانہ فرمایا، بہت سے مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے اور دو آدمیوں کو جن کا نام مذکور نہیں، گرفتار کر لائے۔ بعد میں یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

(۷) سریۂ اخرمؓ: اسی سال ذی الحجہ حضرت اخرم (خائے معجمہ اور رائے مہملہ کے ساتھ) بن ابی العوجا السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریۂ بنو سُلیم (بصیغہ تصغیر) کی طرف بھیجا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا، وہاں کفار سے ایسی شدید جنگ ہوئی کہ حضرت اخرمؓ کے علاوہ ان کے تمام رفقا شہید ہو گئے، اور حضرت اخرمؓ یکم صفر ۸ھ کو مدینہ واپس آ گئے۔

فصل، ۸ھ کے سرایا

(۱) سریۂ غالب بن عبداللہ اللیثیؓ:[۳۷] اس سال صفر میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو ملوح (بضم میم، وفتح لام، وکسر، وکسر واؤ مشددہ) کی طرف بھیجا گیا، جو کدید میں رہائش پذیر ہے۔

کَدِید، بفتح کاف، وکسر دال مہملہ۔ مکہ و مدینہ کے مابین ایک موضع کا نام ہے، جو مکہ سے ۴۲ میل ہے اور یہ عُسفان اور قُدَید کے مابین واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چودہ۔ اور بقول بعض اس سے زیادہ حضرات کی رفاقت میں روانہ کیا، حضرت غالبؓ اور ان کے رفقاء مقابلہ میں غالب رہے، چنانچہ مسلمانوں نے کفار کے لڑاکا مردوں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اور ان کے مویشیوں کو ہانک کر مدینہ لے آئے۔

(۲) سریۂ غالب بن عبداللہ اللیثیؓ:[۳۸] نیز اسی سال صفر میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثیؓ کا ایک دوسرا سریہ بنو مُصاب (بضم میم) کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ فدک میں آباد تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو سو افراد کی معیت میں روانہ کیا۔ مشرکوں سے مقابلہ ہوا۔ ان کے اونٹ اور بکریوں کو غنیمت بنایا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ غنیمت کا فی کس حصہ دس اونٹ یا اس کے برابر بکریاں تھیں اور دس بکریاں ایک اونٹ کے مساوی سمجھی جاتی تھیں

(۳) سریہ شجاع بن وہبؓ) اسی سال ربیع الاول میں حضرت شجاع بن وہبؓ کو چوبیس

بن وہب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو عامر کی طرف بھیجا گیا، یہ لوگ سیٔ نامی جگہ میں آباد تھے۔

سیٔ، بکسر سین مہملہ، بسکون یا تحتانیہ، اس کے بعد ہمزہ۔ مدینہ سے پانچ میل پر عرق سے ادھر ایک جگہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چوبیس رفقاء کے ساتھ روانہ فرمایا، بہت سے اونٹ اور بکریاں انہیں غنیمت میں حاصل ہوئیں۔ جنہیں ہانک کر مدینہ لے آئے۔ چنانچہ ان کا فی کس حصہ غنیمت پندرہ اونٹ تھا۔ اور ایک اونٹ بیس بکریوں کے مساوی قرار دیا گیا۔

(۴) سریہ کعب بن عُمیرؓ: اسی سال ربیع الاول ہی میں کعب بن عُمیر انصاری رضی اللہ عنہ، کا سریہ جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا، ذات اَطْلَاح بھیجا گیا، کفار کو غلبہ ہوا اور یہ تمام حضرات وہاں شہید ہوئے صرف ایک صاحب زندہ رہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

ذات اطلاع: بفتح ہمزہ۔ وادی القریٰ سے آگے سرزمین شام میں ایک جگہ ہے۔

(۵) سریہ مُوتہ: اسی سال جمادی الاولیٰ میں جنگ مُوتہ ہوئی۔ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف نہیں لے گئے مگر بہت کافی تعداد میں مسلمان [illegible] ہوئے اس لئے اس کو غزوۂ مُوْتَہ بھی کہا جاتا ہے۔

موتہ: بضم میم بسکون واؤ، اس کو بیشتر حضرات ہمزہ کے بغیر پڑھتے [illegible] بعض ہمزہ کے ساتھ (مُؤْتَہ) پڑھتے ہیں سہیلیؒ نے الروض الانف میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ مُوتہ ملک شام کا ایک مشہور و معروف شہر ہے۔ جو دمشق سے ادھر بلقاء کی عملداری میں ہے اور وہ دمشق سے دو مرحلوں پر اور مدینہ سے اٹھائیس

مرحلوں پر ہے۔ اور بَلقاء، بفتح بُا موحدہ، وسکون لام، اس کے بعد قاف۔ دمشق کے مضافات میں ایک قصبہ ہے جس کے ماتحت بہت سے قریے ہیں۔ اور یہ دمشق سے قبلہ کی جانب واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امیر لشکر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضؓ امیر ہوں گے، اور اگر جعفر رضؓ شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ رضؓ امیر ہوں گے۔ اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنی جماعت میں سے کسی کو منتخب کر کے امیر بنا لیں۔ کیونکہ شاہ روم (ہرقل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معرکہ آرائی کے لئے ڈھائی لاکھ کا لشکر جرّار لیکر مذکورۃ الصدر موضع بلقاء میں فروکش تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سریّہ جس میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد تین ہزار تھی شاہ روم کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا۔ حق و باطل کے اس معرکہ میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے اسلامی پرچم ہاتھ میں لیا۔ اور اسلامی لشکر کو کافروں سے لڑاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور شدید لڑائی ہوئی، بالآخر وہ بھی شہید ہوئے۔ اب حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عَلَم اسلام بلند کیا، اور شدید معرکہ کے بعد وہ بھی سیلاب شہادت سے ہم آغوش ہوئے ان تینوں جرنیلوں کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے بالاتفاق اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر چُنا۔ آپ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اور مسلمانوں کی صفوں کو ازسرِ نو مرتب کر کے کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ بنصرت الٰہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار کو عبرت ناک شکست ہوئی، اور حضرت خالدؓ دربار نبوت سے ...ہ کی تلو... کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ارشاد ہوا: خَالِدٌ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ

... اس ... میں گویا ان تینوں حضرات کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی ... ف صحیح بخاری بترجمہ

(خالدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں) اس جنگ میں مسلمانوں کے صرف بارہ آدمی شہید ہوئے، جبکہ کافروں کے اتنے آدمی ڈھیر ہوئے جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ کافروں کے بیشتر جرنیل اس معرکہ میں کام آئے، اور ان کا اسلحہ اور ساز و سامان مسلمانوں کا مال غنیمت بنا۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کی فتح محض نصرت خداوندی کی رہین منت ہے "اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے"۔ ورنہ مسلمانوں کی تعداد کافروں سے تراسی گنا کم تھی۔

(۶) سریّہ عمرو بن العاصؓ: اسی سال جمادی الاخریٰ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، کا سریّہ ذات السلاسل بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تین سو سربرآوردہ مہاجرین و انصار کا امیر بنا کر مشرکین کے قبائل قضاعہ، عاملہ، لخم اور جذام کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اس سریّہ میں تین گھوڑے بھی تھے۔ موضع سلاسل میں مقابلہ ہوا، اور مسلمان قتل و قتال کے بعد سالم و غانم مدینہ واپس آئے۔

السلاسل: وادی القریٰ سے ادھر قبیلہ جذام کے علاقہ میں ایک کنوئیں کا نام ہے، جو مدینہ سے دس میل کی مسافت پر واقع ہے یہ سریّہ چونکہ اس پانی کے قریب ہوا تھا۔ اس لئے سریّہ ذات السلاسل کہلایا اور ایک قول یہ ہے کہ اس میدان میں ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جو ایک دوسرے سے مربوط ہیں، اور جو پاؤں کی زنجیر (سلسلہ) کی طرح آگے قدم بڑھانے مانع ہوتے ہیں اس لئے انہیں "السلاسل" کہا جاتا ہے اور ان کی نسبت سے یہ سریّہ "ذات السلاسل" کہلاتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کو "ذات السلاسل" بھیجنے کا واقعہ ان کے اسلام لانے کے چار ماہ بعد کا ہے، چنانچہ تیسرے باب میں ۸ھ کے حوادث میں آئے گا، کہ جمہور کے قول کے مطابق وہ صفر ۸ھ میں اسلام لائے۔

(۷) سریّہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ: اسی سال رجب میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو رفقاء کی معیت میں قریش کے ایک قافلہ سے تعرض اور بنو جُہَینَہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔ بنو جُہَینَہ مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر آباد تھے۔

یہ سَرِیَّہ، "سَرِیَّہ سیف البحر" اور "سَرِیَّۃ الخبط" کہلاتا ہے۔ "سیف البحر" تو اس لئے کہ یہ ساحلِ سمندر کی طرف گیا تھا۔ سیف البحر کے معنیٰ ساحلِ سمندر۔ اور سَرِیَّۃ الخبط اس لئے کہ خَبَط (بفتحتین) درخت کے پتوں کو کہتے ہیں جو لاٹھی وغیرہ سے جھاڑے جائیں۔ اس سفر میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا زادِ سفر ختم ہو گیا تھا اور انہیں درختوں کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی تھی۔ جس سے ان کے جبڑے زخمی ہو گئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک کا انتظام فرمایا کہ سمندر نے ایک پہاڑ جیسی عنبر نامی مچھلی کنارے پر پھینک دی، یہ تین سو افراد تھے۔ ایک مہینے تک خوب سیر ہو کر کھائی اور اس کے روغن کی مالش کی، یہاں تک ان کے جسم خوب فربہ اور تنومند ہو گئے۔ اور اس کے باقیماندہ ٹکڑے اٹھا کر مدینہ لے گئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے تناول فرمایا اس سَرِیَّہ میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ "اہل سیر کا اس سَرِیَّہ کو سنہ ۸ھ میں ذکر کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ سنہ ۶ھ میں مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے مابین دس سال کے لئے معاہدۂ جنگ بندی ہوا تھا، اندریں صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قافلۂ قریش سے تعرض کے لئے سَرِیَّہ کیسے روانہ فرما سکتے تھے۔

سید جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں اور ولی الدین عراقی نے شرح تقریب میں حافظؒ کے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ قریش نے نقضِ عہد کر کے معاہدۂ صلح کالعدم کر دیا تھا، اور اس سَرِیَّہ کا بھیجنا نقضِ عہد کے بعد اور فتح مکہ سے کچھ مدت پہلے ہوا۔ اسی سَرِیَّہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس عنبر نامی مچھلی کی پسلی نصب کرنے کا حکم دیا۔

اور سب سے طویل قامت صحابی حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، کو سب سے طویل اونٹ پر سوار کر کے اس کے نیچے سے گذارا گیا۔ چنانچہ وہ بلے تکلف گذر گئے اور وہ پسلی ان کے سر سے اونچی رہی۔ نیز حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں بیٹھنے کا حکم فرمایا، چنانچہ تیرہ حضرات صحابہ آسانی سے اس میں بیٹھ گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

(۸) سریۂ عمرو بن مرۃ الجہنی رضی اللہ عنہ: اسی سال فتح مکہ سے قبل حضرت عمرو بن مرۃ الجہنی رضی اللہ عنہ، کا سریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی طرف بھیجا گیا، جو ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صف آرا تھے۔ حضرت عمرو بن مُرّہ رضی اللہ عنہ، قبیلہ جُہَینَہ اور مُزَینَہ کے چند رفقاء کے ساتھ اس کے مقابلے میں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور اس کے ٹولے کو شکست دی۔ اس کے بہت سے ساتھی میدان میں کام آئے، پھر فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کو اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۹) سریۂ ابوقتادہ بن حارث الربعی الانصاری السلمی رضی اللہ عنہ: اسی سال شعبان میں حضرت ابوقتادہ بن حارث الربعی الانصاری السلمی رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنو محارب کے مقابلہ میں غطفان بھیجا گیا، یہ لوگ "خضرہ" میں آباد تھے۔ خَضِرَہ، بفتح خا کسر ضاد۔ اور بعض نے خا کے ضمہ اور ضاد کے سکون سے کہا ہے یہ علاقہ نجد میں بنو محارب کی زمین کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سولہ رفقا کی معیت میں بھیجا، مقابلہ میں ان کو فتح ہوئی کافروں کے بہت سے آدمی قید کئے اور کوئی دو سو اونٹ اور تقریباً دو ہزار بکریاں پکڑ لائے، خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت ان پر تقسیم کیا گیا تو ہر شخص کے حصہ میں تیرہ اونٹ آئے۔

(۱۰) سریۂ ابو قتادہؓ: اسی سال آغاز رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے لئے تشریف لیجانے سے پہلے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، کا ایک اور سریۂ (بطن اضم) بھیجا گیا۔ اِضَم، بکسر ہمزہ اور ضاد معجمہ کے فتح اور میم کے ساتھ۔ مدینہ کی ایک وادی یا ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے تین برید کے فاصلہ پر واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آٹھ افراد کی رفاقت میں بھیجا۔ مگر مقابلہ نہیں ہوا اور یہ حضرات صحیح سالم واپس آ گئے، البتہ حضرت ابو قتادہؓ کے ایک رفیق حضرت محلم بن جثامہ لیثی نے بنو اشجع کے ایک شخص عامر بن اضبط نامی ایک شخص کو قتل کیا، اس کا بیان حوادث کے باب میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) سریۂ اسامہ بن زیدؓ: اسی سال رمضان ہی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سریۂ حُرقاتِ جُہینہ کی طرف بھیجا گیا۔ اسی سریۂ میں حضرت اسامہؓ کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ جنگ کے دوران کفار میں سے ایک شخص حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سامنے آیا تو آپ نے اسے قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی، اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا مگر حضرت اسامہؓ نے اسے قتل کر دیا۔ جب مدینہ واپس ہوئے (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ماذا تصنع بلا الٰہ الا اللہ تو قیامت کے دن) لا الٰہ الا اللہ کا کیا کرے گا۔

(یعنی جب تجھ پر قتل مسلم کا مقدمہ قائم ہوگا تو تیرے پاس اس کا کیا عذر ہوگا) حضرت اسامہؓ نے عرض کیا "میں نے جب اس پر تلوار اٹھائی تو ڈر کے مارے اس نے کلمہ پڑھ دیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھلا شققت قلبہ" تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا (کہ واقعی دل سے کہتا ہے یا خوف مرگ کی بنا پر)

(۱۲) سریۂ سعد بن زید الاشہلیؓ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے

فارغ ہوئے تو رمضان ہی میں، جب کہ اس کی چھ راتیں باقی تھیں (یعنی ۲۴ رمضان ۸ھ کو) ۔ مناۃ نامی بت کو ڈھانے کے لئے سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کا سریہ روانہ فرمایا۔ یہ مُشَلَّل میں ـــ اوس وخزرج کا دیوتا تھا۔ چنانچہ وہ بیس سواروں کی معیت میں گئے، اور اسے توڑ ڈالا۔

مُشَلَّل (میم مضموم، شین معجمہ مفتوح، پہلی لام مشدد اور مفتوح) یہ مکہ و مدینہ کے مابین ایک پہاڑ تھا جس کی ترائی میں قدید واقع تھا۔

(۱۳) سریۂ خالد بن ولیدؓ ۸ھ، اسی سال فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد ۲۵ رمضان کو عُزّیٰ نامی بت کو منہدم کرنے کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ روانہ فرمایا۔ یہ موضع نخلہ میں، جو مکہ کی شرقی جانب ایک دن کی مسافت پر واقع ہے، نصب تھا، حضرت خالد تیس صحابہؓ کے ساتھ گئے اور اُسے منہدم کر ڈالا۔

(۱۴) سریۂ عمرو بن عاصؓ ۸ھ، اسی سال فتح مکہ سے فارغ ہو کر رمضان مبارک ہی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سُواع نامی بت توڑنے کے لئے روانہ فرمایا، بنو ہذیل کا یہ بت رُھاط (بضم را) میں، جو ساحل سمندر پر مکہ سے تین میل دور ایک قصبہ تھا چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے پیوند خاک کر ڈالا۔

مصنف فرماتے ہیں، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کی روانگی کس تاریخ کو ہوئی، اور ان کے ہمراہ کتنے حضرات گئے تھے۔

(۱۵) سریۂ خالد بن ولیدؓ ۸ھ، اسی سال فتح مکہ کے بعد اور حنین تشریف لے جانے سے قبل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنو جُذیمہ کی جانب روانہ فرمایا، یہ بنو کنانہ کی ایک شاخ تھی جو یلملم کی جانب مکہ سے ایک دن کی مسافت پر آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو پچاس مہاجرین وانصار کی معیت میں روانہ فرمایا، چنانچہ وہ لوگ کچھ قتل ہوئے کچھ قید ہوئے۔

اسی سریہ میں وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا، کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ، نے جن لوگوں پر چڑھائی کی تھی۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے (اظہار اسلام کے لئے) صَبَأنا صَبَأنا کہا (جس کے معنیٰ ہیں کہ ہم اپنے دین سے پھر گئے، یعنی مسلمان ہو گئے اور یہ اسلمنا (ہم اسلام لے آئے) کہہ کر اپنا مافی الضمیر ٹھیک سے ادا نہیں کر سکے، اس لئے حضرت خالدؓ نے انہیں (غلط فہمی کی بنا پر) قتل کر ڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو حضرت خالدؓ پر عتاب فرمایا، اور ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ کہا، "یا اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں"۔ بعد ازاں آپؐ نے ایک ایک کے جان و مال کا معاوضہ ادا فرمایا۔

(۶۱) سریۂ عامر بن عبید اشعریؓ، اسی سال شوال میں غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے درمیانی عرصہ میں عامر بن عُبید بن سُلیم بن حضار الاشعری (یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔ رضی اللہ عنہما) کا سریہ اوطاس کی جانب روانہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ حُنین کے بعد ان کافروں کے تعاقب کے لئے بھیجا تھا جو حُنین سے بھاگ نکلے تھے۔ اوطاس: علاقہ ہوازان میں ایک وادی کا نام ہے۔ چنانچہ انکا مقابلہ ابو درید بن الصمہ سے ہوا، درید قتل ہوا، اس کے رفقا کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں کو بہت سا مال اور قیدی غنیمت میں ہاتھ آئے۔

اسی سریہ میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، بنو جُشم کے ایک شخص نے کہا جاتا ہے کہ یہ دُرید بن الصمہ کا بیٹا سلمہ تھا۔ ان کے تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا مغفرت فرمائی، دعا کے الفاظ یہ تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ — اے اللہ! ابو عامر عُبید کی مغفرت فرما۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ — اللہ اس کو اپنی بہت سی انسانی مخلوق سے اوپر کر دے۔

اسی سریہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بنو جشم کے اس شخص کو، جس نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا جہنم رسید کیا۔

(۱۷) سریہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ۸ھ: اسی سال شوال میں غزوہ حنین اور غزوہ طائف کے مابین حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ "ذوالکفین" کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ ذوالکفین بنو دوس کا بت تھا، جو لکڑی سے بنایا گیا تھا۔

ان حضرات نے اس بت کو توڑ پھوڑ کر جلا دیا۔ اور یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف تشریف لے جانے کے چار دن بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔

(۱۸) سریہ قیس بن اسد رضی اللہ عنہ ۸ھ: اسی سال ذی القعدہ میں جعرانہ سے واپسی کے وقت قیس بن اسد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ چار سو سواروں کی معیت میں "صداء" کی طرف روانہ فرمایا۔ صداء (صاد مہملہ کے پیش اور مد کے ساتھ) یہ عرب کا ایک قبیلہ تھا جو یمن کی جانب آباد تھا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتے۔

(۱۹) سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۸ھ: اسی سال ذوالقعدہ ہی میں۔ طائف سے واپسی اور جعرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم کے بعد۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف روانہ فرمایا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے، اور چھ ماہ تک انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر انھوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے کچھ قیدی پکڑ لئے، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند صحابہ کی معیت میں روانہ

فرمایا، اور حضرت خالدؓ اور ان کے رفقا کو واپس بلالیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کے پاس پہنچے تو سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا اور اطاعت قبول کرلی۔

اسی سریّہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں میں ایک لونڈی کو، جو سب سے عمدہ تھی، اپنے لئے منتخب کرلیا، اور اسے باندی کی حیثیت سے اپنے گھر آباد کرلیا، حضرت بُریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ، کو خیال ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے۔ اس لئے وہ ان سے بغض اور نفرت رکھنے لگے۔ جب مدینہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، "بُریدہ! علیؓ کی بدگوئی نہ کر، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اگر تجھے اس سے محبت ہے تو اس محبت میں اور اضافہ کر" حضرت بُریدہؓ فرماتے ہیں، اس ارشاد کے بعد مجھے حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

شامی اپنی سیرت میں ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں: "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کی، یمن میں قیام کے دوران دو باندیاں تھیں، پہلی یہی تھی جس کا اس قصہ میں ذکر ہے، اور دوسری وہ تھی جس کا ذکر سنہ ۱۰ھ کے ذیل میں آئے گا۔

فصل: ۹ھ کے سرایا

(۱) سریۂ عُیَینہ بن حصن انصاری رضؓ: اس سال محرم میں حضرت عُیَینہ بن حصن انصاری رضی اللہ عنہ، کا سریۂ بنو تمیم کی جانب روانہ فرمایا، یہ لوگ مکہ و مدینہ کے درمیان "سُقیا" میں رہائش پذیر تھے۔ سُقیا، فرع کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، اس کے اور فرع کے مابین جحفہ کی جانب سے سترہ میل کا فاصلہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عرب کے پچاس شہسواروں کی معیت میں روانہ فرمایا، جن میں کوئی مہاجر یا انصاری شامل نہیں تھا۔۔۔ مقابلہ ہوا اور کفار کے گیارہ مرد، اکیس عورتیں اور تیس بچے قید ہوئے۔

(۲) سریۂ عبداللہ بن عوسجہ رضؓ: اسی سال یکم صفر کو عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کا سریۂ دعوتِ اسلام کے لئے بنو حارثہ بن عمرو کی جانب روانہ فرمایا، مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا فرمائی کہ ان کی عقل ماری جائے۔ چنانچہ رعشہ اور بدحواسی کی آفت ان پر آج تک مسلط ہے۔ ان کا کلام مجنونانہ انداز کا ہوتا ہے

(۳) سریۂ قُطبہ بن عامر انصاری رضؓ: اسی سال صفر ہی میں حضرت قُطبہ (بضم قاف و سکون

طاؓ بن عامر الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنو خثعم کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ لوگ موضع بیشہ (با کا کسرہ، یا کا سکون اور شین منقوطہ) میں، جو تبالہ کے قریب واقع ہے آباد تھے۔ تبالہ (بفتح تا، وتخفیف موحدہ) کی سرزمین میں ایک قلعہ بند شہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیس حضرات کی معیت میں روانہ فرمایا، جنگ ہوئی، اور مسلمانوں نے کافروں کے اونٹ، بکریاں اور عورتوں کو غنیمت بنایا۔ خمس نکالنے کے بعد فی کس حصہ چار اونٹ تھے۔ اور بیس بکریاں ایک اونٹ کے مساوی شمار کی گئیں۔

(۴) سریہ ضحاک بن سفیان کلابیؓ: اسی سال صفر میں، اور بقول بعض ربیع الاول میں اور بقول بعض ۸ھ کے آخر میں ——— حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ کا سریہ ——— بنو کلاب کے قبیلہ "قرطاء" کی جانب روانہ فرمایا۔ القرطاء (بضم قاف وفتح را، اور مد کے ساتھ) یہ قبیلہ بنو بکر کی لعد ازاں بنو عبید بن کلاب کی ایک شاخ ہے حضرت ضحاکؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے قبول نہیں کی۔ چنانچہ مقابلہ ہوا۔ کفار کو ہزیمت ہوئی، اور حضرت ضحاک سالم وغانم واپس آگئے۔

(۵) سریہ علقمہ بن مجزز مدلجیؓ: اسی سال ربیع الآخر میں علقمہ بن مجزز (بضم میم وفتح جیم، اور پہلی زا معجمہ کی تشدید) مدلجی رضی اللہ عنہ، کا سریہ ساحل جدہ کی جانب روانہ فرمایا۔ یہاں حبشہ کے کچھ لوگ آکر جمع ہوگئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو حضرات کی معیت میں روانہ فرمایا، چنانچہ یہ حضرات وہاں پہنچے تو وہ لوگ بھاگ گئے، اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔

(۶) سریہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؓ: اسی سال ربیع الآخر ہی میں حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سریہ "فلس" نامی بت کو منہدم کرنے کے لئے بنو طئی کی جانب روانہ فرمایا۔

فَلْس، بضم فاؤ سکون لام۔ اور بعض نے فاؔ اور لام دونوں پر ضمہ پڑھا ہے اور بعض نے فاؔ کو فتحہ۔ اور لام کو سکون کے ساتھ پڑھا ہے ۔۔۔ یہ قبیلہ بنو طئی کے ایک بُت کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈیڑھ سو۔ اور بقول بعض دو سو سواروں کی معیت میں روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان حضرات نے اس بُت کو منہدم کردیا، اور اونٹ بکری، قیدی اور دیگر ساز وسامان غنیمت میں ہاتھ آیا۔ اسی مال غنیمت میں دو تلواریں تھیں، ان میں سے ایک کا نام "مِخذم" (بکسر میم وسکون خائے معجمہ وفتح ذال معجمہ) اور دوسری کا نام "الرسوب" بفتح رائے حملہ) تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے یہ دونوں تلواریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے چھانٹ کر الگ کرلیں، چنانچہ یہ دونوں تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتی تھیں۔

اور قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی صاحبزادی اور عدی بن حاتم کی ہمشیرہ "سفّانہ" بھی تھیں (سین مہلہ کے فتحہ اور فاؔ کی تشدید کے ساتھ) عدی بن حاتم خود بھاگ کر ملک شام چلے گئے تھے۔ سفّانہ اسلام لے آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی، جو نو سو کی تعداد میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کردیا، یہ اپنے وطن واپس ہوئیں تو اپنے بھائی عدی بن حاتم کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع کی، چنانچہ عدی بن حاتم ۱۰ھ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر سعادتِ ایمان سے مشرف ہوئے، رضی اللہ عنہ، ان کے اسلام کا قصہ تیسرے باب میں ۱۰ھ کے واقعات کے ذیل میں آئیگا۔

(۷) سریۂ عُکاشہ بن مُحصن ؓ: اسی سال ربیع الآخر میں حضرت عُکاشہ بن مُحصن رضی

اللہ عنہ کا سریہ جناب بھیجا گیا۔

جناب، بکسر جیم وتخفیف با، پھر الف، پھر با ــــ یہ بنو قضاعہ کے دو قبیلوں بنو عذرہ (عین مہملہ کے ضمہ اور ذال معجمہ کے سکون کے ساتھ) اور بنو بلیّ (با کا فتحہ، لام کا کسرہ اور یائے تحتانی کی تشدید) کی سرزمین کا نام ہے۔

(۸) سریہ خالد بن ولیدؓ ۹ھ: اسی سال رجب میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خالد بن ولید کا سریہ اکیدر (بصیغہ تصغیر) بن اکدر بن عبدالملک نصرانی کی جانب روانہ فرمایا۔ اکیدر کے اسلام لانے نہ لانے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول، جس کے اکثر علما قائل ہیں، یہ ہے کہ وہ بحالت کفر قتل ہوا۔ یہ ہرقل کی جانب سے دومۃ الجندل کا گورنر اور بذات خود بہت بڑا بادشاہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کو چار سو بیس سواروں کی معیت میں اس کی جانب روانہ فرمایا۔ اکیدر نے ان حضرات سے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح کی پیش کش کی جو قبول کر لی گئی، اور یہ حضرات، اکیدر اور اس کے بھائی مُصاد (بضم میم، وفتح صاد مہملہ مخففہ) کو ساتھ لے کر آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جان ومال کی حفاظت فرمائی انہیں عزت واحترام سے واپس فرمایا، اور امان کی تحریر عطا فرمائی۔

دومۃ الجندل کا ضبط حرکات اور اس کی تفسیر غزوات کے باب میں ۵ھ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

(۹) سریہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ ۹ھ: اسی سال۔ سال کے آخر میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو "لات" نامی بت کو منہدم کرنے کے لئے طائف روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے جا کر اس کی اینٹ

سے اینٹ بجا دی، اور وہاں جو کچھ مال تھا، سونا، چاندی، زیور، کپڑے، خوشبو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن یہ سارا مال تقسیم فرما دیا۔

(۱۰) بعث[65] ابوموسیٰ اشعری، ومعاذ بن جبلؓ: اور اسی سال۔ سال کے آخر میں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یمن کے دو علاقے تھے۔ بالائی علاقے کے لئے حضرت معاذ بن جبل کو اور بائیں علاقے کے لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر فرمایا۔ اور ان دونوں کو ارشاد فرمایا۔

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا — آسانی کیجیو اور تنگی نہ کیجیو۔

وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا — اور خوشخبری دیجیو، نفرت نہ دلاؤ۔

(۱۱) اسی سال کا قصہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، جب یمن تشریف لے گئے تو ایک دن فجر کی نماز میں سورۂ نساء کی تلاوت فرماتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے۔

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (پ ۵ ع ۱۵) اور بنا لیا اللہ نے ابراہیم کو خلیل

تو پیچھے سے ایک مقتدی بولے: لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ (ابراہیم کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں یعنی بڑی خوش قسمت تھیں جن کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنا لیا ہے)

فصل ۱۰ھ کے سرایا

(۱) بقول[66] بعض اسی سال حضرت ابوموسیٰ اور معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا گیا، جیسا کہ ابھی گذرا۔

(۲) سریہ خالد بن ولیدؓ: اسی سال ربیع الاول میں ۔ اور بقول بعض ربیع الآخر میں اور بقول بعض جمادی الاولیٰ میں ــــ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ بنوعبدمدان (بفتح میم بر وزن سحاب، کی جانب روانہ فرمایا، یہ قبیلہ بنوحارث بن کعب کی ایک شاخ تھا، جو یمن میں آباد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کو دعوت اسلام دینے کی خاطر روانہ فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول کرلیں تو ان کا اسلام قبول کرکے انہیں امن دیں، اور اگر قبول دعوت سے انکار کریں تو ان سے قتال کریں، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ، نے ان کو اسلام کی دعوت دی، تو انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہی، اور اسلام لے آئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام قبول کرتے ہوئے انہیں امن دیا۔

(۳) سریہ مقداد بن اسودؓ: اسی سال حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، کا سریہ عرب کے کچھ لوگوں کی جانب روانہ فرمایا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، جب ان کے قریب پہنچے تو بھاگ کر منتشر ہوگئے، اور ایک آدمی باقی رہ گیا، جس کے پاس بہت سا مال تھا، اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا، اور مسلمانوں کو السلام علیکم کہا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، نے یہ سمجھتے ہوئے کہ مجبوری کا اسلام صحیح اور مقبول نہیں، اسے قتل کر ڈالا، واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی تو آپ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، کو بلا کر بہت ہی عتاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا۔

يَا مِقْدَادُ! قَتَلْتَ رَجُلاً يَقُولُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	مقداد! تونے ایک ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ، کہتا تھا، قتل کردیا؟ تو (قیامت کے دن) لا الہ الا اللہ سے کیسے عہدہ برآ ہوگا۔

کہا گیا ہے کہ ارشاد خداوندی: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

فَتَبَيَّنُوْا الآیۃ (پ۲۶ ع ۱) اسی قصہ میں نازل ہوئی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ آیت مُحَلّم بن جثامہ کے قصہ میں نازل ہوئی، ان کا قصہ تیسرے باب میں ۸ھ کے حوادث کے ذیل میں آئے گا۔

(۴) سَرِیَّۂ علی بن ابی طالبؓ: اسی سال رمضان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کا سریّہ دوبارہ یمن بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو سواروں کی معیت میں روانہ فرمایا۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو انہیں اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے قبول نہیں کی، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے ان سے قتال کیا۔ ان کے بیس آدمی قتل ہوئے۔ اور باقی شکست کھا کر منتشر ہو گئے اور ان سے بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے انہیں دوبارہ دعوت دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لی، اس پر آپ نے ان سے ہاتھ روک لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہاں رہ کر انہیں قرآن کریم پڑھاتے اور احکام اسلام سکھاتے رہے، یہاں تک کہ واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں ملے۔

(۵) سَرِیَّۂ بنو عبس: اسی سال بنو عبس کے ۹ افراد کا ایک سَرِیَّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک قافلے سے تعرض کے لئے روانہ فرمایا۔

(۶) سَرِیَّۂ رعیہ سحیمیؓ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سَرِیَّہ رعیہ سحیمی کی جانب، ان کے اسلام لانے سے قبل روانہ فرمایا، یہ حضرات رعیہ کے پاس پہنچے تو اس کے مال مویشی، ساز و سامان اور اہل و عیال سب کچھ پکڑ لائے اور ایک چیز بھی نہ چھوڑی، بعد ازاں رعیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب کہ ان کا سارا مال تقسیم کیا جا چکا تھا۔ بہر حال یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام اور بیعت سے مشرف ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل و عیال اور مال و منال انکو واپس کر دیئے۔

رِعْيَہ : رأ کے کسرہ، عین کے سکون، یأ کے فتحہ اور تائے تانیث کے ساتھ۔
اور طبری نے اس کو بصیغہ تصغیر (رُعَیَّہ) ضبط کیا ہے۔ سُحَیْمِی : سین اور حائے مہملہ کے
ساتھ بصیغۂ تصغیر۔

(۷) سریہ ابو امامہ باہلی رض[۴۲]: اسی سال حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا سریہ بھیجا
گیا، ان کا اسم گرامی صُدَیّ (صاد مہملہ کے ضمہ، دال کے فتحہ اور یا کی تشدید کے ساتھ)
بن عجلان ہے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم بنو باہلہ کی جانب،
دعوت اسلام پیش کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ یہ اپنی قوم کے پاس گئے، انہیں
اسلام کی دعوت دی، اور انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام
قبول کر لیا۔

فصل ۱۱ھ کے سرایا

یہاں ان سرایا کا ذکر ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوئے
اور بہت کم ان سرایا کا بھی ذکر آئے گا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے
دور میں ہوئے۔

(۱) سریہ جریر بن عبداللہ رض[۴۳]: اسی سال حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ،
کا سریہ" ذوالخلصہ" کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ ذی الخلصہ خا معجمہ، لام اور صاد
مہملہ تینوں کے فتحہ کے ساتھ، اس کے بعد تائے تانیث ہے۔ یہ ایک مکان تھا جس
میں قبیلہ خثعم اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ، کی قوم بنو بجیلہ کا بت نصب تھا، یہ مکان
کعبہ شریف کی عداوت کی بنا پر تعمیر کیا گیا تھا تاکہ لوگوں کی توجہ کعبہ مشرفہ سے ہٹا کر
ذوالخلصہ کی طرف پھیر دی جائے، وہ لوگ اس کو" کعبہ یمانیہ" کا نام دیتے تھے، اور
مکہ مکرمہ کے کعبہ شریف کو" کعبہ شامیہ" کہتے تھے۔

زرقانیؒ شرح مواہب میں فرماتے ہیں "حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپسی کے بعد ہوا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تقریباً دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے"۔ آھ زرقانی کے اس قول کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روانگی محرم ۱۱ھ میں ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلۂ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کی معیت میں روانہ فرمایا، جن میں حضرت ابو ارطاۃؓ بھی شامل تھے۔ ان حضرات نے اس نام نہاد کعبہ کو توڑ پھوڑ کر نذر آتش کر دیا، اور جو کفار وہاں موجود تھے انہیں تہ تیغ کر ڈالا۔ اور حضرت ابو ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خوشخبری دے کر بھیجا، انہوں نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے اس کو خارشتی اونٹ جیسا کر کے چھوڑا (مَا تَرَكْنَاهَا إِلَّا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی اور آپ نے احمس کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی، بعد ازاں حضرت جریر رضی اللہ عنہ، اپنے رفقاء سمیت مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

(۲) سریۂ علی بن ابی طالب وخالد بن سعید بن عاص: اسی سال حضرت علی بن ابی طالب اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما کا سریہ بجانب یمن روانہ فرمایا۔ اور ان سے ارشاد فرمایا: اگر دونوں اکٹھے رہے تو تم سب کے امیر علیؓ ہوں گے، اور اگر الگ الگ ہونے کی نوبت آئی تو تم دونوں اپنی اپنی جگہ امیر ہو گے۔ یہ حضرات یمن پہنچے اور کچھ لوگوں کو قید کر لائے۔

(۳) سریۂ خالد بن ولیدؓ: اسی سال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کا سریہ خثعم کی طرف یمن روانہ فرمایا۔ جب حضرت خالدؓ ان کے یہاں پہنچے تو پناہ لینے کی خاطر وہ لوگ سجدے

میں گر گئے، مگر حضرت خالدؓ (ان کا مطلب نہیں سمجھ پائے اس سے) ان کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو ان کو نصف دیت ادا فرمائی۔

(۴) سریّہ اسامہ بن زیدؓ: اسی سال ماہ صفر کے اواخر میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سریّہ اُبنیٰ کی جانب روانہ فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری سریّہ تھا۔ اُبنیٰ (بکسر ہمزہ و سکون با، پھر نون اور الف مقصورہ) علاقہ شام میں بلقاء کی جانب سرزمین شراۃ کی ایک جگہ ہے۔

بروز ہفتہ ۲۶ ر صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رومیوں سے مقابلہ کی تیاری کا حکم فرمایا، جو ملک شام پر قابض تھے، اگلے دن اتوار کو تاریخ ۲۷ ر صفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس جہاد کے لئے امیر لشکر مقرر فرمایا، بدھ کی رات آئی — اور یہ ماہ صفر کی تیسویں رات تھی۔ تو بخار اور درد سر کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض کا آغاز ہوا۔ یکم ربیع الاول جمعرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے جھنڈا تیار فرمایا، اور انہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ، حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش وغیرہ جیسے اکابر مہاجرین و انصار کی ایک بڑی جماعت کی معیت میں روانہ کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انفذوا جیش اُسامَۃَ اسامہؓ کے لشکر کو بھیجو۔

حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر مقام جُرف میں خیمہ زن ہوئے، تاکہ وہاں سارا لشکر جمع ہو سکے، اور یہ جگہ جبل اُحُد کے پیچھے غابہ سے ورے مدینہ سے تین میل دور تھی، جب ان حضرات کو اطلاع ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا مرض نازک صورت اختیار کر گیا ہے تو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور کچھ دیگر حضرات مدینہ طیبہ واپس آگئے، ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، سفر جہاد کے لئے کوچ کیا چاہتے تھے کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کی اطلاع آئی — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ — اس لئے وہ اپنے تمام رفقاء سمیت مدینہ لوٹ گئے۔

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ، کی روانگی کا حکم فرمایا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں اس کا بہت ہی اہتمام فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، تین ہزار کا لشکر لیکر موضع جرف سے یکم ربیع الآخر ۱۱ھ کو روانہ ہوئے۔ لشکر میں سات سو قریشی حضرات شامل تھے، اور لشکر کے پاس ایک ہزار گھوڑے تھے۔ یہ حضرات منزل بمنزل چلتے ہوئے اُبنیٰ پہنچے، وہاں مشرکوں سے جنگ ہوئی اور ان میں سے جو لوگ مقابلہ میں آئے انہیں قتل کیا، ان کے بیوی بچوں کو قید کیا، ان کے اموال کو غنیمت بنایا۔ اور ان کے گھر بار اور کھیتوں اور باغات کو نذر آتش کر دیا۔ اور اس مقابلہ میں کسی ایک مسلمان کا بھی نقصان نہیں ہوا، چنانچہ حضرت اسامہؓ سالم و غانم مدینہ واپس آگئے، اس وقت ان کا سن مبارک اٹھارہ سال تھا۔ رضی اللہ عنہ،

باب سوم

مغازی اور سرایا کے علاوہ وہ دیگر حوادث و واقعات، جو بعد از ہجرت، وصال نبوی تک پیش آئے، ہم نے اس باب کو گیارہ فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔

فصل ۱ ۱ھ کے واقعات

(۱) اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مدینہ کی طرف ہجرت

کرنے سے قبل، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دوسری بار مدینہ بھیجا، تاکہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی تعلیم دیں۔ چنانچہ ان کی تعلیم و تبلیغ کی برکت سے بہت سی مخلوق ان کے ہاتھ مشرف باسلام ہوئی، بنو عبدالاشہل کا سارا قبیلہ ایک ہی دن اسلام لایا۔ اس قبیلہ کا کوئی فرد، مرد ہو یا عورت، ایسا نہیں رہا جو اسلام نہ لایا ہو، جیسا کہ اس رسالہ میں قسم اول نبوت کے ذیل میں مفصل گذرا۔

(۲) ہجرت نبوی: اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مطہرہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، اس بابرکت سفر میں آپ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تھے، دونوں حضرات کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ اور ایک اور شخص تھا جس کو راستے کی واقفیت تھی، اس کا نام عبداللہ بن اُرَیقط الدیلی تھا۔ اس کو راہنمائی کے لئے ساتھ لیا تھا، یہ شخص اس وقت مسلمان نہیں تھا اور اس کے بعد بھی اس کا اسلام لانا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں، البتہ واقدی نے اس کا اسلام لانا ذکر کیا ہے اور اسی سے ذہبی نے تجرید میں نقل کر دیا، مگر محدثین کو واقدی کے ضعف کی بنا پر اس میں تردد ہے، واللہ اعلم۔

(۳) دعاء نبوی بوقت ہجرت: اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلے تو یہ دعا کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَكُ شَيْئًا ۔	اللہ پاک کا بیحد شکر ہے جس نے مجھے پیدا کیا، حالانکہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔
اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی اَهْوَالِ الدُّنْيَا وَبَوَائِقِ الدَّهْرِ وَمَصَائِبِ اللَّيَالِیْ وَالْاَيَّامِ اَللّٰهُمَّ اَصْحِبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاخْلُفْنِیْ فِیْ اَهْلِیْ	اے اللہ! دنیا کی ہولناکیوں، زمانے کی رکاوٹوں اور رات دن کے مصائب کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔ اے اللہ! میرے سفر میں میرے ساتھ رہو، اور میرے اہل و عیال کی خود حفاظت فرمائیو،

وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ	اور آپ نے مجھے جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں برکت
وَعَلٰى صَالِحِ خُلُقِيْ فَقَوِّمْنِيْ	فرمائیو، اور مجھے صالح اخلاق پر قائم رکھیو، اور مجھے
وَاِلَيْكَ رَبِّيْ فَحَبِّبْنِيْ وَ	صرف اپنی تحویل میں رکھیو اور مجھے لوگوں کے
اِلَى النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِيْ	حوالے نہ کیجیو۔ آپ ہی کمزوروں کے رب ہیں اور
اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ	آپ ہی میرے رب ہیں۔ میں آپ کی کریم
وَاَنْتَ رَبِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ	ذات کی پناہ لیتا ہوں جس سے آسمان و زمین
الْكَرِيْمِ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ بِهِ	روشن ہیں اور جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَكَشَفَ	اور جس سے سب اگلوں پچھلوں کے کام بنتے
بِهِ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ	ہیں، میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس امر سے
اَمْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَنْ	کہ تیرا غضب مجھ پر ٹوٹے، یا تیری ناراضگی مجھ
يَحُلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ	پر نازل ہو، میں تیری پناہ چاہتا ہوں، تیری
بِيْ سَخَطُكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ	نعمت کے زائل ہونے، تیری عطا کی ہوئی عافیت
زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَ تَحَوُّلِ	کے چھن جانے، تیرے عذاب کے اچانک
عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ	نازل ہونے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے،
وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ لَكَ	انجام صرف تیرے قبضہ میں ہے، میرے بس
الْعُقْبٰى، عِنْدِيْ مَا	میں صرف وہی ہے جس کی میں طاقت رکھتا
اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا	ہوں، اور مجھے آپ ہی کی جانب سے توفیق
بِكَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ	ملتی ہے، برائی سے ہٹنے اور بھلائی کرنے کی
اِلَّا بِكَ	طاقت آپ ہی کی مدد سے ہے۔

حافظ ابو نعیمؒ نے اپنی سند سے یہ دعا اسی طرح روایت کی ہے، اور حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں نقل کی ہے۔

(۴) غار ثور کو روانگی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کی رات کو، جو ربیع الاول کی چاند رات تھی، مکہ مکرمہ کو خیر باد کہہ کر غار ثور کی جانب روانہ ہوئے، اور یہاں تین راتیں قیام فرمایا، یعنی شب جمعہ، شب ہفتہ، شب اتوار، اور پیر کی رات کو جو ربیع الاول کی پانچویں رات تھی، غار سے نکل کر مدینہ کا راستہ لیا، یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر چاشت کے وقت مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔

شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں داخل ہونے سے بظاہر یہ مراد ہے کہ آپ قبا میں داخل ہوئے۔ کہ نواحِ شہر میں داخلہ بھی اس شہر میں داخلہ شمار کیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "جذب القلوب" میں اسی پر جزم کیا ہے۔

اور اس توجیہ کی ضرورت ہمیں اس لئے پیش آئی کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قبا میں وارد ہوئے۔ وہاں "کچھ اوپر" دس راتیں (بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً) قیام فرمایا۔ اور وہاں مسجد قبا تعمیر فرمائی، پھر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ منتقل ہوئے "بضع" (کچھ اوپر) کا لفظ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے، جیسا کہ النہایہ لابن اثیر جزری، اللوامع اور کشف اللغات میں مذکور ہے، اندریں صورت "بضع عشرۃ" کی تفسیر "گیارہ راتوں" سے کرتے ہوئے یہ توجیہ کی جائے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا میں تشریف آوری ۱۲ ربیع الاول کو بروز سوموار ہوئی، گیارہ راتیں وہاں قیام رہا۔ اور ۲۳ ربیع الاول بروز جمعہ مدینہ تشریف لے گئے، اس توجیہ سے تمام اقوال مذکورہ جمع ہو جاتے ہیں، اور اختلاف اٹھ جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبا میں قیام کی مدت چار دن ذکر کی گئی ہے، اس کے مطابق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود مدینہ

طیبہ میں داخل ہونا ۱۶ ربیع الاول بروز جمعرات قرار پاتا ہے۔ بہرکیف سیرت شامیہ وغیرہ میں جو ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار مدینہ طیبہ میں داخل ہونا ذکر کیا گیا ہے، اس کو قبا میں، داخل ہونے پر محمول کرنا ناگزیر ہے، فتدبر۔ واللہ اعلم

۵) حضرت اسما کا لقب، ذات النطاقین: اسی رات جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لئے مکہ سے نکل کر غار ثور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے گھر تھے، گھر کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے لئے زاد سفر تیار کیا، ایک تھیلے میں کھانے کا کچھ سامان اور ایک مشکیزے میں پانی تھا، تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کو پھاڑ کر اس کے دو حصے کئے، ایک کے ساتھ توشہ دان کا اور دوسرے کے ساتھ مشکیزے کا منہ باندھ دیا، اس عمل کی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین۔ (دو کمر بندوں والی) رکھا گیا۔

۶) غار ثور میں داخل ہونا: اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی معیت میں غار ثور میں داخل ہوئے، اور تین رات وہاں قیام رہا، جیسا کہ ابھی گذرا۔

۷) مکڑی کا جالا: اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ ان ایام میں مکڑی نے غار کے دروازے پر جالا تانے رکھا۔

۸) کبوتری کے انڈے: اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ کبوتروں کے ایک جوڑے نے غار کے دروازے پر گھونسلا بنایا اور انڈے دیئے، مکڑے کے جالے اور کبوتروں کے انڈوں (نے غار کو مضبوط قلعہ بنا دیا اور اس) سے کفار یہ سمجھے اس غار میں کوئی انسان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شرف الدین بوصیریؒ "قصیدہ بردہ" ..... میں

فرماتے ہیں

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلٰى
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسِجْ وَلَمْ تَحُمْ

ترجمہ: اور کفار یہ سمجھے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (اگر غار میں
تشریف فرما ہوتے تو غار کے دروازے) پر نہ مکڑی نے جالا تنا (ہوتا)
نہ کبوتروں نے انڈے دیئے (ہوتے)

(۹) غار ثور میں سانپ کا قصہ: اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب غار میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اس تاریک رات میں اس سنسان غار کے اندر آپؐ مجھ سے پہلے داخل نہ ہوں، میں پہلے داخل ہوتا ہوں تاکہ غار میں اگر کوئی سانپ بچھو یا کوئی اور موذی چیز ہو تو مجھے کاٹے، آپؐ کو نہیں۔ چنانچہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اندر گئے، چاروں طرف ٹٹول کر دیکھا تو بہت سے سوراخ تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کپڑا پھاڑ کر وہ سارے سوراخ بند کر دیئے، مگر ایک سوراخ باقی تھا کہ کپڑا ختم ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر پاؤں کی ایڑی رکھ کر اسے بھی بند کر لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اندر تشریف لائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ اسی سوراخ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک سانپ نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپؐ نے اس جگہ اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور دعاء برکت فرمائی، فوراً تکلیف جاتی رہی، گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَا بَكْرٍ مَعِيَ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ اے اللہ! ابوبکرؓ کو قیامت کے دن میرے

ساتھ ہی میرے درجہ میں رکھیو۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہم نے آپ کی دعا منظور کرلی۔

(۱۰) ام معبد کا ایمان لانا: اسی سال، سفر ہجرت کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ام معبد خزاعیہ کے خیمے کے پاس سے ہوا۔ ام معبد کا نام "عاتکہ" تھا اور وہ "قدید" میں رہائش پذیر تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں فروکش ہوئے، اور ام معبد اور ان کے شوہر ابو معبد خزاعی اسلام اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

(۱۱) ام معبد کی بکری کا قصہ: اسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کی اجازت سے ان کی بکری کا دودھ دھویا، یہ بکری بے حد لاغر اور مریل تھی، اور اس سے کبھی نر کا ملاپ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس کے تھنوں میں دودھ کا نام و نشان تک نہ تھا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے برتن میں اس کا دودھ نکالا، اپنے رفقاء کو پلایا، پھر ام معبد کو پلایا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیا، پھر اسی قسم کے برتن میں دوبارہ دودھ نکالا، اور اسے ام معبد کے حوالے کر کے تشریف لے گئے، بعد ازاں یہ بکری عام الرمادہ تک صبح و شام اسی کثرت سے دودھ دیتی رہی۔ عام الرمادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۱۸ھ کا نام ہے۔

(۱۲) سراقہ بن مالک کا قصہ: اسی سفر ہجرت میں یہ معجزہ رونما ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور سے نکل کر عازم مدینہ ہوئے تو بہت سے کفار آپ کے تعاقب میں نکلے، مگر کوئی شخص آپؐ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوا، البتہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد کے یہاں سے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی آپؐ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، ابوجہل لعین اور دیگر کفار قریش — خذلہم اللہ — نے سراقہ کے لئے شرط رکھی تھی کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر کو قتل کر ڈالو، یا ان

میں سے کسی کو زندہ گرفتار کرلائے تو تمہیں سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ سراقہ انعام کے لالچ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور ان حضرات سے آملا، جب وہ تین نیزے کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا، یا رسول اللہ! لیجئے دشمن آپہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا بِمَا شِئْتَ اے اللہ! ہماری کفایت فرما جیسے تو چاہے۔

دعا کی دیر تھی کہ سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک۔ اور ایک روایت کے مطابق پیٹ تک سنگلاخ زمین میں دھنس گیا، سراقہ نے پکار کر کہا: اے محمدؐ! میں نے جان لیا ہے کہ یہ آپؐ ہی کا عمل ہے، اللہ عزوجل سے دعا کیجئے کہ مجھے اس آفت سے نجات دے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی یہ حرکت نہیں کروں گا۔ اور دوسروں سے آپؐ کا معاملہ مخفی رکھوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اور اس کا گھوڑا نکل آیا۔ وہ وہیں سے واپس لوٹ گیا، سراقہ اس دن اسلام نہیں لایا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تب اسلام لایا۔ رضی اللہ عنہ[۱]

(۱۴) بریدہ بن حصیب کا اسلام، اسی سفر کے دوران جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچنے کے قریب تھے، بریدہ بن حصیب نے اپنی قوم کے تقریباً اسی افراد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، یہ لوگ مکہ و مدینہ کے درمیان

---

[۱] دیگر مورخین نے سراقہ کے قصہ میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ سراقہ! تیری کیا حالت ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے؟ عرض کیا: مجھے؟ فرمایا: ہاں تجھے! عرض کیا: اس کی تحریر لکھ دیجئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھوائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسجد نبوی میں ڈھیر کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے ان کو کسریٰ کے کنگن پہنائے۔ واللہ اعلم۔ مترجم

آباد تھے، اور ابوجہل لعین اور دیگر لعار قریش نے ان کو پیغام بھیجا تھا کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردیں تو انہیں سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے، جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، چہرۂ انور میں نبوت کا نور جگمگاتا دیکھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات سے کہ آپ توحید اور دین حق کی دعوت دیتے ہیں تو حضرت بریدہ اپنے تمام رفقاء سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام لائے، اور مدینہ طیبہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، آپ کو مدینہ طیبہ پہنچا کر اپنی قوم میں واپس آگئے پھر غزوۂ احد کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور پھر یہیں کی سکونت اختیار کرلی۔ رضی اللہ عنہ،

(۱۴) مسجد قبا کی تعمیر: اسی سال کا یہ واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے قبل قبا میں فروکش ہوئے تو دس سے کچھ زیادہ دن یہاں قیام فرمایا۔ اسی قیام کے دوران یہاں مسجد تعمیر فرمائی، اور اس کی تعمیر میں صحابہ کرامؓ کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بنفس نفیس حصہ لیا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی، اسی بنا پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (التوبہ۔ ۱۰۸)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں قیام فرمائیں۔

اور تعمیر مسجد کی یہی مصروفیت تھی جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دس سے زیادہ دن یہاں ٹھہرنا پڑا۔

(۱۵) سب سے پہلا جمعہ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنو سالم بن عوف میں جمعہ کی نماز پڑھی اور جمعہ کا خطبہ دیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی قبا اور مدینہ کے درمیان تھی۔ اسی بنا پر یہ مسجد، مسجد جمعہ کہلاتی ہے۔ یہ اسلامی تاریخ میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ تھا۔ اس خطبہ کے تمام الفاظ سیرتِ کازرونی اور دیگر کتب سیرت میں مذکور ہیں۔

اور یہ مسجد ابتک موجود ہے۔ ہم بھی ۱۱۳۶ھ میں اس کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس وقت اس کی جدید تعمیر ہو چکی تھی، جیساکہ پہلے گذرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں دس دن سے کچھ زائد قیام کے بعد وہاں سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں بنو سالم بن عوف نے برکت کے لئے تھوڑی دیر اپنے یہاں قیام کی درخواست کی، ان کی درخواست پر آپ وہاں ٹھہرے، وہیں آیتِ جمعہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ الآیۃ نازل ہوئی، چنانچہ آپؐ نے بنو سالم کی بستی میں جمعہ پڑھا اور خطبہ دیا، اور بعد از جمعہ سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز جمعہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، اور پہلے گذر چکا ہے کہ آپؐ کا داخلہ پیر کے دن ہوا تھا، ان دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ بضع عشرۃ (دس دن سے زیادہ) کے لفظ کو گیارہ وغیرہ پر محمول کیا جائے، جیساکہ اوپر گذر چکا ہے اور آگے بھی آتا ہے۔

(۶) مدینہ میں داخلہ کی تاریخ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا سے مدینہ کی طرف جمعہ کے دن ۲۳ ربیع الاول کو ــــ یا دوسری روایت کے مطابق ۱۶ ربیع الاول کو ــ روانہ ہوئے، راستہ میں بنو سالم بن عوف کی بستی میں جمعہ پڑھنے کے بعد (اسی دن) مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، جیساکہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔

(۷) مدینہ طیبہ میں آپؐ کا استقبال: اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وارد مدینہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں مدینہ طیبہ کے مرد عورتیں اور بچے بچیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے نکل پڑیں۔ اور پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں بنو نجار کی کمسن

بچیاں یہ شعر پڑھ رہی تھیں ۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
فَيَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں واہ خوب! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہمسایے ہونگے ۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

ہم پر ثنیات الوداع سے ماہ کامل کا طلوع ہوا ۔

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَى لِلّٰهِ دَاعٍ

ہم پر اس نعمت کا شکر واجب ہے، جب تک کہ کوئی پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے ۔

اور رزینؒ کی روایت میں اس شعر کا اضافہ ہے ۔

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

اے وہ ذات گرامی جسکو (نبی بناکر) ہم میں بھیجا گیا ہے آپ ایسا حکم لیکر آئے ہیں جس کی ہر حال میں اطاعت کی جائے گی ۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اشعار غزوہ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے موقعہ پر پڑھے گئے ہیں، ان دونوں اقوال کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر پڑھے گئے ہوں گے ۔

(۱۸) ناقہ کا مامور ہونا : اسی سال - جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو آپ ناقہ پر سوار تھے، مدینہ طیبہ کے ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں فروکش ہوں، ہر شخص ناقہ کی مہار پکڑ کر اپنی درخواست پر اصرار کرتا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے " اسے چھوڑ دو اس کو جہاں کا حکم ہے وہیں بیٹھے گی ۔ چنانچہ جب ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے پہنچی تو وہاں بیٹھ گئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارک کے بیٹھنے کی جگہ مدینہ طیبہ میں اب تک محفوظ ہے ۔ اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے

اور اس جگہ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

(۱۹) حضرت ابوایوب کا شرفِ میزبانی: اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابوایوب انصاریؓ کے گھر کو شرفِ مہمانی بخشا، اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع فرما دی اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۲۰) حجروں کی تعمیر: اسی سال، جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرماتے ہیں (ازواج مطہراتؓ کے) حجرے تعمیر فرمائے، اور جب وہ تیار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں منتقل ہو گئے، حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام کی مدت ـــ واقدی کے قول کے مطابق ـــ سات مہینے ہے اور دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ ایک ماہ سے بھی کم وہاں رہے۔

(۲۱) حضرت علیؓ کی ہجرت: اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے لئے) پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم و بیش تین دن مکہ میں رہے۔ بعدازاں مکہ سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے قبل قبا میں آپ سے آملے

(۲۲) معجزۂ شفا: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قبا پہنچے تو تیز چلنے کی وجہ سے ان کی ٹانگوں میں شدید تکلیف تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کی جگہ اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی، درد فوراً جاتا رہا۔ بعدازاں انہیں مدت العمر کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی۔

(۲۳) تاریخ ہجری کا آغاز: اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں فروکش تھے، ابتداً تاریخ کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ہجرت نبوی سے تاریخ کا آغاز کیا گیا، اور سن ہجری کا پہلا مہینہ محرم قرار دیا گیا، کیونکہ عربوں کے یہاں سال کا پہلا مہینہ شمار ہوتا ہے، نیز

اسی مہینے حاجی اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ تاریخ ہجری کی وضع اور سن ہجری کا محرم سے آغاز سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت ۱۷ھ میں فرمایا تھا مگر پہلا قول زیادہ راجح ہے۔

(۲۴) اہل بیت کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چند دن بعد مندرجہ ذیل خواتین نے ہجرت کی، حضرت فاطمۃ الزہرا، ام کلثوم رضؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ام المومنین سودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مربیہ ام ایمن، ام المومنین عائشہ صدیقہ، اور ان کی ہمشیرہ اسماء بنت ابی بکر اور حضرت عائشہ کی والدہ ماجدہ ام رومان رضی اللہ عنہن۔

مدینہ پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو (یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے) حضرت عبداللہ بن ابی بکر کی معیت میں ان خواتین کو مکہ سے مدینہ لانے کے لئے بھیجا، دو اونٹ اور پانچسو درہم ان کو عطا فرمائے۔ چنانچہ یہ حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر کی ان خواتین کو لے کر مدینہ پہنچے۔ ان کی آمد ہجرت نبوی سے سات ماہ بعد ہوئی، چنانچہ حضرت اسما رضی اللہ عنہا قبا پہنچیں تو پورے دنوں [illegible] امید تھیں، قبا ہی میں ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی، اور ان [illegible] پیدائش صحیح قول کے مطابق شوال ۱ھ کی ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر [illegible] "البدایہ والنہایہ" میں ذکر کیا ہے۔

[illegible] مسجد نبوی کی تعمیر: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف اور اہل خانہ کے لئے مکانات بنوائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کی جگہ رافع بن عمرو کے لڑکوں سہل اور سہیل کا مربد (کھجور خشک کرنے کی جگہ) تھا۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ جگہ خرید کر یہاں مسجد شریف تعمیر کی، اس مسجد کی تعمیر کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں، جو بڑی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۹) صفہ کی تعمیر: اسی سال، مسجد کے پہلو میں ایک سائے دار جگہ (چھپر) بنائی کہ مساکین کا یہاں ٹھکانا کریں یہ جگہ صفہ کہلاتی تھی۔ اور یہاں رہنے والوں کو "اہلِ صُفّہ" کہا جاتا تھا۔

(۱۰) اذان و اقامت کی ابتدا: اسی سال، اذان واقامت کی ابتدا ہوئی، اولاً عبداللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری الخزرجی کو اذان واقامت کا طریقہ خواب میں بتایا گیا بعدازاں ا[illegible] کے مطابق وحی نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی ان کی تصویب فرمائی، اور ایک قول یہ ہے کہ اذان واقامت کی ابتدا ۲ھ میں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ، فتح الباری میں فرماتے ہیں: "پہلا قول یعنی ۱ھ میں اذان و اقامت کی ابتدا ہونا زیادہ راجح ہے"۔ اور قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: "پہلا قول صحیح ہے"۔

احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس کو اذان دینے کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت بلال بن ابا ح رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عبداللہ بن زیدؓ اذان کے وہ کلمات، جو جبریل علیہ السلام سے انھوں نے سیکھے تھے، حضرت بلالؓ کو ایک ایک کر کے تلقین کرتے جاتے اور حضرت بلالؓ انہیں بلند آواز سے ادا فرماتے۔

اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب رات کو خواب میں اذان دیکھی تو رات ہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم فرمایا کہ وہ یہ کلمات بلال کو سکھائیں اور وہ اذان کہیں اس روایت کے

الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، نے سب سے پہلے نماز فجر کی اذان کہی، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید نے راتوں رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کا واقعہ بیان فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا مہلت انہیں حضرت بلال کو کلمات اذان تلقین کرنے کا حکم فرمایا، یہی فَامَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں لفظ فا کا مقتضیٰ ہے۔ اس صورت میں سب سے پہلے نماز فجر میں اذان دینا ثابت ہوتا ہے۔

(۲۸) بھیڑیے کا گفتگو کرنا: اسی سال چرواہے کے ساتھ ایک بھیڑیے نے گفتگو کی اور اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی، اس چرواہے کا نام اہبان بن اوس تھا اور اس کی کنیت "ابو عقبہ" تھی، چرواہے نے جب بھیڑیے کا کلام سنا اور اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا تو اس نے بھیڑیے سے کہا: "اگر کوئی میری بکریوں کا نگہبان ہوتا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتا، اور آپ کے سامنے اسلام لاتا" بھیڑیے نے کہا: "اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، اور اسلام لا کر جلدی واپس آجاؤ تو اتنی دیر تک تمہاری بکریوں کی نگہداشت میں کروں گا" چنانچہ اہبان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، اور اپنے کفر سے توبہ کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بھیڑیے کا قصہ ذکر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ قصہ سن کر بہت خوش ہوئے، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکریوں کے پاس جانے کی اجازت دی، یہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بھیڑیا ان کی بکریوں کو چرا رہا ہے اور بکریاں تمام صحیح سالم ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا، جیسا کہ بھیڑیے کا گفتگو کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا خود عظیم الشان معجزہ تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اہبان رضؓ کے اسلام لانے اور بھیڑیئے کے ان سے گفتگو کرنے کا واقعہ ۶ھ میں پیش آیا۔ پہلا قول شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تالیف "جذب القلوب" میں اور دوسرا قول "تذکرۃ القاری بحل رجال البخاری" میں مذکور ہے، قصہ اہبان کی باقی تفصیلات بھی ان کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۲۹) حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال: اسی سال حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہ سب سے پہلے مہاجر ہیں، جو جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۳۰) برا بن معرور رضؓ کا انتقال: اسی سال، صفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے ایک ماہ قبل حضرت برا بن معرور الانصاری السلمی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور نُقَبَاء میں سب سے پہلے ان ہی کا انتقال ہوا۔

(۳۱) تین مشرکوں کی موت: اسی سال تین مشرک مردار ہوئے، ولید بن مغیرہ مکہ میں، عاص بن وائل مکہ میں اور ابو اُحَیحَہ طائف میں، تینوں اپنے کفر و شرک پر مرے۔

(۳۲) نعمان بن بشیر کی ولادت: اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت نعمان بن بشیر الانصاری الخزرجی کی ولادت ہوئی، یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کے بھانجے ہیں، اور یہ سب سے پہلے انصاری بچے ہیں جن کی ولادت (ہجرت کے بعد) مدینہ میں ہوئی۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے چھ مہینے بڑے تھے۔

(۳۳) عبداللہ بن زبیر کی ولادت: اسی سال ہجرت سے چھ ماہ بعد شوال میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت قبا میں ہوئی، ہجرت سے چھ مہینے بعد کی مدت اس صورت میں ہے جبکہ ہجرت کے مہینے (ربیع الاول) اور ان کی ولادت کے مہینے (شوال) کا اعتبار نہ کیا جائے۔ یہ سب سے پہلا بچہ تھا جو ہجرت کے بعد مدینہ میں کسی مہاجر کے

گھر پیدا ہوا۔

علمائے سیرت نے کہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد زید بن حارثہ اور ابو رافع (رضی اللہ عنہما) کو مکہ بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو مدینہ لائیں، چنانچہ وہ گئے اور ان حضرات کو لے کر آئے، ان ہی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہما) تھیں، جو پورے دنوں کی اور قریب الولادت تھیں، جب قبا پہنچے تو ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے، مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بے پایاں مسرت ہوئی، کیونکہ یہود نے یہ خبر اڑا رکھی تھی کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جادو کر رکھا ہے۔ لہذا ہجرت مدینہ کے بعد ان کے یہاں نرینہ اولاد نہیں ہوگی۔ چنانچہ جب پہلے انصار میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی، مگر یہود نے یہ تاویل کی کہ ہم نے تو مہاجرین پر جادو کیا تھا نہ کہ انصار پر۔ بعد ازاں جب مہاجرین میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں کو بہت ہی مسرت ہوئی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا، پس سب سے پہلے جو ان کے پیٹ میں چیز داخل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے ایک کھجور منگوا کر اسے چبایا اور ان کے تالو کو لگائی (عربی میں اسے "تحنیک" کہتے ہیں) اور ان کے لئے دعا برکت فرمائی۔

اور اس کا یہ دعویٰ احادیث صحیحہ کی بنا پر مردود ہے کہ "نعمان بن بشیر اور ابن زبیر دونوں سلھ میں پیدا ہوئے۔ نعمان ہجرت سے چودہ مہینے بعد اور ابن زبیر بیس مہینے بعد۔

(۴۴) حضرت انس بارگاہِ نبوت میں: اُم سلیم رضی اللہ عنہ، حضرت انس کو بارگاہ

نبوی میں لائیں تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کریں، کیونکہ انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں مختلف ہدیئے پیش کیا کرتے تھے۔ مرد بھی اور عورتیں بھی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر حسرت ہوئی کہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر سکیں، بالآخر وہ اپنے صاحبزادے حضرت انس رض کو لے کر آئی۔ اور عرض کیا "خُوَیْدِمُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" (یارسول اللہ! یہ آپ کا ننھا منا خادم ہے اسے قبول فرمایئے۔)

(۲۵) زکوٰۃ کی فرضیت: اسی سال، ان اموال میں جو نصاب کی حد کو پہنچتے ہوں زکوٰۃ فرض ہوئی، یہی قول زیادہ راجح ہے، اور ایک قول یہ ہے سنہ۲ھ میں صدقہ فطر کے بعد زکوٰۃ فرض ہوئی۔

(۲۶) حضرت عائشہ رض کی رخصتی: اسی سال شوال میں ہجرت کے چھ ماہ بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی، ان کا سن مبارک اس وقت نو برس تھا، ان کی رخصتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس تشریف لے جانا بروز بدھ "سنح" نامی جگہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر، دن کے وقت ہوا۔

اسی بنا پر نووی رح شرح مسلم میں فرماتے ہیں، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عمل کی پیروی کرتے ہوئے شوال میں شادی کرنا ہر مومن کے لئے مسنون یا مستحب ہے۔" اور اس سے رافضیوں کے اس زعم کی کھلی تردید ہوتی ہے کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح اور رخصتی مکروہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی شوال سنہ۲ھ میں ہوئی۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد قبل ازیں شوال سنہ۱۰ھ نبوت میں، ہجرت سے تین سال قبل ہو چکا تھا، اس وقت ان کی عمر مبارک چھ سال تھی۔

(۲۷) عبداللہ بن سلام کا اسلام: اسی سال، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، اپنے

اہل خانہ اور اپنی پھوپھی خالدہ بنت حارث سمیت دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے اور ابوایوب انصاری کے گھر فروکش ہونے کے پہلے دن ہی اسلام لے آئے ۔ شیخ دہلوی نے "جذب القلوب" میں اسی طرح ذکر کیا ۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ الآیۃ (اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس کی مثل پر۔ اور تم نے تکبر کیا) اسی دن یا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوا ، نیز ان ہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی :

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور "وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے" کافی گواہ ہیں ۔

(۲۸) عمرو بن عبسہؓ کی آمد : اسی سال عمرو بن عبسہ حاضرِ خدمت ہوئے اور بت پرستی چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام لائے ، اور پکے سچے مسلمان بن گئے ، شامی نے اپنی سیرت میں اسی کا ذکر کیا ہے ، مگر علامہ عامری نے "الریاض المستطابہ" میں لکھا ہے کہ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں ، نبوت کے پہلے سال اسلام لائے ، بلکہ اسلام میں چوتھا نمبر انہیں کا ہے ۔

(۲۹) قیس بن صرمہ کا اسلام : اسی سال ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد قیس بن صرمۃ الانصاری اسلام لائے ۔ انہیں کا یہ قصہ ہے کہ رمضان مبارک کا روزہ تھا ، افطار کے وقت گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہ ملا ۔ ان دنوں رات کو سو جانے کے بعد کھانا پینا حرام تھا ، چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیے اگلے دن کا روزہ رکھ لیا ، مگر اس روزہ کی وجہ

سے انہیں بہت ہی مشقت لاحق ہوئی، انہیں کے حق میں اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ - ۱۸۷)

اور کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح (صادق) کا متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے۔

(۴۰) سلمان فارسی کا اسلام: اسی سال ابو عبداللہ سلمان بن عبداللہ الفارسی رضی اللہ عنہ اسلام لائے، آپ کو سلمان بن اسلام اور سلمان خیر بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل مجوسی مذہب رکھتے تھے، اور ایک یہودی شخص کے، جس کا نام عثمان بن الاشہل القرظی تھا، غلام تھے، اس سے پہلے کسی اور کے غلام رہ چکے تھے، یہاں تک کہ دس سے زیادہ آقاؤں کے یہاں منتقل ہوئے، جب اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس یہودی سے چالیس اوقیہ میں خرید لیا، اس یہودی کا کھجور کا باغ پھل نہیں لاتا تھا اس لئے اس یہودی نے یہ شرط بھی رکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باغ میں اپنے دست مبارک سے کھجور کے پودے لگائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرما لی، اور اپنے مبارک ہاتھوں سے تین سو پودے لگائے۔ اللہ کی شان کہ وہ تمام درخت اسی سال بار آور ہوئے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے عظیم الشان معجزہ تھا، علاوہ ازیں حضرت سلمان رض کی آزادی کے لئے اس یہودی کو چالیس اوقیے بھی عطا فرمائے۔ یوں حضرت سلمان رض کو آزادی نصیب ہوئی۔ حضرت سلمان کے اسلام کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے پانچ دن بعد کا واقعہ ہے بعض نے اس سے زیادہ مدت بتائی ہے۔ حضرت سلمان رض چونکہ یہودی کے غلام تھے۔ اس لئے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک نہیں ہو سکے، پھر جب ان کے آقا نے ان کو

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس) فروخت کر دیا اور یہ آزاد ہو گئے تو غزوۂ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، غزوۂ خندق ان کی حاضری کا پہلا موقعہ تھا، اس کے بعد ان سے کوئی غزوہ فوت نہیں ہوا۔ ان کا وصال حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں ہوا۔ جبکہ ان کا سن ۳۵۰ اور بقول بعض ۲۵۰ برس تھا۔ ان کے اسلام لانے کا قصہ طویل ہے جس کی تفصیل سیرت کا زرونی وغیرہ میں درج ہے۔

(۴۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک الانصاری الخزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے ــــــــــ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی، چنانچہ دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، وصال نبوی کے وقت یہ بیس سال کے جوان تھے، بعد ازاں طویل عمر پائی، اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۴۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا، اسی سال حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہوئی، جب یہ اسلام لائے اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا انہیں لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آپ کا ننھا سا خادم ہے اس کے لئے دعا فرمایئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِيْ مَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَعُمْرِهٖ اے اللہ! اس کے مال و اولاد اور عمر میں برکت فرما۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت دعا کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ دوسرے لوگوں کے کھجور کے باغ سال میں ایک مرتبہ بارآور ہوتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کھجور کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا اور ان کی اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے اپنی اولاد کے

ایک سو بیس نفر اپنی حیات میں دیکھے، اور عمر میں یہ برکت ہوئی کہ ۹۳ھ تک زندہ رہے اور ایک سو تین برس کی عمر میں وفات پائی، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ ۱۰۰ھ تک بقید حیات رہے اور اس وقت ان کی عمر مبارک ایک سو تیرہ سال تھی [۱]

(۴۲) مدینہ طیبہ سے وبا اور بخار کا دفعیہ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وبا اور بخار مدینہ سے جاتا رہا ہے اور اس کے بجائے جحفہ منتقل ہو گیا، اس کا قصہ یہ ہے مدینہ تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ وبائی خطہ تھا، یہاں وبائی امراض بکثرت ہوا کرتے تھے، جب مہاجرین یہاں آئے تو سب کو بخار ہونے لگا، ان کے رنگ پیلے پڑ گئے، اور وہ بہت ہی لاغر و کمزور ہو گئے، اس لئے مکہ کی یاد انہیں ستانے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا لَنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ (بخاری ومسلم)

اے اللہ ہمارے لئے مدینہ کو اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح ہمیں مکہ محبوب ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اسے ہمارے لئے صحت افزا بنا دے، اور اس کے صاع اور مد (پیمانوں کے نام ہیں) میں برکت فرما، اور یہاں کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی، اور بخار اور وبا کو مدینہ سے جحفہ میں منتقل کر دیا، جحفہ میں سرراہ یہود کی آبادی تھی اور وہ مکہ سے مدینہ آنے والے مہاجرین کو ایذا دیا کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا، اور ان کی بستی ویران ہو گئی، جو دوبارہ آج تک آباد نہیں ہو سکی۔ کہا جاتا ہے کہ اب تک جو شخص جحفہ میں داخل ہو، خواہ وہ مسلمان ہو، اسے بخار ہو جائے گا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

[۱] ایک سو تیرہ نہیں بلکہ ایک سو دس سال ہوتی ہے۔ مترجم ۱۲

کا اثر ہے۔

(۴۴) عبدالرحمٰن بن حارث کی ولادت، اسی سال عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام القرشی المخزومی صحابی کی ولادت ہوئی۔ ابن اثیر "اسد الغابہ" میں لکھتے ہیں: "وصال نبوی کے وقت ان کی عمر دس سال تھی" یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کے داماد ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت مریم ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے اپنے دورِ خلافت میں نقل مصاحف کے لئے جو بورڈ مقرر کیا تھا، اس میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص رضؓ اور عبداللہ بن زبیر رضؓ کے ساتھ یہ بھی شامل تھے۔

(۴۵) رکعاتِ نماز میں اضافہ، اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ایک ماہ یا دو ماہ بعد اور بقولِ بعض ایک سال بعد۔ رکعاتِ نماز میں اضافہ ہوا، اور (ظہر، عصر اور عشاء میں) دو کے بجائے چار کر دی گئی، قبل ازیں شب معراج میں مغرب کے علاوہ تمام نمازوں کی دو دو رکعتیں مقرر ہوئی تھیں، البتہ مغرب کی شروع ہی سے تین رکعتیں مقرر ہوئیں۔ بعد ازاں ۴ھ میں نماز سفر میں رکعتوں کی تخفیف کر دی گئی، اور چار رکعتوں کے بجائے دو رکعتوں کا حکم دیا گیا، اس کا بیان آگے آئے گا۔

اور یہ زیادتی یعنی دو کے بجائے چار رکعتوں کا حکم منگل کے دن نازل ہوا تھا، پس پہلے قول کی بنا پر۔ کہ وہی راجح بھی ہے۔ اور آخیر قول کے مطابق بھی یہ زیادتی (آئندہ سال) ربیع الآخر ہی میں ہوئی، اسی بنا پر حافظ سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں، "یہ زیادتی ہجرت کے ایک سال بعد ربیع الآخر میں ہوئی"۔

(۴۶) زیاد بن ابی سفیان کی ولادت، اسی سال زیاد بن ابی سفیان کی ولادت ہوئی، ان کی کنیت ابوالمغیرہ ہے اور ان کا شمار عرب کے ساتھ مشہور سیاس لوگوں میں ہوتا ہے، جن کے نام یہ ہیں، معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ، عروہ بن مسعود،

یاد بن ابی سفیان، قیس بن سعد بن عبادہ، عبداللہ بن بدیل بن ورقاء۔
یہ زیاد، زیاد بن رابیہ اور زیاد بن سُمَیّہ کی نسبت سے معروف تھا، سُمَیّہ اس کی والدہ کا نام ہے جو حارث بن کلدہ کی لونڈی تھی، اس کے بطن سے زیاد اور ابوبکرہؓ کی ولادت ہوئی، اس لئے ابوبکرہ، زیاد کے ماں شریک بھائی ہیں، بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، نے اپنے والد حضرت ابوسفیانؓ سے اس کا استلحاق کر لیا تھا، جب سے یہ زیاد بن ابی سفیان کی نسبت سے مشہور رہوا، اسی زیاد کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے قتال کیا تھا علامہ ابن اثیر "اسد الغابہ" یوں لکھتے ہیں: "اس زیاد کے لئے صحبت اور روایت نہیں۔"

(۴۰) مختار بن ابی عُبید ثقفی کی ولادت: اسی سال مختار بن ابی عُبید ثقفی کی ولادت ہوئی۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی زوجۂ محترمہ صفیہ بنت عُبید کا حقیقی بھائی ہے۔

فصل ۲ھ کے واقعات

(۱) حضرت رقیہ کی وفات: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، ان کی وفات رمضان میں ہوئی اور بقول بعض ذی الحجہ میں۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ان کی وفات غزوۂ بدر کے دو دن بعد ہوئی، اتفاق سے جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے پاس غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور اور کفار کے قتل و ہزیمت کی خوشخبری لیکر آئے اسی دن ان کا انتقال ہوا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اس وقت ان کی تدفین میں مصروف تھے، یہ ۱۹؍ رمضان ۲ھ اتوار کا دن تھا، اور جنگِ بدر، ۱۷؍ رمضان بروز جمعہ ہوئی تھی، اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس یا اکیس سال تھی، حافظ سہیلی کہتے ہیں: "صحیح قول یہ ہے کہ حضرت رقیہ کی وفات ۲ھ میں ہوئی"۔ اور "مواہب لدنیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۳۳ھ میلاد نبوی میں ہوئی، اس بنا پر سن ولادت اور سن وفات کو شمار نہ کیا جائے تو ان کی عمر ۲۱ برس ہوتی ہے۔

(۲) اللہ کے راستہ میں پہلی تیراندازی: اسی سال سریۂ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب القرشی میں، جو بطن رابغ بھیجا گیا تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر چلایا، اور یہ سب سے پہلا تیر تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ

میں چلا یا گیا۔

(۳) تحویلِ قبلہ: اسی سال بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیا گیا، یہ نصف رجب ۲ھ منگل کا دن تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ٹھیک سترہ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔ تحویلِ قبلہ کا حکم عین اس وقت نازل ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنو سلمہ (بکسر لام انصار کے ایک قبیلہ کا نام ہے) میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، دو رکعتیں ہو چکی تھیں کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے، اور دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف ادا فرمائیں، اس لئے اس مسجد کا نام "مسجد قبلتین" ہوا۔

حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں فرماتے ہیں: "تحویلِ قبلہ کا حکم اسلام میں سب سے پہلا نسخ ہے۔" میں کہتا ہوں: حافظ ابن کثیرؒ کی مراد غالباً نسخ بعد از عمل ہے، ورنہ نسخ قبل از عمل اس سے تین سال پہلے واقع ہو چکا تھا۔ چنانچہ شبِ معراج میں پچاس نمازیں پانچ کی طرف منسوخ ہوئیں۔

(۴) صومِ عاشورہ کا حکم: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا، نیز اس کا حکم فرمایا، یعنی بطورِ وجوب۔ یوں تو عاشوراء کا روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بھی رکھتے تھے، قبل از اسلام بھی اور بعد از اسلام بھی۔ مگر یہ بطورِ استحباب تھا، بطورِ وجوب نہیں تھا، بعد ازاں جب اسی سال یعنی ۲ھ میں روزۂ رمضان فرض ہوا تو صومِ عاشوراء کا وجوب منسوخ ہو گیا، اس کے بعد عاشوراء کا روزہ سنتِ مستحبہ رہ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر مبارک کے آخری سال فرمایا تھا کہ "اگر آئندہ سال تک زندگی رہی تو دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا" مگر اگلا محرم آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فنا سے پردہ فرما گئے۔ مگر

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عزم کا اظہار فرمایا تھا، اگرچہ خود رکھنے کی نوبت نہیں آئی، اس لئے ۱۰ر محرم کے ساتھ ۹ر محرم کا روزہ ملانا بھی مستحب قرار پایا۔

(۵) ایک مسئلہ کا اعلان: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا، کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ "جس شخص نے کچھ کھا پی لیا ہو، وہ باقی دن کچھ نہ کھائے پیئے" اور جس شخص نے (طلوع سحر کے بعد سے) کچھ نہ کھایا پیا ہو وہ روزہ رکھے:

اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ۲۹ر ذی الحجہ کو چاند نظر نہیں آیا تھا۔ اور جب محرم کی ۹ر تاریخ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ لوگوں نے شہادت دی کہ ہم نے ۲۹ر کو چاند دیکھا ہے، اور اس حساب سے آج محرم کی دسویں تاریخ ہے۔ اس پر آپؐ نے منادی کو اعلان کا حکم فرمایا۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں تصریح کی ہے۔ اس منادی کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ الاسلمی تھا۔

(۶) روزۂ رمضان کی فرضیت: اسی سال تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد نصف شعبان کو ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ٹھیک اٹھارہ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم آیا اور یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ	اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول
عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	پر، اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	بھیجو سلام کہہ کر (ترجمہ شیخ الہند)

علامہ شامی اپنی سیرت میں صلوٰۃ و سلام کے ابواب میں فرماتے ہیں کہ اس حکم کا نزول شعبان ۲ھ کی پندرھویں شب کو ہوا۔

(۸) نماز میں سلام و کلام کی ممانعت: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے

لئے تیار ہونے سے قبل نماز میں سلام و کلام کی ممانعت کا حکم نازل ہوا۔ قبل ازیں نماز میں ایک دوسرے سے بات کرنے اور اسلام علیکم کہنے (اور اس کا جواب دینے) کی اجازت تھی، پس یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ — اور اللہ کے سامنے باادب (خاموشی سے) کھڑے رہو۔

(پ ۲ع ۱۵)

اس کے بعد نماز میں سلام و کلام سے رُک گئے، جیساکہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔

(۹) صدقہ فطر کا وجوب: اسی سال نماز عید سے دو دن پہلے صدقہ فطر کا حکم ہوا، ابھی تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی (یہ ایک قول ہے) اور زیادہ راجح (قول) یہ ہے کہ زکوٰۃ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوئی، جیساکہ پہلے گذر چکا ہے۔

(۱۰، ۱۱) نماز عید کا حکم: اسی سال نماز عید کا حکم ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے ایک یا دو دن پہلے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں نماز عید اور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

(۱۲) سب سے پہلی نماز عید الفطر: اسی سال یکم شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کے لئے نکلے، عصائے مبارک آپ کے آگے گاڑ دیا گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سترہ بنا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائی، یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی عید تھی۔ یہ عصائے مبارک (عَنَزَہ) دراصل نجاشی شاہ حبشہ کا تھا، انہوں نے حضرت زبیر بن عوام کو دیا تھا اور حضرت زبیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تھا۔ یہ عصا عیدین وغیرہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔

(۱۳ تا ۱۵) عید الاضحیٰ اور قربانی: اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں بقر عید ادا فرمائی، یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بقر عید تھی، اسی سال قربانی کا حکم

ہوا، اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے فارغ ہو کر چاشت کے وقت دو بلند ڈھوں کی قربانی کی، یہ دونوں سیاہ رنگ، سینگوں والے اور خصی تھے۔ دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ذبح کیا، ایک اپنی جانب سے اور ایک پوری امت کی طرف سے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔

(۱۶) مطعم بن عدی کی موت: اسی سال کے اوائل میں غزوہ بدر سے تقریباً سات ماہ پہلے مطعم بن عدی اپنے کفر پر مرا، یہ رؤسا قریش میں شمار ہوتا تھا، اور یہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔

(۱۷) ابورافع قبطی کا اسلام: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع القبطی اسلام لائے، وہ حضرت عباس رضؓ کے غلام تھے، پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت ابورافع جنگ بدر میں شریک تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے، کیونکہ اس وقت مکہ میں تھے، البتہ جنگ احد اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کی زوجہ محترمہ حضرت سلمیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت حضرت ماریہ رضؓ کی دایہ تھیں، اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ بھی یہی تھیں۔ ابورافع کے نام میں اختلاف ہے بعض نے "اسلم" بتایا ہے اور یہی راجح قول ہے اور بعض نے ابراہیم اور بعض نے کچھ اور۔

(۱۸) امیہ بن ابی الصلت کی موت: اسی سال عرب کے مشہور شاعر امیہ بن ابی الصلت کا انتقال ہوا اس کے اشعار مواعظ و نصائح سے بھرپور ہوتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کَادَ اُمَیَّۃُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ یُّسْلِمَ" (قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت مسلمان ہو جاتا) یعنی وہ اسلام نہیں لایا۔ اور ایک اور حدیث میں

فرمایا:" اٰمَنَ شِعْرُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ " (اس کے شعر مومنانہ تھے مگر اس کا دل کافر ہی رہا) اس نے زمانۂ جاہلیت ہی سے بت پرستی ترک کر دی تھی، بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، اور دین نصاریٰ کے مطابق رہبانیت اختیار کرلی تھی، لیکن جب اسلام کا زمانہ پایا تو دولتِ ایمان سے مشرف نہیں ہو سکا، بلکہ حسد و عداوت نے اسے اعراض اور سرکشی کے مظاہرے پر آمادہ کیا۔ نعوذ باللہ من ذالک

(۱۹) عبداللہ بن مسعودؓ کی حبشہ سے آمد: اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے۔ انہوں نے (پہلے دستور کے مطابق) سلام عرض کیا۔ مگر آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (اور نماز سے فارغ ہو کر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اب نماز میں سلام و کلام کی ممانعت ہو چکی ہے)

(۲۰) قتال کی اجازت: اسی سال ۱۲ صفر کو کفار کے ساتھ قتال کی اجازت ہوئی، اور اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا (الآیۃ) یہ سب سے پہلے آیت ہے جس سے قتال کی اجازت ہوئی اور قبل ازیں بہتر آیتیں جو تحریم قتال کے بارے میں نازل ہوئی تھیں وہ اس سے منسوخ ہو گئیں، لبعد ازاں جب سورۂ براۃ کی "آیت سیف" نازل ہوئی:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ وَخُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَ اقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ (التوبۃ۔۵)

پس ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو، پکڑو، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ (بیان القرآن)

تو یہ اس سے قبل کی نازل شدہ (۱۲۰) آیتوں کے لئے ناسخ قرار پائی، کیونکہ اس کے ذریعہ قتال فرض کر دیا گیا، جب کہ اس سے پہلے کی نازل شدہ آیتوں میں یا تو قتال مطلقاً ممنوع تھا، یا صرف کفار کی جانب سے ابتدا کی صورت میں اجازت تھی ورنہ ممانعت

تھی. یا مطلقاً اجازت تو تھی مگر فرضیت نہیں تھی۔

(۲۱) سب سے پہلی غنیمت: اسی سال عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ کے سریہ میں جو بطن نخلہ بھیجا گیا تھا، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلی غنیمت حاصل ہوئی، جیسا کہ سرایا کے بیان میں گذر چکا ہے۔

(۲۲) شہر حرام میں قتال: اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقا نے رجب کا چاند دیکھا تھا۔ انہوں نے یکم رجب کو ۳۰ جمادی الاخریٰ سمجھتے ہوئے کفار سے لڑائی کی، جس میں خونریزی کی نوبت آئی اس پر مشرکین نے طعنہ زنی کی کہ یہ لوگ تو حرمت کے مہینے کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ[1] الآیۃ (پ۲ ع ۱۱)

(۲۳) سب سے پہلا کافر جو قتل ہوا: اسی سال عبداللہ بن جحش رض کے سریہ میں عمرو بن علاء حضرمی نامی کافر قتل ہوا۔ یہ سب سے پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(۲۴) سب سے پہلا کافر قیدی: اسی سال اسی سریہ میں دو کافر قید ہوئے، جو سب سے پہلا کافر قیدی تھے۔ (۱) حکم بن کیسان (۲) عثمان بن عبداللہ۔ حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا۔ اور بڑا پکا سچا مسلمان ثابت ہوا۔ مگر عثمان (آزاد ہونے کے بعد) مکہ جا رہا تھا اور وہیں بحالت کفر مرا۔

(۲۵) سب سے پہلا امیر: ایک قول کے مطابق اسی سال عبداللہ بن جحش کو اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا امیر بنایا گیا۔ مگر راجح یہ ہے کہ سب سے پہلے امیر حضرت حمزہ رض بن عبدالمطلب تھے، جیسا کہ سرایا کے بیان میں گزرا۔

(۲۶) اسی سال کا قصہ ہے کہ مشرکوں نے عبداللہ بن جحش رض اور ان کے رفقا کے بارے میں کہا کہ ان لوگوں نے حرمت کے مہینے میں خونریزی کی ہے، جس کا گناہ ان کے ذمہ

---

[1] آیت کا مضمون تفسیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے، حاصل یہ کہ حرمت کے مہینوں میں بھی

ہے۔ بالغرض گناہ نہ بھی ہو تو (ان کے عقیدے کے مطابق) یہ ثواب سے تو محروم ہی رہے، اس پر حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقاء غمگین ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہمارے ایمان، ہماری ہجرت اور ہمارے جہاد پر ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید ہو سکتی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللہِ وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ۲ ع۱۱)

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ بلاشبہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے۔ (بیان القرآن)

(۲۰) غزوہ بدر: اسی سال رمضان میں غزوۂ بدر کبریٰ ہوا، جیسا کہ غزوات میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

(۲۸) اسی سال کا قصہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو ایک زرہ (خود) ہدیہ کی، جو "ذات الفضول" کہلاتی تھی، یہ زرہ مدت العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی، یہی زرہ تھی جو آپؐ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل ابو الشحم یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض رہن رکھی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے قرض ادا کر کے یہ زرہ واگذار کرائی۔

(۲۹) اسی سال کا قصہ ہے کہ غزوہ بدر کے لئے جاتے ہوئے دوران سفر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الروحا سے چلے اور الصفرا کے قریب پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ہوئی کہ مشرکین مکہ آپؐ سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے مکہ سے پوری تیاری کر کے نکل کھڑے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین سے مشورہ لیا کہ کیا (اس بے سرو سامانی) مشرکین کے مقابلہ میں آنا مناسب ہوگا، اس پر حضرت مقداد بن اسود کندیؓ

نے بہت عمدہ جواب دیا :

"یا رسول اللہ! اللہ کی قسم ہم ایسے نہیں کہ ہم آپؐ سے وہ بات کہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ "آپ جائیں اور آپ کا رب! تم دونوں جاکر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپؐ چلیں اور آپ کا رب! تم لڑو، ہم بھی آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ اور ہم آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے بہت خوش ہوئے، اور آپؐ کا چہرۂ انور چمک اٹھا، اسی انداز کا جواب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی دیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "انصار" سے مشورہ لیا، حضرت سعد بن معاذ الاشہلی رضی اللہ عنہ نے انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا :

"ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور آپؐ کی (نبوت ورسالت کی) تصدیق کی ہے، اور اس امر کی شہادت دی ہے کہ آپؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، اور آپؐ سے سمع وطاعت بجالانے کا عہد کیا ہے، یا رسول اللہ! آپؐ کا جو ارادہ ہو کر گذریئے ہم ہر حال میں آپؐ کا ساتھ دیں گے۔ اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ کھڑا کیا ہے۔ اگر آپؐ ہمیں لیکر اس سمندر میں کود جانے کا ارادہ فرمائیں تو ہم تامل نہیں کریں گے، اور ہم میں سے ایک فرد بھی آپ سے پیچھے نہیں رہے گا، اور ہم جنگ کے آزمودہ کار اور مقابلہ میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنے کے خوگر ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے ذریعہ وہ منظر دکھائے گا جس سے آپؐ کی

آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، بس ہمیں اللہ کی برکت کے ساتھ لے چلیئے"

حضرت سعدؓ کی تقریر جب یہاں تک پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مسرور ہوئے، اور غزوۂ بدر کے ارادے سے چل پڑے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا تقریر اس وقت کی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حدیبیہ کے لئے جا رہے تھے، اور ان دونوں اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ اس مضمون کی تقریر دونوں موقعوں پر ہوئی ہو گی۔

(۲۰) اسی سال غزوۂ بدر سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آپؐ کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے غزوۂ بدر سے تین چار دن پہلے یہ خواب دیکھا کہ کفار مکہ ذلیل و خوار ہیں، ان کے گھر ویران ہیں، اور وہ میدان جنگ میں منتشر پڑے ہیں، چنانچہ اس کی تعبیر تین چار دن بعد اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں ظاہر فرمادی۔ اس خواب کی تفصیل حافظ ابن کثیرؒ کی "البدایۃ والنہایہ" میں مذکور ہے یہاں اختصار کی بنا پر ترک کر دی گئی۔

(۲۱) اسی سال یہ واقعہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین سو سے زائد تھا، اور لشکر کفار ایک ہزار جنگی سورماؤں پر مشتمل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَمْ تُعْبَدْ اَبَدًا	اے اللہ! جس (فتح و نصرت) کا وعدہ آپ نے مجھ سے کر رکھا ہے آج اسے پورا کر دے۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو آج کے بعد کبھی تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ساری رات) اپنے رب سے دعا اور فریاد کرتے رہے

یہاں تک کہ ردائے مبارک بار بار کندھوں سے گر گر جاتی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ بس کیجئے، آپ نے اپنے رب سے بہت عہد معاہدہ کرلیا، وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرکے رہیں گے" اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (پ ۲۷ ع ۱۰) — عنقریب شکست کھائیں گے یہ لوگ اور پشت پھیر کر بھاگیں گے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوشی میں اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے (اپنے عریش) سے باہر تشریف لائے[۱]

(۲۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور تین بار فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (کفار کے چہرے بگڑ جائیں) پھر اُسے کافروں کی طرف پھینکا، جس سے ان کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، اور حق تعالیٰ کی جانب سے نصرت و فتح نازل ہوئی، اسی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ ۹ ع ۱۶) — پس تم نے قتل نہیں کیا بلکہ (درحقیقت) اللہ نے انکو قتل کیا، اور آپ نے (وہ مٹھی) نہیں پھینکی جبکہ آپ نے پھینکی، بلکہ دراصل وہ اللہ نے پھینکی۔

(۲۳) اسی سال کا واقعہ ہے کہ غزوۂ بدر میں کفار کی مدد کے لئے سراقہ بن مالک مدلجی

---

[۱] اس موقعہ پر آیت کا نزول محل اشکال ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ قمر کی ہے جو مکہ میں نازل ہوئی، پس یا تو یہ کہا جائے کہ آیت کا نزول مکہ میں ہوا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس موقعہ پر تلاوت فرمائی اس سے سمجھا گیا کہ آیت میں "غزوۂ بدر" کے بارے میں پیشگوئی تھی (مترجم)

کی صورت میں ابلیس لعین شیاطین کا لشکر انسانی شکل میں لیکر آیا، اور ان سے کہا ، "آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا حمایتی ہوں" مگر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں فریق جنگ میں مصروف ہوئے اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے فرشتوں کو بکثرت اُترتے دیکھا تو اپنے لشکر سمیت اُلٹے پاؤں بھاگا اور جب ایک مُشرک نے اس سے کہا: سراقہ! تُو تو کہتا تھا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں اب ہمیں چھوڑ کر بھاگ رہا ہے؟ تو ابلیس نے کہا : میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے یعنی فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھ رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں ، واقعی اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے۔

(۴۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے۔ چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے نازل ہوئے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

اِنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ (پ ۹ ع ۱۵) میں تمہاری مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں سے جو پرا باندھ کر آئیں گے۔

بعد ازاں دو ہزار اور آئے ، پس کل تعداد تین ہزار ہو گئی ، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے : " تمہاری مدد کرے گا تین ہزار فرشتوں سے جو آسمان سے نازل کئے جائیں گے۔ اس کے بعد دو ہزار اور آئے اب ان کی تعداد پانچہزار ہو گئی ، چنانچہ ارشاد ہے "تمہاری مدد کریگا پانچہزار فرشتوں سے جن پر خاص نشان ہوں گے"۔

(۴۵) اسی سال غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی کی تلوار ٹوٹ گئی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ نے ان کو کھجور کی ایک شاخ مرحمت فرمائی اور فرمایا : اس سے لڑو ، جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ ، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے اس کو لیا تو ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی ، اور غزوہ بدر کے ختم ہونے تک اس تلوار سے خوب

لڑائی کی، اس کے بعد دیگر غزوات میں وہ اسی تلوار کے ساتھ قتال دجہاد کرتے تھے، اور یہ تلوار ان کے انتقال تک ان کے پاس رہی۔

(۲۶) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت سلمہ بن حریس رضی اللہ عنہ، اسی دن اسلام لائے، اور وہ غیر مسلح تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ابن طاب" نامی کھجور کی ایک شاخ دیکر فرمایا: اس کے ساتھ لڑو۔ یہ ان کے ہاتھ میں آتے ہی بہترین تلوار بن گئی، اور یہ انکے شہید ہونے تک ان کے پاس رہی، وہ ۱۴ھ میں جسرابی عبید کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

(۲۷) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، کی آنکھ اس دن زخمی ہوگئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست مبارک پھیرا، جس سے وہ اسی وقت ٹھیک ہوگئی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنگ احد کا واقعہ ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آتی ہے۔

(۲۸) اس سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جنگ بدر میں معاذ بن عفراؔ یا معوذ بن عفراؔ (موخر الذکر زیادہ راجح ہے) کا ہاتھ کٹ گیا تھا، وہ کٹا ہوا ہاتھ اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگا کر ہاتھ کو اس کی جگہ چپکا دیا۔ چنانچہ وہ پہلے کی طرح ٹھیک ہوگیا۔

(۲۹) اسی سال جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو ٹھیک اسی وقت یہ خبر آئی کہ رومی اہل فارس پر غالب آگئے ہیں، اس سے مسلمانوں کو فرحت پر فرحت ہوئی، ایک غزوۂ بدر میں فتحیابی کی مسرت اور دوسرے رومیوں کے اہل فارس پر غالب آنے کی مسرت ۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس کا وعدہ پہلے ہی سے کر رکھا تھا، چنانچہ ارشاد تھا؛

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (پ ۲۱ ع ۴)	الٓمّٓ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لیکر نو سال تک کے اندر اندر غالب آجائیں گے (بیان القرآن)

یہ بات قسم اول میں ۲ھ نبوت کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

(۴۰) اسی سال غزوۂ بدر کے ایام میں ابوجندل بن سہیل بن عمرو کے بھائی عبداللہ بن سہیل بن عمرو القرشی العامری مشرکین کی صف سے نکل کر مسلمانوں کی صف میں آملے اور مسلمان ہو گئے، یہ غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے، ان کے بھائی ابوجندل کے اسلام کا ذکر انشاء اللہ ۲ھ کے واقعات میں آئے گا۔

(۴۱) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت یزید بن اخنس سلمی، ان کے صاحبزادہ معن بن یزید اور ان کے والد اخنس بن حباب بن حبیب رضی اللہ عنہم تینوں شریک ہوئے ان کے علاوہ صحابہؓ میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کی تین پیڑھیاں جنگ بدر میں شریک ہوئی ہوں۔

(۴۲تا۴۴) اسی سال غزوۂ بدر میں مندرجہ ذیل کافر قتل ہوئے۔

۱۔ عاص بن سعید بن عاص القرشی الاموی

۲۔ ابوالسائب صیفی بن عائذ بن عبداللہ القرشی المخزومی (اس کا بیٹا سائب بن ابی سائب مسلمان ہوا)

۳۔ مالک بن عبیداللہ بن عثمان القرشی التیمی (حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ جو عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں، یہ ان کا بھائی ہے)

۴۔ عمرو بن عبداللہ بن جدعان التیمی

۵۔ حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ المخزومی۔

(۴۵) اسی سال غزوۂ بدر میں یہ معجزہ ہوا کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ، کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ ضائع ہو گئی اور رخسار پر بہنے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا، وہ ایسی ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ امتیاز نہیں ہو سکتا تھا کہ کون سی زخمی ہوئی تھی۔

(۴۶) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ، کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ پھوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب لگایا اور دعا فرمائی، وہ بالکل تندرست ہو گئی اور تکلیف کا کوئی نام و نشان نہ رہا۔

(۴۷) اسی سال غزوۂ بدر میں یا اس سے قبل غنیمت حلال ہوئی اور اس سلسلہ میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ (پ ۱۰ ع ۵) سو جو تم نے غنیمت میں لیا ہے اسے حلال پاک سمجھ کر کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو۔

(۴۸) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشہور تلوار ذوالفقار (فا کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ) حاصل ہوئی، یہ عاص بن منبہ یا نبیہ بن حجاج کا فر کی تھی، یہ دونوں کافر غزوۂ بدر میں کام آئے، اور یہ تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے منتخب فرمائی، یہ غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے ترکہ میں تھی جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو دیدی تھی۔ یہ قول صحیح بخاری کے خلاف ہے۔

(۴۹) اسی سال غزوۂ بدر کے ایام میں امام شافعیؒ کے جدِ اعلیٰ سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف المطلبی اسلام لائے، اور ان کے صاحبزادے

شافع، جن کی جانب امام شافعیؒ کی نسبت ہے، وہ بھی (بعد میں) اسلام لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت وہ سبزہ آغاز تھے، امام شافعی کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد (یہ امام شافعیؒ کا نام ہے) ابن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب، یہ سائب وہی ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا، جیساکہ تقریب اور تذکرۃ القاری میں ذکر کیا ہے۔

(۵۰) اسی سال جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اثنائے سفر میں حضرت خبیب (بضم خا بصیغۂ تصغیر) ابن اساف بن عتبہ الانصاری الخزرجی مشرف باسلام ہوئے، پھر بدر، اُحد اور خندق میں شریک ہوئے، جنگ بدر میں ان کے تلوار کا زخم آیا جس کی وجہ سے ان کا ایک پہلو نیچے ڈھلک گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لگا کر سی دیا۔ انہیں اسی وقت شفا ہو گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کے فوراً بعد مشرکین سے لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ بقول بعض انہیں کے ہاتھ سے امیّہ بن خلف جہنم رسید ہوا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی بیوہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید سے ان کا نکاح ہوا۔

(۵۱) اسی سال غزوۂ بدر میں صحابہ کرام میں سے چار بھائی شریک جہاد ہوئے۔ ایاسؓ عاقلؓ، خالدؓ اور عامرؓ پسران بکیر بن عبد یالیل اللیثی بن عدی بن کعب بن لوئی، ایاسؓ سابقین اولین میں سے تھے۔ یہ اس وقت اسلام لائے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم بن ابی ارقم میں فروکش تھے، اور باقی تینوں بھائی ان کے بعد غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے پھر چاروں بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اور عاقلؓ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ ابن اثیرؒ نے "اسد الغابہ" میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور تذکرۃ القاری بکل رجال البخاری" کے مصنف فرماتے ہیں کہ ایاسؓ کے بھائی عامرؓ بھی دار ارقم کے ایام

میں اسلام لائے تھے۔

اور زرقانی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں کہ "ان چاروں کے تین ماں شریک بھائی بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جن کے نام یہ ہیں: معوذ، معاذ اور عوف۔ ان سب کی والدہ عفراؑ بنت عبید الانصاریہ النجاریہ ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن رفاعہ انصاری سے ہوا تھا، جن سے تین آخر الذکر اولادیں ہوئیں، یعنی معوذ، معاذ اور عوف۔ اور حارث کے انتقال کے بعد ان کا عقد بکیر بن عبد یالیل سے ہوا اور ان سے اول الذکر چار لڑکے ہوئے، ایاس، عاقل، خالد اور عامر۔ گویا اس خوش قسمت خاتون کے سات بیٹے جنگ بدر میں شریک ہوئے اور یہ دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ ان کے علاوہ سات بھائی اس شرف سے مشرف نہیں ہوئے۔

(۵۲) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت ابو عمارہ خزیمہ بن ثابت بن فاکہ الانصاری الاوسی الخطمی شریک ہوئے، یہ "ذوالشہادتین" (دو شہادتوں والا) کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تنہا شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے قائم مقام قرار دیا تھا، جس کا طویل واقعہ ابن اثیر کی کتاب "اسد الغابہ" میں مذکور ہے ـــــ یہ پہلی بار بدر میں شریک ہوئے اور بعد ازاں تمام غزوات میں شریک رہے، یہی قول راجح ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ احد میں شریک نہیں ہوئے، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(۵۴-۵۳) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت عبیدہ بن حارث بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی شہید ہوئے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

نیز حضرت حارثہ بن رُبیع (بصیغۂ تصغیر یا کے کسرہ کے ساتھ) شہید ہوئے۔ رُبیع ان کی والدہ ماجدہ کا نام ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی [illegible] بن حارث بن عدی الانصاری النجاری ہیں۔ انہی حارثہؓ کے

کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "وہ جنت الفردوس میں ہیں۔ جو سب سے اوپر کی جنت ہے۔" حضرت حارثہؓ جنگ بدر میں مخالفین کی صف میں تھے، "انصار میں سے غزوۂ بدر میں سب سے پہلے یہی شہید ہوئے، شہدائے بدر کے ضمن میں ان کا ذکر مکرر آئیگا۔

(۵۵) اسی سال غزوہ بدر سے دو دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی۔ ایک ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ چنانچہ جس جس جگہ ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا تھا کفار ٹھیک اسی اسی جگہ مقتول پڑے تھے، ان میں سے ایک کافر بھی ادھر ادھر نہیں تھا۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تھا۔

(۵۶) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت عُمَیر (بصیغہ تصغیر) ابن حُمام (بضم حا) رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جن کے کھانے میں مشغول تھے۔ اتنے میں ان کے کان میں آواز پڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں شہید ہونے والوں کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں، یہ سنتے ہی انہوں نے کھجوریں پھینک ڈالیں، تلوار ہاتھ میں لی، اور کافروں کی فوج پر پل پڑے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

(۵۷) اسی سال غزوۂ بدر میں چودہ صحابہ شہید ہوئے، چھ مہاجری اور آٹھ انصاری تفصیل حسب ذیل ہے، مہاجرین قریش میں سے تین

۱۔ عُمَیر بن ابی وقاص القرشی الزہری، یہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں۔

۲۔ صفوان بن وہب المعروف بہ ابن بیضاء القرشی الفہری۔

۳۔ عُبَیدہ (بصیغہ تصغیر) بن حارث بن عبد المطلب[1] بن عبد مناف القرشی المطلبی، قدیم الاسلام صحابی ہیں، جنگ بدر میں ان کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ مقام بدر میں ان کا

---

[1] ص ۸۳ میں بھی نام گزر چکا ہے وہاں حارث بن مطلب بن عبد مناف ذکر کیا گیا ہے۔ مترجم

انتقال نہیں ہوا۔ بلکہ زخمی حالت میں مدینہ واپس لائے جا رہے تھے کہ راستے میں "صفرا" نامی موضع میں جان بحق ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے، وہاں اب تک ان کی قبر زیارت گاہِ خاص و عام ہے، اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے، جاہل عوام گمان کرتے ہیں کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی صحابی کی قبر ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ابوذر رضی کی قبر 'ربذہ' میں ہے۔

اور حلفائے قریش میں سے تین:

۱۔ عاقل بن بکیر اللیثی۔

۲۔ مِہْجَعْ یمنی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، کے حلیف تھے۔ یہ دونوں بنو عدی کے حلیف تھے۔

۳۔ ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو بن نضلۃ الخزرجی۔ یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔

ایک اور صحابی ذوالیدین کے نام سے معروف ہیں، جن کے نماز میں کلام کرنے کا قصہ مشہور ہے، اور جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ "نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے"؟ یہ ذوالشمالین کے علاوہ دوسرے صاحب[1] ہیں اور انصار کے قبیلہ خزرج کے چھ:

۱۔ عُمیر بن حُمام۔ بنو سلمہ سے، جن کا ذکر اوپر گذرا

۲۔ یزید بن حارث عرف ابن فُسْحُم۔ بنو حارث بن خزرج سے۔

۳۔ رافع بن معلی۔

۴۔ حارثہ بن سراقہ بن حارث۔ بنو نجار سے۔

۵۔ ۶۔ عوف اور معوذ پسرانِ عفراء۔ ان کے تیسرے بھائی معاذ بن عفراء بدر میں شہید نہیں ہوئے۔ البتہ زخمی ہو گئے تھے۔ اور بدر سے واپسی کے بعد مدینہ میں انکا انتقال

---

[1] بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ "ذوالشمالین" اور "ذوالیدین" ایک شخصیت کے دو لقب ہیں۔ مترجم

ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک وہ حیات رہے، اور ایک قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک۔ اور انصار کے قبیلۂ اوس کے دو:

۱۔ سعد بن خیثمہ

۲۔ بشر بن عبد المنذر بن زنبر رضی اللہ عنہما، ان دونوں کا تعلق قبیلہ اوس کی ایک شاخ بنو عوف سے تھا۔

(۵۸) اسی سال غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت عمیر بن حمام مذکور اور ان کے رفقاء کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی "اور ان لوگوں کو، جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے، مردے نہ کہو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں" الآیہ

(۵۹) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھائی طالب بن ابی طالب گم ہو گیا تھا، اسے جنات اُچک کر لے گئے تھے، ابو طالب کی اولاد میں طالب سب سے بڑا تھا۔ اور یہ کافر مرا۔ اس کے علاوہ اولادِ ابی طالب میں سے کسی کا خاتمہ کفر پر نہیں ہوا، اس کے تینوں بھائی علی، عقیل اور جعفر رضی اللہ عنہم دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

(٦۰) اسی سال غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، اسلام لائے، مگر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی بلکہ مکہ میں مقیم رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا، یہاں تک کہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے اہل و عیال سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ ۸ھ میں فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کے ارادے سے نکلے، راستہ میں مقام "ابواء" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ فتح مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ اس لئے یہ خود راستہ ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس

لوٹ آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور اس کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شریک ہوئے جیساکہ ۸ھ کے واقعات کے ذیل میں آئے گا

(۶۱) اسی سال غزوۂ بدر کے بعد حضرت ابوالدرداءؓ رضی اللہ عنہ اسلام لائے، ان کا نام عُوَیمِر ہے، والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے عامر کہا ہے، بعض نے مالک اور بعض نے ثعلبہ۔

(۶۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت "ابو تراب" رکھی، سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اور یہ نام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ ور حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، کی کنیت "ابو تراب" غزوۂ عشیرہ کے ایام میں تجویز فرمائی تھی" اور پہلے گذر چکا ہے کہ غزوہ عشیرہ جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ ۲ھ میں ہوا تھا۔

(۶۳) اسی سال غزوۂ بدر سے کچھ بعد حضرت خالد بن ولید کے بھائی ولید بن مغیرہ مخزومی اسلام لائے، ولید جنگِ بدر کے قیدی کافروں میں شامل تھے، ان کے بھائی خالد نے ان کی رہائی کا معاوضہ ادا کیا، اور یہ آزاد ہوتے ہی مسلمان ہوگئے، مگر ان کے بھائی خالد کو اسلام کی توفیق بہت دیر بعد ہوئی اور وہ صفر ۸ھ میں اسلام لائے اس میں کچھ اختلاف بھی ہے، اس کا ذکر ۸ھ کے واقعات میں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت فجر میں ان ہی ولید بن ولید کے لئے بشمول دیگر مستضعفین کے، دعا کیا کرتے تھے، جیساکہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

(۶۴) خُنیس بن حذافہ کا انتقال: اسی سال غزوۂ بدر سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تو خنیس بن حذافہ بن قیس القرشی السہمی کا انتقال ہوا۔ یہ ام المومنین

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر تھے، جنگ بدر میں زخمی ہو گئے تھے، جن سے جانبر نہ ہو سکے، بعض نے ان کی وفات غزوۂ احد کے بعد بتائی ہے، مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

(۶۵) سجدۂ شکر: اسی سال جب غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد آپؐ کو مومنین کی فتح و نصرت کی بشارت ملی تو آپؐ حق تعالیٰ کی حمد و شکر بجا لائے اور شکرانہ کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔

(۶۶) اسی سال غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے کافر قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنے کا مشورہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے عرض کیا: "ان سے فدیہ نہ لیجئے بلکہ انہیں قتل کیجئے تاکہ زمین ان دشمنانِ خدا سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔" بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ لینے کا فیصلہ فرمایا، اس پر حق تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہوا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں وحی نازل فرمائی۔ مندرجہ ذیل آیت اسی موقعہ پر نازل ہوئی۔

لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (پ۱۰ ع ۵)

اگر خدائے تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی (بیان القرآن)

(۶۷) ثابت بن ضحاک کی ولادت: اسی سال ثابتؓ بن ضحاک بن خلیفۃ الانصاری الاشہلی کی ولادت ہوئی۔ ان کی عمر وصال نبوی کے وقت آٹھ سال تھی۔ جیسا کہ ابن اثیر نے "اسد الغابہ" میں لکھا ہے۔

(۶۸) غزوۂ بدر میں مبارزت: اسی سال غزوۂ بدر میں یہ واقعہ ہوا کہ تین مسلمان یعنی

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم تین مشرکین یعنی عُتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں نکلے۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ نے شیبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کر ڈالا، بعدازاں دونوں حضرات عبیدہ کی مدد کو آگے بڑھے، اور عُتبہ کو واصل بجہنم کیا۔ انہی چھ اشخاص کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ (پ ع ۹)

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے دربارے اپنے رب کے اختلاف کیا سو جو لوگ کافر تھے ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

(بیان القرآن)

(۶۹) فرعونِ اُمّت کا قتل: اسی سال غزوۂ بدر میں اس اُمّت کا فرعون ابوجہل بن ہشام خَذَلَهُ اللّٰهُ قتل ہوا۔ جسے معاذ و معوذ پسران عفراء نے معاذ بن عمرو بن جموح کی شرکت سے قتل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیکھ کر آؤ کہ ابوجہل کا کیا بنا؟" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اس کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ رمق باقی ہے، اس کے سینہ پر چڑھ گئے اور تلوار سے اس کا سر کاٹ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حق تعالیٰ کی حمد بجالائے اور سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

(۷۰) مقتولین بدر: اسی سال غزوۂ بدر میں مشرکین کے ستر سربرآوردہ افراد کام آئے، مثلاً: اُمیہ بن خلف، عُتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ولید بن عتبہ، طعیمہ بن عدی۔ یہ مطعم بن عدی کا بھائی تھا۔ زمعہ بن اسود، اس کے دو بھائی حارث اور عقیل پسران اسود، ابوالبختری، نبیہ اور منبہ پسران حجاج۔ اسود بن عبدالاسود مخزومی۔ یہ جنگ بدر میں سب سے پہلا مشرک تھا جو قتل ہوا۔ وغیرہم

(۷۱) اسی سال غزوۂ بدر میں ستّر کافر قیدی بنائے گئے مثلاً:

۱۔ سُہَیل بن عمرو القرشی العامری (بعد میں اسلام لائے)

۲۔ ابو وداعہ بن صُبَیرہ السہمی۔ اس کا لڑکا مُطَّلِب بن ابی وداعہ صحابی ہے۔

۳، ۴۔ حنظلہ اور عمرو پسران ابوسفیان صخر بن حرب۔

۵۔ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبدمناف القرشی العبشمی، یہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں (بعد میں مسلمان ہوئے)۔

۶۔ عقبہ بن ابی معیط القرشی العجلانی۔

۷۔ نضر بن حارث، یہ سب سے پہلا کافر تھا جو جنگ بدر میں پکڑا گیا۔ مشرکین کے مقتولوں اور قیدیوں کی تفصیل "سیرت شامیہ" اور شرح مواہب زرقانی میں مذکور ہے، وہاں دیکھی جائے۔

(۷۲) اسی سال غزوۂ بدر سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "الصفراء" پہنچے تو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو نضر بن حارث کے قتل کا حکم فرمایا، چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔ اور جب "عرق الظبیہ" پہنچے تو عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ، کو عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم فرمایا، چنانچہ وہ بھی قتل کر دیا گیا، یہی نضر بن حارث تھا جو عجم سے جھوٹے افسانے اور قصے کہانیاں خرید کر لاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معارضہ میں ان کو پیش کر کے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تو تمہیں قصے کہانیاں سناتے ہیں۔ لو میں ان سے اچھے قصے خرید کر لایا ہوں، ان کو سنو۔ اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت اسی کے حق میں نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ	اور بعضا آدمی ایسا (بھی) ہے جو ان باتوں کا
الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ	خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی
اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا	ہیں، تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ

هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (پ ۲۱ ع ۱۰) کرے اور اس کی ہنسی اڑا دے، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے (بیان القرآن)

اور اسی نضر بن حارث نے کہا تھا: "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ پیش کرتے ہیں اگر یہ واقعی تیری جانب سے سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا"۔ اہل سیر کا اجماع ہے کہ نضر اپنے کفر پر قتل ہوا، اور ابن مندہ کو وہم ہوا ہے کہ وہ اسلام لایا تھا، ابن اثیر وغیرہ تمام حفاظ نے اسے غلط کہا۔

(۳) ابولہب کی موت: اسی سال غزوۂ بدر سے فراغت کے سات روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بن عبدالمطلب بحالت کفر مرا، اس کی موت کا سبب "عدسہ" نامی بیماری تھی، جو جسم کے مختلف حصوں میں مسور کے دانوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے، اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوتی ہے، عرب اس کو بہت ہی منحوس بیماری سمجھتے تھے، ان کے خیال میں یہ بدترین متعدی بیماری تصور کی جاتی تھی۔

(۴) عمر بن ابی سلمہ کی ولادت: اسی سال حبشہ کی سرزمین میں حضرت عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کی ولادت ہوئی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے اور ان کی والدۂ ماجدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی عمر وصال نبوی کے وقت نو سال تھی۔

(۵) اسی سال غزوۂ بدر سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک میدان بدر میں فروکش رہے، تیسرے دن اس گڑھے کے پاس آئے جس میں کفار قریش کی مردار لاشیں ڈالی گئی تھیں، اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا: "ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اسے واقع کے مطابق پایا، سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا؟"

بعد ازاں (حاضرین سے) فرمایا: "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے ان (مقتول

کافروں) سے زیادہ نہیں سُن رہے (مگر یہ جواب نہیں دے سکتے) یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔

(۷۶) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، کو جنگِ بدر میں قید کیا گیا (یہ اس وقت کفارِ قریش کی صف میں تھے) اور قیدیوں سے فدیہ لینے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عباس رضؓ نے عذر کیا کہ ان کے پاس (فدیہ ادا کرنے کے لئے) مال نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سونے سے فدیہ ادا کرو جو تم نے جنگ بدر کے لئے آنے سے قبل اپنی بیوی کے سامنے اپنے گھر میں دفن کیا تھا، اور اسے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہو جائے تو یہ مال میرے تین بیٹوں فضل، عبداللہ اور قثم کا ہے" یہ سُنکر حضرت عباس رضؓ نے عرض کیا، آپ نے صحیح فرمایا، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کیونکہ میرے اور میری بیوی ام الفضل کے علاوہ کسی کو اس قصہ کی خبر نہیں تھی، (یقیناً آپ کی یہ اطلاع وحیِ الٰہی پر مبنی ہے) چنانچہ یہی واقعہ ان کے اسلام کا سبب ہوا۔

(۷۷) اسی سال غزوۂ بدر سے مدینہ طیبہ واپس آنے پر حضرت عُمیر بن وہب جمحی اسلام لائے جو اسلام لانے سے قبل شیاطین قریش میں شمار کئے جاتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے درپے آزار رہتے تھے، چنانچہ یہ مکہ سے مدینہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا، اور مکہ لوٹ گئے، بعد ازاں یہ کفار قریش کو اسی طرح ایذا دینے لگے جس طرح اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ایذا دیتے تھے۔

ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے صفوان بن امیہ جمحی سے حطیم کعبہ میں ایک خفیہ مشورہ کیا تھا (جس کی خبر ان دونوں کے سوا کسی تیسرے شخص کو نہیں تھی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ میں اس مشورہ کی اطلاع دی، چنانچہ اس معجزہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و رسالت کا یقین ان کے دل میں پیوست ہوگیا اور اس بنا پر یہ اسلام لے آئے۔

(۷۸) حضرت فاطمہؓ کا عقد: اسی سال اواخر صفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے ساڑھے چار مہینے بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نکاح کے وقت انیس سال ڈیڑھ ماہ تھی، کیونکہ صحیح قول کے مطابق نبوت سے پانچ سال قبل تعمیر کعبہ کے ایام میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، چنانچہ علامہ ابن علان نے "شرح اذکار نووی" میں اس قول کی تصحیح کی ہے۔ بنا برین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے پینتیسویں سال ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، کی عمر نکاح کے وقت چوبیس سال ڈیڑھ ماہ تھی، کیونکہ ان کی ولادت ۳۰ھ میلاد نبوی میں ہوئی تھی۔

(۷۹) حضرت فاطمہؓ کی رخصتی: اسی سال غزوۂ بدر کے بعد ذی الحجہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ۲۲ ماہ بعد۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر آباد ہوئیں۔ ایک قول کے مطابق یہ ۳ھ کا واقعہ ہے، مگر راجح پہلا قول ہے۔

(۸۰) مسور بن مخرمہ کی ولادت: اسی سال مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کی ولادت مکہ میں ہوئی، ان کی عمر وصال نبوی کے وقت آٹھ سال تھی، سن پیدائش اس میں شامل نہیں یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، کے بھانجے ہیں۔

(۸۱) مروان بن حکم کی ولادت: اسی سال مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیۃ القرشی الاموی کی ولادت ہوئی۔ وصال نبوی کے وقت وہ ہشت سالہ تھے۔

(۸۲) اسی سال غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شُقران (بضم شین وسکون

قاف) کے مالک ہوئے، یہ اسی لقب کے ساتھ مشہور ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ان کا اصل نام صالح ہے، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حبشی غلام تھے، انہوں نے غزوہ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کو بطور ہدیہ پیش کر دیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید لیا تھا۔ اور پھر آزاد کر دیا تھا جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وصال غسل دینے کی سعادت حاصل کی تھی ان میں یہ شقران رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

(۸۲) اسی سال سائب بن یزید جو "نمر کا بھانجا" کے عرف سے معروف ہیں، پیدا ہوئے، سات سال کی عمر تھی کہ اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔

فصل: ۳ھ کے واقعات

(۱) حضرت حفصہؓ سے عقد: اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، یہ صحیح تر قول کے مطابق شعبان ۳ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ شامی نے اپنی سیرت میں بعد از ہجرت کے واقعات میں ذکر کیا ہے، یہ قول اس امر پر مبنی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ کا انتقال غزوۂ احد سے قبل ہوا تھا، اور یہ کہ ان کی موت کا سبب وہ زخم تھے جو انہیں غزوۂ بدر میں آئے، ان کی موت بدر و احد کے مابین واقع ہوئی۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقد غزوۂ احد کے بعد ۳ھ میں ہوا تھا، کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ جیسا کہ حافظ نے "الاصابہ" میں ذکر کیا ہے۔ یاد رہے کہ غزوۂ احد نصف شوال ۳ھ میں ہوا۔ مگر پہلا قول ہی صحیح تر ہے، اور حافظ نے "الاصابہ" میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے عقد: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہؓ سے عقد کیا۔ یہ کثرتِ صدقہ کی بنا پر "ام المساکین" کہلاتی تھیں ان کے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ احد میں جو بالاتفاق شوال ۳ھ میں ہوا، شہید ہوگئے تھے، عدت پوری ہونے کے بعد ذی الحجہ ۳ھ میں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو یا تین مہینے رہ کر ربیع الاول یا ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رمضان سنہ ۳ھ میں نکاح کیا تھا، نکاح کے بعد آٹھ مہینے بقید حیات رہیں، اور ربیع الاول سنہ ۴ھ میں یا بقول بعض ربیع الآخر سنہ ۴ھ میں۔ وفات پائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوا۔ یہ اس قول پر مبنی ہے کہ ریحانہؓ (جن کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوئی) آپ کی باندی تھیں، زوجہ نہیں تھیں۔

(۳) عبداللہ بن عثمانؓ کی وفات: اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کے صاحبزادے عبداللہ کا جو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، چھ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ سنہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگا مارا، جس سے چند دن بیمار رہ کر انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور ان کے والد ماجد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا۔

(۴) حضرت ام کلثومؓ کا نکاح: اسی سال ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، اور اسی سال جمادی الاخریٰ کے آخر میں رخصتی ہوئی "تذکرۃ القاری" میں ہے کہ "حضرت ام کلثومؓ قبل از وقت نبوت، حضرت زینبؓ کے بعد اور حضرت فاطمہؓ سے قبل پیدا ہوئیں"۔ بنابریں ان کی ولادت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک چونتیس ہوگا۔

(۵) حضرت حسنؓ کی ولادت: اسی سال نصف رمضان میں حضرت حسن بن

علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اور اس کے پچاس دن بعد ذی العقدہ میں حضرت حسینؓ شکم مادر میں آئے۔

(۶) تحریم خمر: اسی سال۔ یا ۸ھ میں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

(۷) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابتؓ کو یہود کی تحریری زبان سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا، "مجھے ان سے اطمینان نہیں۔ کہیں وہ میرے خطوط میں گڑبڑ نہ کر دیں"۔ اور بقول بعض یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔

(۸) نماز خوف: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ "ذات الرقاع" میں نماز خوف پڑھی، یہ قطب کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۵ھ میں۔ شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

لیکن غزوہ "ذات الرقاع" کی تاریخ میں متعدد قول ہیں ۴ھ، ۵ھ، ۷ھ اور یہی آخری قول زیادہ صحیح ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں اسے غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں ذکر کیا ہے، اور جمہور کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلی نماز خوف غزوہ "ذات الرقاع" میں پڑھی گئی۔ لہذا مذکورہ بالا اقوال نماز خوف میں بھی جاری ہوں گے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز خوف "غزوہ عسفان" میں نازل ہوئی اور بقول بعض "غزوہ ذی قرد" میں۔ اور یہ دونوں غزوے ۶ھ میں ہوئے تھے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

(۹) غزوۂ اُحد: اسی سال شوال میں "غزوۂ اُحد" ہوا، جیسا کہ غزوات کے باب میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور اس میں ستر صحابہ شہید ہوئے، منجملہ ان کے سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کی شہادت ہوئی، رضی اللہ عنہ وعنہم، ان کی شہادت۔ مشہور تر قول کے مطابق۔ بروز ہفتہ نصف شوال کو ہوئی

تھی۔ جیسا کہ غزوات میں گذر چکا۔

(۱۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے حق میں ان کی شہادت کے بعد ارشاد فرمایا کہ آسمان میں فرشتے حمزہؓ کو "اللہ کا شیر اور اس کے رسول کا شیر" کہہ کر پکارتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ اور دیگر شہدائے اُحد کی نماز جنازہ کا ذکر اس فصل کے بعد آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) اسی سال غزوہ اُحد میں حضرت مُصعب بن عُمیرؓ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما شہید ہوئے، حضرت عبداللہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

(۱۲) اسی سال غزوہ اُحد میں حضرت حمزہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کو دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

(۱۳) اسی سال غزوہ اُحد میں حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ الانصاری الخزرجی شہید ہوئے۔

(۱۴) غزوہ اُحد میں دُعائیہ خطبہ: اسی سال ـ جب مشرکین جنگ اُحد سے واپس ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: سیدھے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے رب کی حمد و ثنا کروں، چنانچہ تمام حضرات آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ — اے اللہ! تیرے ہی لئے ہیں تعریفیں سب کی سب

اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ — اے اللہ! جس چیز کو تو کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں ـ اور جس چیز کو تو بند کرے اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔

وَلَا هَادِيَ لِمَا اَضْلَلْتَ — اور جس کو تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت

وَلَا مُضِلَّ لِمَا هَدَيْتَ

دینے والا نہیں۔ اور جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں۔

وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ

اور جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اور جو کچھ تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ

اور جسکو تو دور کر دے اسے کوئی قریب لانے والا نہیں۔ اور جس کو تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔

اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ

اے اللہ! کھول دے ہم پر اپنی برکتیں اپنی رحمتیں، اپنا فضل اور اپنا رزق

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ الْمُقِيمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ

اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں قائم رہنے والی نعمت قیامت کے دن اور امن خوف کے دن

اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَشَرِّ مَا مَنَعْتَنَا

اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم کو عطا کی اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک لی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ

اے اللہ! محبوب بنا دے ہمارے لئے ایمان کو، اور آراستہ کر دے اسکو ہمارے دلوں میں، اور ناپسندیدہ بنا دے ہمارے لئے کفر فسق اور نافرمانی کو۔

وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ

اور بنا دے ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں میں

اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ

اے اللہ! وفات دے ہم کو اسلام کی حالت

وَالْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ — میں اور ملا دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ،
غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ — درآنحالیکہ نہ ہم رسوا ہوں نہ پشیمان۔
اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ — اے اللہ ہلاک کر دے ان کافروں کو جو
يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ — جھٹلاتے ہیں تیرے رسولوں کو اور جو روکتے
سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةَ السَّوْءِ — ہیں تیرے راستے سے، اور ڈال ان پر بری
وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ — آفت، اور نازل کر ان پر اپنی مار اور اپنا عذاب
وَقَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ — اور ہلاک کر ان کافروں کو جنکو دی گئی کتاب۔

(۱۵) نوحہ کی حرمت: اسی سال غزوۂ اُحد کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ میت پر نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے۔ اس سے قبل یہ حرام نہیں تھا، نہ غزوۂ اُحد کے ایام میں۔ اسی بنا پر شہدائے احد پر عورتوں نے نوحہ اور ماتم کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا، حمزہؓ پر رونے والی کوئی نہیں۔ پس عورتوں نے اپنے مقتولین کی طرح حضرت حمزہؓ پر بھی نوحہ کیا، جب وہ اس سے فارغ ہوئیں تو نوحہ کی حرمت نازل ہوئی اور اس دن سے نوحہ کی ممانعت کر دی گئی، جیساکہ حافظ ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایہ" میں اور علامہ شامی نے اپنی سیرت میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۱۶) اسی سال غزوۂ اُحد سے فراغت کے بعد مشرکین نے حضرت حمزہؓ کی لاش کا مُثلہ کیا (کان، ناک وغیرہ کاٹ لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا، "میں حمزہؓ کے بدلے میں تمہارے ستّر آدمیوں کا مثلہ کروں گا" اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (آیۃ ۱۲۶) — اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔

(۱۷) اسی سال غزوۂ اُحد میں ھند بنت عتبہ اور کفار مکہ کی دیگر عورتیں مشرکین کو لڑائی پر برانگیختہ کرنے کے لئے دف اور ڈھول بجا بجا کر مندرجہ ذیل گیت گاتی تھیں

نحن بنات طارق	نمشی علی النمارق
مشی القطا النوائق	والدر فی المخارق
والمسک فی المفارق	ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق	او تدبروا نفارق

فراق غیر وامق

ترجمہ : ہم طارق زادیاں ہیں، قالین پر قطا کی چال چلا کرتی ہیں ہمارے کانوں میں موتی ہیں اور مانگ میں کستوری۔ تم آگے بڑھو تو تمہیں گلے لگائیں گی، اور تمہاری راہ میں قالین کا فرش بچھائیں گی۔ اور تم نے پیٹھ دکھائی تو علاقۂ الفت قطع کر کے تم سے جدا ہو جائیں گی!

(۱۸) غزوۂ اُحد میں دعا : اسی سال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر فتح و نصرت کی دعا مانگی، اور اسی دعا میں یہ فقرہ بھی تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُنْشِدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ	اے اللہ! میں آپ کو آپ کے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں۔
اَللّٰھُمَّ اِنْ تَشَآءُ تُھْلِکُ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ بَعْدَ ھٰذَا الْیَوْم	اے اللہ! اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو جائے تو آج کے بعد آپ کی عبادت نہیں ہوگی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا آپ نے غزوۂ بدر میں کی، اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں کی، قول اوّل کو امام احمد و مسلم نے حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے اور دوسرا قول کو ابن جریر اور بیہقی نے ابن عباس رضؓ سے نقل کیا ہے، اور تیسرا قول ابن

سعد نے سعید بن مسیب سے مرسلاً نقل کیا ہے۔ بظاہر ان میں منافات ہیں اس لئے تینوں موقعوں پر یہ دعا کی ہوگی۔

(۱۹) اسی سال غزوۂ حمراء الاسد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور شاعر ابی عزہ عمرو بن عبداللہ الجمحی کے حق میں ارشاد فرمایا تھا: "مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا"

اس کا قصہ یہ ہے کہ شاعر مذکور پہلے غزوۂ بدر میں قید ہوا تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں بہت ہی فقیر و محتاج اور عیال دار ہوں چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں، آپؐ از راہِ احسان مجھے بلا معاوضہ رہا کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رہا کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آپؐ کے خلاف کسی کافر کی مدد کو نہیں آئے گا۔ یہ رہا ہو کر مکہ آیا، عہد شکنی کی اور جنگ اُحد میں دوبارہ مشرکین کی مدد کو آیا، بدقسمتی سے یہاں بھی قید ہوا، اور آپؐ سے دوبارہ وہی درخواست کی کہ ایک بار پھر احسان کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میں تجھے موقعہ نہیں دوں گا کہ تو مکہ جا کر کہے کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوبارہ فریب دیدیا۔ چنانچہ اس کے قتل کا حکم فرمایا، اور ارشاد فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا" یہ ارشاد ان جامع کلمات میں سے ہے جو سب سے پہلے آپؐ ہی کی زبان مبارک سے سُنا گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

تنبیہ: یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ ابو عزہ دوبارہ جنگِ اُحد میں قید ہوا، بعض کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے، مگر بعض میں یہ ہے کہ اس کا دوبارہ قید ہونا غزوۂ حمراء الاسد میں ہُوا ـــــ جو غزوۂ اُحد کے بعد متصل ہوا تھا۔ جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ بظاہر وہ درحقیقت غزوۂ حمراء الاسد ہی میں قید ہوا تھا، اور غزوۂ احد کی طرف اس بنا پر منسوب کر دیا گیا کہ یہ دونوں غزوات متصل ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

(۲۰) اسی سال غزوۂ اُحد میں آپؐ نے اوپر نیچے دو زرہیں ۔

(۲۱) اسی سال غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا،

اِرْمِ سَعْدُ! فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ — سعد! تیر پھینکو، میرے ماں باپ تجھ پر قربان

کہا جاتا ہے کہ "میرے ماں باپ تجھ پر قربان" کے الفاظ آپؐ نے غزوۂ خندق میں حضرت زبیر ابن عوامؓ سے بھی فرمائے تھے۔ ان دو کے علاوہ کسی تیسرے کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔

(۲۲) اسی سال غزوۂ اُحد میں، صحیح تر قول کے مطابق۔ اور بقول بعض ۲ھ میں غزوۂ بدر میں ۔ حضرت قتادہ بن نعمان الاوسی رضی اللہ عنہ، کی آنکھ زخمی ہو گئی تھی، اور اپنی جگہ سے نکل کر رخسار پر آ رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی آنکھ بند کی اور لعاب مبارک لگایا تو اسی وقت ٹھیک ہو گئی، یہاں تک کہ یہ پہچان نہیں ہو سکتی تھی کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔ اس معجزہ کا ذکر ۲ھ میں گذر چکا ہے، چونکہ اس کے زمانۂ وقوع میں اختلاف ہے اس لیے دونوں جگہ ذکر کر دیا گیا۔

(۲۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جنگِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ آنحضرتؐ نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی پس یہ تلوار "العرجون" کہلاتی تھی اور یہ ایک دوسرے کے ہاتھ منتقل ہوتی رہی، یہاں تک کہ بنا ترکی نے اسے دو صد دینار میں خرید لیا۔

(۲۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی تانت ٹوٹ کر اتنی چھوٹی رہ گئی تھی کہ کمان کے دونوں سروں تک نہیں پہنچتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور آپؐ کی دُعا کی برکت سے وہ اتنی لمبی

ہوگئی کہ اس کا کچھ حصہ کمان پر لپٹنا پڑا۔

(۲۵) اسی سال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک، بدبخت کافر عتبہ بن ابی وقاص خذلہ اللہ نے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی تھا، پتھر مارنے سے شہید ہوا۔ یہ دندان مبارک سامنے کے نچلے دانتوں میں سے داہنی جانب کا تھا۔

(۲۶) اسی سال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک اور رُخِ انور پر زخم آئے، اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں پیوست ہوگئے۔ اور یہ عبداللہ قمیئہ کافر "خذلہ اللہ تعالیٰ" کی سنگباری سے ہوا تھا، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کافروں کے لئے بددُعا فرمایئے جنہوں نے آپ کو زخم پہنچائے اور اذیت دی، آپؐ نے دعا فرمائی "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ اور ایک روایت میں اس کے بجائے یہ لفظ ہیں۔ اے اللہ میری قوم کی بخشش فرما، کہ یہ جانتے نہیں" چنانچہ آپؐ نے ان کافروں کے لئے ہدایت اور خیر ہی کی دعا فرمائی، البتہ عُتبہ اور ابن قمیئہ کے لئے بددُعا فرمائی، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(۲۷) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ عتبہ بن ابی وقاص جس کے پتھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا، آپؐ نے اس کے لئے بددُعا فرمائی: اے اللہ! یہ سال پورا ہونے سے پہلے بحالت کفر مرے"۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ابھی سال نہیں گذرا تھا کہ کافر مرا اور جہنم میں گیا۔

(۲۸) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا عبداللہ بن قمیئہ کے حق میں جس نے آپؐ پر سنگباری کی تھی۔ آپؐ کی بددعا قبول ہوئی، آپؐ نے اسے بددُعا دی تھی: اَقْمَاکَ اللّٰہُ "اللہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے"۔ تھوڑے عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بزکوہی (پہاڑی بکرا) مسلط کر دیا، اور اس نے سینگ مار مار کر اس کا

جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، یوں واصلِ جہنم ہوا۔

(۲۹) اسی سال غزوۂ احد میں یہ معجزہ ہوا کہ ملائکہ ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے آسمان سے اترے اور شریکِ قتال ہوئے، ان میں جبریل علیہ السلام "حیزوم" نامی گھوڑے پر سوار تھے، نیز میکائیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہؓ نے بھی فرشتوں کو جنگ میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے دیکھا، نیز صحابہؓ کرام نے یہ منظر دیکھا کہ کافروں کی گردنیں کٹ کٹ کر گر رہی ہیں جبکہ مقابلہ میں کوئی انسان نہیں، نہ کوئی آدمی انہیں مار رہا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ: "میں نے جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب دو فرشتوں کو دیکھا، جو شدید جنگ کر رہے تھے، اور سفید براق لباس پہن رکھا، ان فرشتوں کو نہ اس واقعہ سے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ یعنی جبریل و میکائیل۔

(۳۰) اسی سال غزوۂ احد میں ابوالدحداح ثابتؓ بن الدحداح، عمروؓ بن جموح، اوسؓ بن ثابت (حسان بن ثابت کے بھائی) اور حضرت جابرؓ کے والد عبداللہؓ بن عمرو بن حرام الانصاری بھی شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ ۱۲ نقیبوں سے ایک تھے، جنگ احد میں سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے، عمرو بن جموحؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۳۱) نیز اسی سال غزوۂ احد میں حضرت انس بن النضر (حضرت انس بن مالک کے چچا) شہید ہوئے، اور کفار نے ان کی لاش مبارک کو مسخ کر دیا کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ محترمہ ربیع بنت نضر نے انگلیوں کے نشانات سے ان کی شناخت کی۔ انہی شہدائے احد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (پ ۲۱ ع ۱۹) — کچھ "مرد" وں نے سچ کر دکھایا جس کا عہد باندھا تھا اللہ سے۔

(۲۱-۲۲) اسی سال غزوۂ اُحد میں بہت سے کافر مارے گئے، جن کی تعداد ۲۲ ہے یا اس سے زیادہ، بلکہ زرقانی شرح مواہب میں کہتے ہیں "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تیس سے زیادہ کافر جہنم رسید کئے، بعدازاں خود بھی شہید ہو گئے"۔ مندرجہ ذیل کفار قابلِ ذکر ہیں:

۱- دشمنِ خدا اُبَی بن خلف ــ امیہ بن خلف کا بھائی جو غزوۂ بدر میں قتل ہوا تھا۔ اس بدبخت اُبَی نے غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ نعوذ باللہ قتل کرنے کے ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار کا حملہ کیا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے نیزے کے ساتھ، جو آپؐ کے دستِ مبارک میں تھا، اس کو مارا، جس سے اس کی پسلیاں اور ہنسلی ٹوٹ گئی اور مقتول و مخذول ہوا۔ یہی کافر تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ پس اس کی وہی حالت ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی: "اللہ کا غضب ٹوٹ پڑا اس شخص پر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب سے وہ ملعون جان سے نہیں مرا تھا، بلکہ اس میں کچھ رمق ابھی باقی تھی، مشرکین اس کو اونٹ پر لاد کر لے گئے، اور جب مرّ الظہران پہنچے، جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے اور جسے آجکل وادی فاطمہ کہتے ہیں، تو وہاں جا کر مُردار ہوا،

۲- ابو عامر راہب

۳- طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ القرشی العبدری الجمحی (عثمان و سعید پسران ابی طلحہ کا بھائی ہے، اور یہ عثمان شیبہ کا والد ہے) شیبہ کو جنگ اُحد میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اور شیبہ کا والد عثمان بحالتِ کفر

قتل ہوا، البتہ اس کا بیٹا شیبہ فتح مکہ کے دن اسلام لایا، جیسا کہ ۸ھ کے واقعات میں آئے گا۔ اور شیبہ کا چچازاد بھائی عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ، فتح مکہ سے کوئی سات مہینے قبل اسلام لایا اس کا ذکر ۸ھ کے واقعات میں آئیگا۔

۴-۷۔ مسافع بن طلحہ القرشی العبدری اور اس کے تین بھائی حارث، جلاس اور کلاب پسران طلحہ۔

۸۔ شریح بن قارظہ

۹۔ سباع بن عبد العزیٰ الخزاعی الغسانی، مبارزت کے موقعہ پر حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضؓ نے اس کو فرمایا تھا: "او ام انمار کے بچے! او عورتوں کا ختنہ کرنے والی کے بچے! تو اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے؟"

۱۰۔ ارطاۃ بن شرجیل بن ہشام بن عبد مناف۔

یہ دونوں مؤخر الذکر یعنی سباع اور ارطاۃ نیز عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجی جس کا ذکر نمبر ۲ پر گذرا، یہ تینوں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

(۴۴) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ (خوات بن جبیر کے بھائی) الانصاری الاوسی رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں ان کو تیر اندازوں کا امیر مقرر کیا تھا، اور ان کی معیت میں تقریباً پچاس تیر اندازوں کی جماعت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو اس جگہ سے نہیں ہٹنا چاہیئے خواہ ہم غالب ہوں یا مغلوب — یہ جگہ دو پہاڑوں کا درمیانی درّہ تھا۔ جب کافر شکست کھا کر بھاگے، اور مالِ غنیمت چھوڑ گئے، تو ان میں بیشتر حضرات اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کے مطابق حضرت عبد اللہ بن جبیر اور ان کے چند رفقاء اپنی جگہ ڈٹے رہے

اور یہ سب حضرات شہید ہو گئے، اور جن حضرات نے جگہ چھوڑ دی تھی ان کی حکم عدولی پر حق تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہوا، اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی، حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا چاہتے تھے۔۔۔۔" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ "اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو آخرت کو چاہتے ہیں" اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔

(۴۵) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت ابو زید الانصاری شہید ہوئے، یہ ان چھ حضرات میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا تھا۔ ابو زیدؓ کے نام میں بہت ہی اختلاف ہے، بعض نے قیس بن السکن کہا ہے اور بعض نے کچھ اور۔

۴۶ اسی سال غزوۂ اُحد میں امام زہریؒ کے دادا عبداللہ بن شہاب کافروں کی صف میں تھے (امام زہری کا سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب) مسلمانوں سے لڑائی کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر اندازی کر کے آپ کو زخم پہنچایا۔ مگر بعد میں اسلام کی سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی، یہ عبداللہ اصغر کہلاتے ہیں اور امام زہریؒ کے پدری سلسلہ سے جد اعلیٰ ہیں، اور دوسرے عبداللہ اکبر ہیں، جو امام زہری کے مادری سلسلہ کے جد اعلیٰ ہیں اور یہ قدیم الاسلام ہیں حبشہ کی ہجرت کی، مگر ہجرت مدینہ سے قبل مکہ ہی میں انتقال کیا، حافظ سہیلیؒ نے "الروض الانف" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۴۷) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت مخیریقؓ شہید ہوئے، ان کا تعلق یہود کے قبیلہ بنو نضیر سے تھا، اسی سال غزوۂ احد سے قبل اسلام لائے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ، ان کے پاس دیگر اموال کے علاوہ سات باغ تھے، غزوۂ احد کے

کے لئے جانے سے پہلے فرمایا "اگر میں اس لڑائی میں کام آؤں تو میرا سارا مال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، آپ اسے جو چاہیں کریں" پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے واپس ہوئے تو یہ سارے مال اور باغ وقف کر دیئے۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا وقف تھا کہتے ہیں کہ علمائے یہود میں سے صرف دو شخص اسلام لائے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت مخیریق رضی اللہ عنہما۔

(۳۸) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت ابوحبہ (حائے مہملہ، بائے موحدہ مشددہ) ابن ثابت بن نعمان بن امیہ الانصاری البدری رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، انہیں سے بروایت ابن حزم امام بخاری وغیرہ نے حدیث معراج کا کچھ حصہ روایت کیا ہے، ابن حزم کی روایت ان سے مرسل ہے، ابوحبہؓ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے عمرو کہا ہے اور بعض نے کچھ اور۔

۳۹ اسی سال غزوۂ احد میں عبید بن تیّہان (بفتح تا، وکسر یائے مشددہ، پھر ہا، پھر الف) رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے۔

(۴۰) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے۔ یہ بیعت عقبہ ثالثہ میں شریک تھے، اور مدینہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ان کی مؤاخات قائم کی تھی۔

(۴۱) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے اور سعد بن ربیعؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کئے گئے، تمام شہدائے احد دو دو تین تین ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے تھے۔ سعد بن ربیع خارجہ بن زید کے بھتیجے ہیں، ابو زہیر میں دونوں جمع ہو جاتے ہیں، حضرت خارجہؓ بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شریک ہوتے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے خسر تھے، ان

کی صاحبزادی حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے عقد میں تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے اپنی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان (حضرت عائشہؓ) کے دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کے بارے میں وصیت فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، بھائی تو خیر دو ہیں، مگر میری بہن تو ایک ہی اسماء ہیں دوسری کون ہے؟ فرمایا: "بنت خارجہ (حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ) امید سے ہیں میرا خیال ہے لڑکی ہوگی" چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت ابی بکر کی ولادت ہوئی، اور یہ واقعہ آپ کی کرامات میں شمار کیا گیا، حضرت خارجہ کے صاحبزادہ زید بن خارجہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد کلام کیا تھا۔ اور بعض نے ان صاحب کا نام ابو خارجہ بتایا ہے پہلا قول ہی صحیح ہے، ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۴۲) اسی سال غزوۂ احد ہی میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شہید ہوئے۔ یہ غسیلِ ملائکہؓ کے لقب سے معروف ہیں اور اس لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنی اہلیہ سے فارغ ہو کر غسل کی تیاری کر رہے تھے کہ اتنے میں ان کے کان میں منادی کی آواز پڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے لئے نکلنے کا حکم فرماتے ہیں، اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ وہ غسل وغیرہ سب کچھ بھول گئے اور فوراً اسی حالت میں غزوۂ احد کے لئے نکل پڑے اور وہاں شہید ہوگئے (شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، اور یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی کہ شہید ہونے سے پہلے ان کو غسل کی حاجت لاحق تھی) چنانچہ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور ان کو غسل دیا۔

(۴۳) غزوۂ احد کے بارے میں ساٹھ آیتوں کا نزول، اسی سال غزوۂ احد کے واقعات مسلمانوں کے طرزِ عمل اور مشرکین کے عتاب میں قرآن مجید کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں، یعنی ارشادِ خداوندی: وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ سے ساٹھ آیات تک۔ اِلٰی ۴

(۴۴) اسی سال غزوۂ احد سے قبل مدینہ منورہ میں عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الانصاری الاوسی کی ولادت ہوئی، ان کے والد۔ حضرت حنظلہؓ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں، جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے جیسا کہ ابھی ۴۲ پر گذرا، سن ولادت نوشتنی کر کے حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت نو سال تھی، جیسا کہ اُسد الغابہ میں ہے۔

۴۵ اسی سال غزوۂ احد میں حضرت اُم سلیط (بفتح سین مہملہ) بنت عبید بن زیاد الانصاریہ النجاریۃ المازنیۃ اسلام و بیعت سے مشرف ہوئیں، انہی کے حق میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اُحُد کے دن ہمارے لئے مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔

۴۶ اسی سال بنو قینقاع نے جب عہد شکنی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ	اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (بیان القرآن)

(الانفال۔ ۵۸)

(۴۷) اسی سال حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بنو قینقاع کی سفارش کرنے کے بارے میں ذیل آیات: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ تک نازل ہوئیں (المائدہ، رکوع ۸، آیات: ۵۱ تا ۵۶) جن میں یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستانہ مراسم رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے)

(۴۸) اسی سال جب بنو قینقاع نے اپنی شجاعت اور جنگی مہارت پر فخر کرتے ہوئے

کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس قریش پر ہی غالب آگئے کہ انہیں فنون سپہ گری کا علم نہیں تھا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہم سے ہوا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں، اور وہ ہم پر غالب بھی نہیں آسکیں گے۔ ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا:

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

(آل عمران)

آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کئے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے لیجائے جاؤ گے اور وہ ہے برا ٹھکانا۔

(آل عمران) (بیان القرآن)

(۴۹) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ احد سے فراغت کے بعد ابوامیہ عمرو بن امیہ بن خویلد الضمری اسلام لائے، قبل ازیں وہ کفر کی حالت میں کفار کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوئے تھے، اور اسلامی لشکر میں ان کی سب سے پہلی شرکت "سریۂ بیر معونہ" میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے ہاتھوں سے اسدن (بئر معونہ میں) نجات دلائی (یعنی ان کے دیگر رفقاء شہید کر دیئے گئے اور وہ بچ نکلے۔

(۵۰) اسی سال غزوۂ احد کے ایام میں اُصیرم (بصیغۂ تصغیر اور بقول بعض بصیغۂ مکبر) اسلام لائے، ان کا اسم گرامی عمرو بن وقش انصاری ہے، اور اسلام لاتے ہی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، جبکہ انہیں حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریزی کا موقع تک نہیں ملا۔ (یعنی اسلام لانے کے بعد ایک بھی نماز کا وقت نہیں ملا۔ اس سے قبل ہی شہید ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی کہ وہ اہلِ جنت سے ہیں۔

(۵۱) اسی سال غزوۂ احد میں معتب بن قشیر منافق نے، جو غزوۂ احد میں شریک تھا، یہ کہا کہ "اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے"۔ اسی کے حق میں اللہ تعالیٰ

نے یہ آیت نازل فرمائی

يَقُوْلُوْنَ لَوْكَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ الآیۃ (آل عمران: ۱۵۴)

(۵۲) اسی سال غزوۂ اُحُد میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکیس زخم آئے، اور پاؤں میں ایسا گہرا زخم آیا کہ اس کی وجہ سے لنگڑانے لگے، نیز سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔

(۵۳) اسی سال غزوۂ اُحُد میں حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم الانصاری الخزرجی المازنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ وضو کے راوی ہیں، مشرف باسلام ہوئے، لبعد ازاں اُحد اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ اور سلہ نبوت کے ذیل میں (اسی نام کے ایک دوسرے صحابی) حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری الخزرجی الحارثی کے اسلام لانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اور یہ کہ وہ عقبۂ ثالثہ میں اسلام لائے تھے، یہ صاحب الاذان کہلاتے تھے۔

(۵۴) اسی سال سہل بن ابی حثمہ الانصاری الاوسی کی ولادت ہوئی، وصال نبوی کے وقت یہ ہشت سالہ تھے۔

(۵۵) اسی سال ابوالطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ الکنانی اللیثی کی ولادت ہوئی، ابن اثیر "اسد الغابہ" میں لکھتے ہیں کہ "ابوالطفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آٹھ سال پائے" اھ۔ اور ان کی وفات باجماع محدثین، روئے زمین کے تمام صحابہ کے بعد ہوئی، ان کا انتقال سنہ ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا، کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ حج کے موقعہ پر ان کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوئے۔

(۵۶) اسی سال غزوۂ احد سے قبل کفار مکہ کا "دارالندوہ" میں اجتماع ہوا، اور جنگ اُحد کے لئے نکلنے کی قرار داد بالاتفاق منظور کی۔ اور جنگ کی تیاری کے لئے بہت بڑی مقدار میں مال جمع کیا، ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا!

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ (الانفال-۳۶)

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے۔ (مگر) پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر آخر مغلوب ہی ہو جائیں گے۔ (بیان القرآن)

(۵۷) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت حذیفہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہما شہید ہوئے گھمسان کی جنگ ہوئی تو مسلمانوں نے ان کو غلطی سے کافروں کے لشکر کا آدمی سمجھا اور ان پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہؓ کہتے رہ گئے کہ "میرے والد ہیں، میرے والد ہیں" مگر اتنے تک یہ جام شہادت نوش کر چکے تھے، جب حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد قتل کر دیئے گئے تو جن کے ہاتھ سے نادانستہ قتل ہوا ان سے صرف اتنا فرمایا، یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں) پھر ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔

(۵۸) شہدائے اُحد کی نماز جنازہ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھی، بعد ازاں باقی شہدائے احد کی۔ ایک ایک شہید کا جنازہ حضرت حمزہؓ کے پہلو میں لاکر رکھا جاتا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی۔ یہاں تک کہ حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ستر مرتبہ ہوئی، یہ مطلب نہیں کہ حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ستر بار مکرر ہوئی بلکہ یہ مطلب ہے کہ ہر شہید کی الگ نماز جنازہ ہوئی، اور ہر شہید کے ساتھ حضرت حمزہ کا جنازہ بھی ہوتا تھا، یوں گویا حضرت حمزہؓ پر ستر بار نماز جنازہ ہوئی۔ حنفیہ نے اسی روایت کی بنا پر کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی نماز نہیں پڑھی تھی اس روایت کو لیکر شافعیہ نے کہا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں۔

(۵۹) اسی سال غزوہ اُحد میں حضرت ابو سعید خدری کے والد ماجد حضرت مالک بن سنان (رضی اللہ عنہما) بھی شہید ہوئے تھے۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کرنے کی غرض سے میدانِ جنگ سے اٹھا کر لایا گیا۔ مگر جب لوگ ان کا جنازہ لیکر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو انہیں خبر ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہر مقتول کو وہیں دفن کیا جائے، اور آپ نے منتقل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ جس جگہ یہ خبر پہنچی وہیں انہیں دفن کر دیا گیا، اور آج کل (یعنی مصنفؒ کے زمانے میں) ان کی قبر پر قبہ ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ بحمداللہ ہم نے بھی ۱۱۳۶ھ میں اس کی زیارت کی۔

(۶۰) ابو سفیان کی گفتگو: اسی سال غزوۂ اُحد کے خاتمہ پر ابو سفیان نے (رضی اللہ عنہ، جو اس وقت کفار قریش کے رئیس تھے اور بعد میں مشرف باسلام ہوئے) دریافت کیا کہ "کیا آپ لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے جواب نہ دو"۔ چنانچہ لوگ خاموش رہے، اس نے دوبارہ پوچھا کہ "کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہیں"؟ اس کا جواب بھی خاموشی میں ملا۔ اس پر ابو سفیان نے سہ بارہ پوچھا "کیا تم میں عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟[ل]" اس کا جواب بھی خاموشی میں ملا۔ اس پر ابو سفیان بولا: "یہ

ل یہیں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کفار تک بھی جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے مرتبہ پر حضرت ابوبکرؓ اور تیسرے مرتبہ پر حضرت عمرؓ کا نام آتا ہے۔ گویا اسلامی تاریخ کی ایک ایسی مسلّمہ حقیقت تھی جسے مسلمان ہی نہیں کافر بھی جانتے تھے ۱۲ مترجم

سب قتل ہو چکے، اگر زندہ ہوتے تو جواب آتا"۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، چنانچہ اُسے منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا "او اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے، اللہ عزوجل نے ان سب کو تیرے قتل کے لئے باقی رکھا ہے"۔ ابوسفیان نے اپنی فتح پر ہبل نامی بُت کا نعرہ بلند کیا: اُعْلُ هُبَلُ، اُعْلُ هُبَلُ (اے ہبل! تو اونچا، یعنی ہبل کی جے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو جواب دو"۔ صحابہ نے عرض کیا: اسے کیا جواب دیں؟ فرمایا اس کے جواب میں کہو: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ (اللہ تعالیٰ ہی سب سے اونچا اور سب سے بزرگ تر ہے)

ابوسفیان نے کہا: "ہمارے پاس عزّیٰ (نامی بُت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو۔ عرض کیا، کیا جواب دیں؟ فرمایا: اَللّٰهُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ (اللہ ہمارا مولا و مددگار ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(۶۱-۶۲) اسی سال غزوۂ اُحُد سے فراغت کے بعد شہدائے اُحُد کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ؗ (الاحزاب ۲۳)

ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے، پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں (بیان القرآن)

نیز یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انکو مُردہ مت خیال کر، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ — پروردگار کے مقرب ہیں، انکو رزق بھی ملتا
فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ — ہے، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ
فَضْلِهٖ — نے انکو اپنے فضل سے عطا فرمائی (بیان القرآن)
(آل عمران - ۱۶۹)

(۶۳) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوۂ احد میں ہزیمت لاحق ہوئی اور ستر صحابہ شہید ہوئے (رضی اللہ عنہم) تو صحابۂ کرام کو بہت قلق ہوا، اور انھوں نے کہا: اَنّٰى هٰذَا (یہ کہاں سے ہوا) یعنی ہمیں قتل و ہزیمت کا سامنا کس سبب سے کرنا پڑا تو اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ — اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو
قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ — حصے تم جیت چکے تھے۔ تو کیا ایسے وقت میں
اَنّٰى هٰذَا — تم یوں کہتے ہو۔ کہ یہ کدھر سے ہوئی۔

(پ۴ ع۸) (بیان القرآن)

(۶۴) اسی سال غزوۂ احد سے فارغ ہونے کے ایک دن بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حمراء الاسد کے لئے نکلے تو کفار قریش کا خیال تھا کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو میدان احد میں قتل و ہزیمت لاحق ہوئی ہے، اس لئے وہ اب جنگ میں آپ کا کبھی ساتھ نہیں دیں گے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حمراء الاسد کے لئے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص کو جنگ کی منادی کے لئے بھیجا، اور تمام صحابہؓ زخم اور ماندگی کے علی الرغم ـ ایک دم جنگ کے لئے تیار ہو کر نکل کھڑے ہوئے، اللہ رب العزت نے ان حضرات کی مدح فرمائی اور ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ — جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول
وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ — کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا، ان
الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ — لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ثواب عظیم ہے۔

(آل عمران - ۱۷۲) (بیان القرآن)

(۶۵) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو لے کر غزوہ حمراء الاسد کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو کفار نے نعیم بن مسعود اشجعی کو مسلمانوں کے پاس بھیجا تاکہ انہیں میدانِ جنگ میں اترنے کے خطرناک نتائج سے ڈرائے اور انہیں بتائے کہ ان (کافر) لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لئے بہت سے لشکر اور اسلحہ جمع کر رکھا ہے، لہٰذا ان سے ڈرو، ابھی کل ہی تمہیں جنگ اُحد میں بُری طرح کی شکست ہوئی ہے؟ اور اگر اب کے تم نے ان کے مقابلہ میں آنے کی غلطی کی تو بدترین شکست سے دوچار ہو گے۔ چنانچہ نعیم مسلمانوں کے ہاں پہنچا اور انہیں اس خطرہ سے آگاہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے جواب دیا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف و تحسین فرمائی اور ان کے حق میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۝

(آل عمران - ۱۷۲ تا ۱۷۵)

یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے (مقابلہ) کے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہیئے۔ تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی

(بیان القرآن)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں غزوۂ بدر صغریٰ سے کچھ قبل نعیم بن مسعود اشجعی کے قصہ میں اس وقت نازل ہوئیں جب ابوسفیان نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ڈرانے دھمکانے اور لشکر قریش کے بکثرت جمع ہونے کی اطلاع کے لئے بھیجا تھا۔ اور نعیم نے صحابہ کرامؓ سے آکر کہا تھا کہ یہ سب لوگ تمہارے مقابلہ کے لئے جمع ہیں، ان سے خطرہ محسوس کرو۔ اور اس موقعہ پر صحابہؓ نے مذکورہ بالا جواب دیا تھا اور اسی موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

(۶۶) اسی سال غزوۂ حمراء الاسد میں صحابہؓ نے دو کافروں کو گرفتار کیا، معاویہ بن مغیرہ بن امیہ اور ابوعزہ شاعر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دونوں تہ تیغ کئے گئے۔ پہلے یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ ابوعزہ جنگ بدر میں قید ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر اسے رہا کر دیا تھا کہ وہ آئندہ کفار کی مدد کو نہیں آئے گا مگر اس نے عہد شکنی کی اور غزوۂ حمراء الاسد میں دوبارہ کفار کی فوج میں آیا، اس لئے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔

===

فصل : ۴ھ کے واقعات

۱ — اسی سال غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے حق میں سورۂ حشر حصہ ابتدائے سورہ سے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ تک نازل فرمایا۔

۲ — اسی سال غزوۂ بنی نضیر ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور جلانے کا حکم فرمایا اور اس بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً الآیہ (الحشر)

۳ — اسی سال غزوۂ سے فراغت کے بعد بنو نضیر کو ان کے گھر بار سے جلا وطن کیا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ الآیہ (الحشر :)

۴ — اسی سال غزوۂ مذکورہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے اموال اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور "فئے" عطا فرمائے۔ چنانچہ یہ آپ ہی کے ملک تھے۔ صحابہ کرامؓ کا اس میں حق نہیں تھا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انہیں حضرات بہ حسب صوابدید تقسیم فرما دئے ہے۔ حق تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد اسی بارے میں نازل ہوا: وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ الآیہ (الحشر)

۵ — اسی سال غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول نے بنی نضیر کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرتے ہوئے کہا: اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: "اور اللہ گواہ ہے کہ یہ قطعاً جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ کبھی نہیں نکلیں گے الخ"

۶ — تحریم خمر: اسی سال ربیع الاول میں شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں

لہ علامہ قسطلانیؒ نے مواہب لدنیہ" میں غزوہ حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ بنی نضیر کے اواخر میں کہا ہے کہ "شراب کی حرمت ۳ھ میں غزوۂ احد کے بعد غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں نازل ہوئی اس سلسلہ میں دوسرا قول ۶ھ سال حدیبیہ کا اور تیسرا قول ۸ھ فتح مکہ کے سال کا بھی ہے۔ مگر پہلا قول ہی راجح ہے"

اور علامہ زرقانیؒ اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس قول کی ترجیح پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ تحریم شراب کا حکم جب نازل ہوا تو حضرت انسؓ قوم کو شراب پلا رہے تھے، جب حرمت کی خبر پہنچی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے شراب کے مٹکے توڑ پھوڑ ڈالے اور حضرت انسؓ کی عمر اس وقت

۳ھ میں چار سال تھی، وہ مٹکے توڑنے کا کام کیسے کر سکتے تھے؟ مگر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے وقت ان کی عمر دس سال تھی، اور تحریم خمر کے وقت چودہ سال ہوں گے۔ اندریں صورت ظاہر ہے کہ وہ ایسے بچے نہیں تھے کہ مٹکے نہ توڑ سکیں" اھ

۷ــــ اسی سال تحریم خمر کے موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی :ــ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (المائدہ ۹۰ تا ۹۲)	اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے، سو اب بھی باز آؤ گے؟ (بیان القرآن)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حرمت خمر کے بارہ یا اس سے زیادہ وجوہ بیان فرمائے ہیں۔ جن کو مفسرین نے تفصیل سے ذکر کیا ہے لہ

لہ اور ان کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ بیان حرمت کو لفظ انّما سے شروع فرمایا جو حصر کے مفہوم کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا ساری گندگی اور شیطنت شراب اور جوئے میں سمٹ آئی ہے۔

۲۔ شراب اور جوئے کو بت وغیرہ کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ گویا ان کا گناہ بت پرستی کے ہم رنگ وہم سنگ ہے۔

۳۔ ان کو "رجس" اور گندگی قرار دیا، جس سے آلودہ ہونا تقدس انسانیت کی شرمناک توہین ہے۔

۴۔ بتایا گیا کہ یہ "شیطانی عمل" اور غنڈہ گردی ہے، جس کے سائے سے بھی ایک شریف آدمی کو گریز کرنا چاہیئے۔

۵۔ اس نجاست اور شیطانی عمل سے اجتناب کا صاف صاف حکم فرمایا۔

۶۔ دنیا و آخرت کی فلاح کو اس پر معلق فرمایا۔ گویا جب تک ان گندگیوں سے پرہیز نہیں کیا جاتا تب تک کسی خیر و فلاح کی توقع بے سود ہے۔

۷۔ واضح طور پر اعلان کر دیا کہ شراب اور جوئے کے مرتکب دراصل شیطان کے آلۂ کار ہیں۔ جو اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔

۸۔ اس نکتہ سے بھی آگاہ فرمایا کہ شراب اور قمار کے ذریعہ شیطان تمہارے پورے معاشرے کو بغض و عداوت اور فتنہ و فساد کے جہنم زار میں تبدیل کر دے گا۔

۹۔۔۱۰۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ ایسا شیطانی معاشرہ جس میں شراب اور جوئے کی چلت ہو ذکر الٰہی کی توفیق اور بارگاہ خداوندی کی حاضری و نمازی سے محروم ہو جائے گا۔

۷ - اسی سال جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ کو ان حضرات کے بارے میں تردد ہوا جو قبل ازیں غزوۂ اُحُد میں شہید ہو گئے تھے کہ اُحُد کے دن بعض حضرات نے شراب پی تھی، اور پھر شہید ہو گئے کیا ان کے ذمہ بھی کچھ گناہ ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا الآیہ (المائدہ: ۹۳)

۸ - اسی سال صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہوا، اور بقول بعض ۵ھ میں۔ تفصیل ۵ھ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

۹ - اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی جوڑے کو (جس نے حرام کاری کا ارتکاب کیا تھا) سنگسار کیا۔

۱۰ - اسی سال سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ۲۵ یا ۲۷ شعبان کو ہوئی۔

۱۱ - اسی سال ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول یا ربیع الآخر میں ہوئی۔ اس کی تفصیل ۳ھ کے واقعات میں ان کی تزویج کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

۱۲ - اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد القرشی المخزومی کی وفات ہوئی، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انہی کے نکاح میں تھیں۔ ان کو جنگ اُحد میں زخم آیا تھا۔ اس کے دوبارہ کھل جانے سے اواخر جمادی الاولیٰ یا ۸ جمادی الاخریٰ ۴ھ کو ان کی موت واقع ہوئی، اور بقول بعض ۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہؓ نے چار ماہ دس دن کی عدت پوری کی بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عقد کیا اور اواخر شوال ۴ھ میں وہ دولت کدۂ نبوت میں آباد ہوئیں۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۱۲۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
اواخر شوال میں عقد کیا، اور ایک قول کے مطابق یہ عقد ۳ھ میں ہوا۔ مگر پہلا قول زیادہ
راجح ہے۔ جیسا کہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں تصریح کی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
کا انتقال تمام امہات المومنین کے بعد ہوا۔ چنانچہ صحیح تر قول کے مطابق ان کی وفات یزید بن
معاویہؓ کے دور میں ۶۲ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سانحۂ شہادت کے ایک سال
ایک مہینہ بعد ہوئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶

۱۱۔ شراب وقمار کی ان شناعتوں، قباحتوں اور ان کے گھناؤنے کردار کو بیان کرنے
کے بعد ایک چونکا دینے والا سوال فرمایا کہ بتاؤ اب بھی باز آؤ گے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ جس
شخص کے دل میں ایمان کی کوئی رمق باقی ہو وہ اس کا جواب وہی دے گا جو صحابہ کرام نے
دیا تھا یعنی "انتھینا انتھینا" (ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے، ہماری توبہ)۔

۱۲۔ پھر سلسلۂ بیان یہاں آ کر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس خصوص میں
اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دے کر اس کو اور مؤکد کیا۔

۱۳۔ بعد ازاں اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی سے پُر حذر اور محتاط رہنے
کی تاکید فرمائی۔

۱۴۔ اور سب سے آخر میں متنبہ فرما دیا کہ ہمارے رسول کا کام ان حقائق کی واضح
طور پر نشاندہی کرنا تھا اور وہ اپنا فرض باحسن وجوہ انجام دے چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر
تم نے حکم عدولی کا راستہ اختیار کیا اور اس شیطانی جال سے نہ نکلے تو اس کے مہیب عواقب
اور ہولناک انجام کے لئے تمہیں تیار رہنا چاہیے۔

واللہ اعلم باسرار کلامہ۔ مترجم

اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امہات المومنین میں سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال سب سے پہلے ہوا۔ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں عالم آخرت کو سدھاریں۔

۱۴۔ اسی سال زہرہ بن معبد کے جدامجد حضرت عبداللہ بن ہشام بن عثمان القرشی التیمی کی ولادت ہوئی۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید انہیں صغر سنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ آپؐ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

۱۵۔ اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف کا انتقال ہوا، رضی اللہ عنہا۔

۱۶۔ اسی سال طعمہ بن ابیرق منافق نے حضرت قتادہ بن النعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر سے ڈھال چرائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع ید کا حکم فرمایا تو یہ بھاگ کر مکہ چلا گیا، اور وہاں پر چوری کی، اہل مکہ نے اسے قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احتجاج کرنا چاہا کہ انہوں نے ہاتھ کاٹنے کے بجائے اسے قتل کیوں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ — اور آپ نہ جھگڑیں ان لوگوں کی جانب سے
يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (النساء) — جو اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہیں۔

۱۷۔ اسی سال بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا، جو "سریۃ القراء" کہلاتا ہے۔ اس سریہ میں جتنے حضرات شریک تھے۔ اور جن کی تعداد ستر تھی، بجز ایک کے سب شہید ہو گئے۔ صرف عمر بن امیہ الضمری زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع کی۔

۱۸۔ اسی سال سریۂ بیر معونہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دو ماموں حرام اور سلیم

پسران ملحان شہید ہوئے رضی اللہ عنہم)

۱۹۔ اسی سال حادثہ بیر معونہ کے بعد نماز فجر میں دعائے قنوت نازلہ شروع ہوئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے تک قنوت فجر میں ان مجرم قبائل، رعل، ذکوان، عصبہ لحیان، پر بددعا فرماتے رہے اور جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی،

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ... يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران)

آپ کو اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں (آپ کو صبر کرنا ہوگا) تا آنکہ یا تو اللہ تعالیٰ انکو توبہ کی توفیق دیں یا انہیں عذاب دیں الخ

تو آپ نے قنوت ترک کر دی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

۲۰۔ اسی سال ماہ صفر میں حضرت خُبیب بن عدی اور زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہما مکہ میں شہید کئے گئے۔ اس کی تفصیل سرایا کے باب میں "سریہ رجیع" میں گذر چکی ہے۔

۲۱۔ اسی سال حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ نے قتل سے قبل دو رکعتیں ادا کیں اور یہ دوگانہ ہر اس مومن کے لئے سنت قرار پایا جسے جبراً قتل کیا جائے۔ سنت اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ عمل کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی۔

۲۲۔ اسی سال مشرکین مکہ نے حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو تنعیم میں لے جا کر زندہ سولی پر چڑھایا۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہیں سولی دی گئی۔ کفار نے جب انہیں سولی پہ لٹکایا تو ان کا منہ قبلہ کی جانب سے ہٹا دیا، مگر وہ لکڑی خود بخود قبلہ رخ گھوم گئی۔ اور یہ واقعہ آپ کی کرامات میں شمار کیا گیا۔ (رضی اللہ عنہ) جس شخص نے ان کو قتل کیا وہ ابو سروعہ عقبہ بن حارث تھا۔ بعد ازاں ۸ھ میں ابو سروعہ بھی اسلام سے مشرف تھے۔

۲۳۔ ۲۴۔ اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت

خُبیب رضی اللہ عنہ کی مردانہ شہادت کی اطلاع پہنچی تو فرمایا: "کون ہے جو خُبیب کو سولی سے اتار لائے؟ حضرت زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما نے اُٹھ کر عرض کیا: ہم لائیں گے۔ چنانچہ دونوں حضرات نے سفر کی تیاری کی اور حضرت خُبیب کی شہادت کے چالیس دن بعد رات میں تنعیم پہنچے، دیکھا کہ لاش بالکل تر و تازہ ہے گویا آج ہی انتقال ہوا ہے۔ اور ہاتھ پر زخم ہے جس سے خون ٹپک رہا ہے۔ رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی۔ کفار مکہ کے ستر آدمی سوئے ہوئے لاش کا پہرہ دے رہے ہیں دونوں نے لاش کو سولی پر سے اتارا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر رکھ کر مدینہ لے آئے انہی دونوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ الآیہ (البقرہ:)

۲۵۔ اسی سال حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب القرشی العدوی کی ولادت ہوئی۔ وصالِ نبوی کے وقت وہ شش سالہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ ان کے بطن سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی ولادت ہوئی۔

۲۶-۲۷ — اسی سال سفر کی نماز قصر کا حکم آیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی —

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ

۲۸۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو یہودیوں کی تحریری زبان سیکھنے کا حکم فرمایا، بعض نے کہا کہ یہ ۳ھ کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۲۹۔ اسی سال یکم ذی قعدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد کیا (یہی راجح قول ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عقد ۵ھ میں ہوا۔) ان کا سن مبارک ۳۵ تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمّہات

المؤمنین میں سے سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔

۲۰ ۔ اسی سال ذی قعدہ میں حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے دن پردے کا حکم نازل ہوا۔ بقول بعض یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ شامیؒ نے اپنی سیرت میں اس کی تصریح کی ہے کہ ان دونوں قولوں کی بنا پر نزول حجاب کا واقعہ غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ احزاب سے قبل کا ہے۔ کیونکہ غزوۂ بنی المصطلق شعبان ۵ھ میں ہوا اور غزوہ احزاب شوال ۵ھ میں

فصل ۵ھ کے واقعات

۱ ۔ اسی سال محرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانہ بنت شمعون۔ یا بنت زید بن عمرو ۔ سے نکاح کیا، ان کا نسبی تعلق تو بنو نضیر سے تھا۔ مگر بنو قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ یہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں شامل تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے منتخب فرمایا اور یہ اسلام لے آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے عقد کر لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ بدستور بحیثیت کنیز کے حرم نبوی میں شامل رہیں۔ یہی قول زیادہ مشہور اور لائق اعتماد ہے۔

۲۔۳ ۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی المصطلق کے بعد ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بنو مصطلق کے رئیس حضرت حارث بن ضرار کی صاحبزادی تھیں۔ ایک قول کے مطابق یہ نکاح ۶ھ میں ہوا۔ دراصل یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق ۵ھ میں ہوا یا ۶ھ میں۔

حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے قیدیوں میں شامل تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے شرف زوجیت سے نوازا، اور چار صد درہم مہر عطا فرمایا۔ غزوۂ بنی مصطلق سے

تین دن پہلے انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند مدینہ سے چل کر ان کی گود میں آگرا، یہ ان کے اس خواب کی مبارک تعبیر تھی، اس وقت ان کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

۴ ۔۔ اسی سال حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت حارث بن ضرار مصطلقی غزوۂ بنو مصطلق میں قید ہو کر آئے بعد ازاں دولتِ اسلام سے مالامال ہوئے رضی اللہ عنہ۔

غزوۂ خندق کے حالات

۵ ۔۔ اسی سال غزوۂ خندق سے چند روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم فرمایا۔

۶، ۷ ۔۔ اسی سال یہ معجزۂ نبوی ظاہر ہوا کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان نمودار ہوئی، جو کسی طرح نہیں ٹوٹتی تھی صحابہ کرام اس سے عاجز آ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خندق میں اترے کدال ہاتھ میں لی، اور چٹان پر ضرب لگاتے ہوئے آپ نے یہ رجز پڑھا

بِاسْمِ الْاِلٰہِ وَبِہٖ بَدِیْنَا

وَلَوْ عَبَدْنَا غَیْرَہٗ شَقِیْنَا

فَحَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّ دِیْنَا

ترجمہ:۔ "بنام خدا اور ہمارا آغاز کار اسی سے ہوتا ہے، اور اگر ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تو بدبخت ہوتے، سبحان اللہ کیسا اچھا رب ہے اور کیسا اچھا دین ہے"

چنانچہ آپؐ کی ضرب سے وہ چٹان، ریگ رواں کی طرح نرم اور ریزہ ریزہ ہو گئی،

۸، ۹ ۔ صحابہ کو خندق کھودتے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہؓ

کا یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

ترجمہ :۔ اے اللہ! زندگی تو اصل آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) آپ کے جواب میں کہتے :۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ترجمہ :۔ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ جب تک جان میں جان ہے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔

اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کا یہ ترانۂ حمد پڑھتے

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

ترجمہ :۔ "اے اللہ! اگر آپ (کی توفیق) اور آپ کے انعام و احسان ہمارے شامل حال نہ ہوتے تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکینت نازل فرمائیے اور (مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھیے ان کافروں نے ہم پر تعدی کی ہے۔ یہ جب بھی کسی فتنے کا قصد کرتے ہیں تو ہم اس سے انکار کر دیتے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری لفظ "ابینا" کو خوب بلند آواز سے مکرر دہراتے

اَبَیْنَا اَبَیْنَا۔

۱۰۔ غزوۂ خندق کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی، اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں کوئی تین چار سیر جَو کا آٹا ہے۔ اور ایک چھوٹا سا بز غالہ (بکری کا بچہ) ذبح کیا ہے، آپ چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی چھوٹی سی دعوت پر ایک ہزار صحابہ کو لے گئے۔ جو تین دن سے خندق کی کھدائی میں لگ ہوئے تھے۔ اور تین دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ وہاں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر دُعاء برکت فرمائی، اور لعاب دہن اس میں ملایا، اور کھلانے کا حکم فرمایا، ایک ہزار کے لشکر نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور روٹی سالن پہلے سے زیادہ باقی بچ رہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال نے خود بھی کھایا اور ہمسایوں کے یہاں ہدیہ بھی بھیجا "صحیح" وغیرہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔

۱۱۔ غزوۂ خندق کے ایام ہی میں یہ معجزہ بھی ہوا کہ حضرت اُمِّ عامر اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالے میں کچھ حلوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل خندق کو جمع کر لیا جن کی تعداد تین ہزار نفر تھی سب شکم سیر ہو گئے، اور حلوا جوں کا توں باقی رہا۔

۱۲۔ غزوۂ خندق ہی میں یہ معجزہ بھی ہوا کہ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت بشیر اور اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو کھلانے کے لئے کچھ کھجور لائیں۔ یہ دونوں حضرات خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔ وہاں پہنچیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادھر لاؤ" انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ڈال دیں، مگر وہ اتنی کم تھیں کہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ بھی نہ بھر سکے۔ بعد ازاں آپ نے انہیں ایک کپڑے پر رکھ کر ایک شخص سے فرمایا: اہل خندق میں اعلان کر دو: ھلمّ اِلَی الغذاء، صبح کے کھانے پر جمع ہو جاؤ

تمام اہل خندق جمع ہوئے، سب نے ان کھجوروں سے پیٹ بھرا، اور کچھ بقیہ بھی بچ رہا۔

۱۳۔ غزوۂ خندق کے ایام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور دیگر مسلمان خواتین ایک قلعہ میں محفوظ تھیں۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمۂ محترمہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ ایک یہودی اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ ادھر گیا اور قلعہ کی دیوار پر چڑھنے لگا۔ مسلمان لڑائی میں مشغول تھے۔ اور انہیں اس صورت حال کا کچھ علم نہیں تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمے کا ایک بانس لے کر اس کے اتنے زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا سر کاٹ کر باہر یہودیوں کی جانب پھینک دیا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر بھاگ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے بنو قریظہ کے مال غنیمت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حصہ مردوں کے برابر لگایا

۱۴۔ غزوۂ خندق کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

اِرْمِ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ ہاں! تیر پھینکو! میرے ماں باپ تجھ پر قربان "میرے ماں باپ قربان!" کا لفظ جنگ اُحُد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا تھا۔

۱۵۔ غزوۂ خندق میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ مسلمان قیصر و کسریٰ کے خزانے فتح کریں گے تو عبداللہ بن اُبَیّ اور مُعتّب بن قشیر وغیرہ منافقوں نے کہا: "یہاں خوف کے مارے حالت یہ ہے کہ کسی کو بیت الخلاء تک جانے کی ہمت نہیں ہے۔ اور یہ میاں صاحب قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا سبز باغ دکھاتے ہیں!" اور کچھ منافقوں نے کہا: "اے یثرب والو! تم اس مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ بس اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔" چنانچہ بہت سے منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھروں کو لوٹنے لگے۔ بہانہ

یہ تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان نفاق پیشہ لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا۔ الآیات۔

۱۶۔ غزوہ خندق میں حضرت ثعلبہ بن عثمان بن عدی بن نابی الانصاری الخزرجی شہید ہوئے۔ یہ بدری صحابی ہیں۔

۱۷۔ غزوہ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اکحل میں ایک تیر لگا جو حبان بن قیس بن عرقہ نے پھینکا تھا۔ حضرت سعد چند دن بقید حیات رہے اور غزوہ خندق اور غزوہ قریظہ کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۱۸۔ غزوہ خندق کے آخری ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "مسجد فتح" میں تین دن سوموار، منگل، بدھ تک فتح اسلام اور شکست کفار کی دعا فرماتے رہے دعا کے الفاظ یہ تھے۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ مُجْرِيَ السَّحَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ هَازِمَ الْاَحْزَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اٰمِنْ رَوْعَاتِنَا يَا صَرِيْخَ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِكْشِفْ هَمِّيْ وَغَمِّيْ وَكَرْبِيْ فَاِنَّكَ تَرٰى مَا نَزَلَ بِيْ وَبِاَصْحَابِيْ

اے اللہ! جو کتاب نازل کرتا ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے جو بہت جلد حساب لینے والا ہے، جو لشکر کفار کو شکست دینے والا ہے اے اللہ! ان کو پسپا کر دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے اے اللہ! ہمارے خوف کو امن سے بدل دے اے بے چینوں کی چیخ و پکار سننے والے! اے بے قراروں کی دعائیں قبول کرنے والے! میرے غم فکر اور میری بیقراری و بے چینی کو زائل فرما مجھ پر اور میرے صحابہ پر جو آفت ٹوٹ پڑی ہے وہ تیرے سامنے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالٰے نے بدھ کے دن ظہر و عصر کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی، اور قبولیتِ دعا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا۔

۱۹ — امام ابو یوسفؒ کے جدِ اعلیٰ

غزوۂ خندق میں حضرت سعد بن جنبتہ بن[1] ملتہ انصاری رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے مقابلہ میں شدید جنگ لڑی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا، ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، اور ان کو اولاد و نسل میں برکت کی دعا دی برکت دعائے نبویؐ سے وہ چالیس افراد کے چچا، چالیس افراد کے ماموں اور بیس افراد کے باپ ہوئے۔ امام ابو یوسفؒ انہی کی نسل سے ہیں، چنانچہ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے :—

امام ابو یوسف یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے) بن ابراہیم بن حبیب بن حبیش[2] بن سعد بن جنبتہ" اور "جنبتہ" حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے ورنہ ان کے والد کا بجیر اور دادا کا نام بجبلہ ہے گویا پدری سلسلہ یوں ہوا۔ سعد بن بجیر بن بجبلہ،

۲۰ — غزوۂ خندق میں جنگ میں شدید مصروفیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی نمازِ عصر فوت ہو گئی اور غروب آفتاب سے پہلے نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملا اس وقت "نماز خوف" کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

---

[1] اصل کتاب میں اسی طرح ہے ظاہر یہاں "ابن" کی جگہ "بنت مالک" کا لفظ ہونا چاہیے (مترجم)

[2] الاستیعاب وغیرہ میں "خنیس" ہے۔ (مترجم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فوت ہو جانے کا شدید رنج ہوا۔ اور آپؐ نے کفار کے حق میں بد دعا فرمائی

مَلَأَ اللّٰهُ بُیُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةَ الْعَصْرِ

اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دیں۔ انہوں نے ہمیں "صلوٰۃ وسطیٰ" یعنی عصر کی نماز بھی پڑھنے نہیں دی،

غروب آفتاب کے بعد آپؐ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ عصر اور مغرب پڑھی اور ایک قول یہ ہے کہ ان حضرات کی تین نمازیں ظہر، عصر، مغرب فوت ہوئی تھیں اور عشاء کے وقت ان کو ادا کیا گیا[1]

۲۱ ۔ غزوۂ خندق میں کفار نے ایک مہینے تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے رکھا، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آندھی اور غیر مرئی (فرشتوں کے) لشکر بھیج کر انہیں پسپا کر دیا۔

۲۲ ۔ غزوۂ خندق کا آخری دن

غزوۂ خندق کے آخری دن یہ معجزہ ہوا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نہایت تیز آندھی اور سخت خنک ہوا بھیجی، جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ اور چولہوں پر سے ہنڈیاں الٹ گئیں۔ طنابیں ٹوٹ گئیں اور کجاوے تک ہوا میں اڑ گئے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا لشکر بھیجا۔ جو نہایت بلند آواز سے نعرہائے تکبیر بلند کر رہے تھے۔ اس منظر سے کافروں کے ہوش اڑ گئے، اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے لڑائی جاری رکھنے کے

---

[1] شارحین حدیث نے ان کو دو الگ الگ واقعات قرار دیا ہے۔ یعنی ایک دن صرف عصر قضا ہوئی اور دوسرے دن تین نمازیں قضا ہوئیں۔

بجائے دم دبا کر بھاگنے میں عافیت سمجھی۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی جو حق تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب - ۹)

پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔

نیز ارشاد ہے

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ (الاحزاب : ۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا کہ ان کی کچھ مراد بھی پوری نہ ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا۔

غزوۂ بنو قریظہ کے واقعات

۲۳ اسی سال غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی شہید ہوئے، بنو قریظہ کی "بنانہ" نامی عورت نے ان پر چکی کا پاٹ گرا دیا تھا جس سے اس کی موت واقع ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا۔ "ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملا" اور قصاص میں اس عورت کو سزائے موت دی گئی۔ اس بدبخت کے علاوہ کبھی کسی جنگ میں کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔

۲۴۔ اسی غزوۂ قریظہ میں حُیَیّ بن اخطب یہودی کافر قتل ہوا۔ یہ یہودیوں کا رئیس اور ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا والد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض و عداوت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بحالت کفر قتل کیا۔

۲۵۔ غزوۂ بنی قریظہ کے ایام میں حضرت ابو لبابہ بن عبدالمنذر الانصاری الاوسی رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب

بنو قریظہ پر غالب آئے اور انہوں نے محسوس کیا اب ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ابو لبابہؓ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ ان سے کچھ مشورہ اور گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ اور حضرت ابو لبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ابو لبابہ سے بنو قریظہ کی کچھ جان پہچان تھی۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلہ کو قبول کرنے کی شرط پر قلعہ سے نکلنا منظور کرلیں تو آپؐ کا برتاؤ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ حضرت ابو لبابہؓ نے ان کے جواب میں زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا، البتہ ہاتھ سے گردن کی طرف اشارہ کیا مطلب یہ تھا کہ آپؐ قتل کا حکم دیں گے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ	اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ تعالیٰ
وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ	اور رسولؐ کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں کی

اس ارشاد خداوندی سے ابو لبابہؓ کو تنبیہ ہوا کہ ان کے اس اشارے سے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کا ارتکاب ہوا ہے۔ چنانچہ وہ مدینہ طیبہ آئے تو اپنے کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی توبہ کی قبولیت نازل نہیں ہوتی انہیں کوئی نہیں کھولے گا۔ پندرہ دن بعد ان کی معافی کا اعلان ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ	اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا	جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے۔ کچھ بھلے اور کچھ
(التوبہ: ۱۰۲)	برے (بیان القرآن)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں کھولا۔ یہ ستون آج تک مدینہ میں معروف ہے جس پر اسطوانۃ ابی لبابۃ رضی اللہ عنہ

دلالت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی بستی "جواثی" میں پڑھا گیا۔
وفد عبدالقیس کی ۵ھ میں آمد کا جو ہم نے ذکر کیا ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا کلام اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مگر جمہور اہل سیر کا مذہب یہ ہے کہ وفد عبدالقیس کی آمد ۸ھ میں ہوئی تھی۔ اور بعض نے ۹ھ کی تصریح کی ہے۔ ان اقوال میں تطبیق ان شاء اللہ تعالیٰ ۹ھ کے واقعات کے ذیل میں آئے گی۔

۳۰ ۔ اسی سال رجب میں قبیلہ مُزَینہ کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا ہے۔ جو چار صد نفر پر مشتمل تھا، ان میں نعمان بن مقرّن بن عائذ مزنی، بلال بن حارث مزنی اور خزاعی بن عبد نہم بن عفیف مزنی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خاجب نامی ان کا بت تھا، جس کی پرستش کرتے تھے۔ بہر حال یہ سب اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے وطن لوٹے، یہ سب سے پہلے وفد تھا، جس نے مدینہ میں بارگاہ نبوی میں حاضری دی۔ اس وفد کا کچھ تذکرہ ہم ابھی کر چکے ہیں۔
۳۱ ۔ اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر الغابہ تشریف لے گئے تھے کہ گھوڑے سے گر گئے، قدم مبارک کو موچ آ گئی اور داہنے پہلوئے مبارک پر خراشیں آئیں، چنانچہ چند دن تک دولت کدہ میں قیام فرمایا

(بقیہ حاشیہ) جب مسلمانوں کے دل میں شراب سے ایسی طبعی نفرت بڑھ گئی جیسی پیشاب پاخانے اور کتے اور خنزیر سے نفرت ہوتی ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: "میں تمہیں ان برتنوں سے منع کرتا تھا۔ برتن کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتے۔ اس لئے ان کو استعمال میں لاؤ مگر ہر نشہ آور چیز سے پرہیز کرو۔" (ترمذی وغیرہ) مترجم

جاکر اپنی قوم کو ان امور سے آگاہ فرمایا اور وہ سب اسلام لائے۔

اہل سیر کی ایک جماعت کا قول یہی ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی آمد ۵ھ میں ہوئی تھی لیکن حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں: "صحیح یہ ہے کہ حضرت ضمام کی آمد ۹ھ میں ہوئی تھی"۔ علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں اس کی تصویب کی ہے۔ اور شیخ دہلوی نے "جذب القلوب" میں ان کی آمد ۱۰ھ میں لکھی ہے۔

۲۹ - کہا گیا ہے کہ اسی سال رجب میں وفد عبد القیس کی آمد ہوئی۔ یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جس کا سلسلہ نسب معز بن نزار بن معدّ بن عدنان کی ایک شاخ "ربیعہ" سے جا ملتا ہے۔ بحرین کے قریب "جواثی" ایک بستی تھی جہاں یہ لوگ آباد تھے۔ ... ان کے چودہ ۱۴ افراد کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ جس میں حضرت منذر بن عائذ العبدی العصریؓ بھی شامل تھے، "اشج" کے لقب سے معروف تھے۔ نیز جابر بن معلّی العبدیؓ بھی تھے۔ یہ حضرات دس روز مدینہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے ارکان و احکام دریافت کیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں تم کو چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں جن باتوں کا حکم کرتا ہوں وہ یہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور جن چیزوں سے تم کو منع کرتا ہوں وہ یہ ہیں۔ تونبڑی، روغنی گھڑیا، کھجور کے تنے کا بنا ہوا برتن اور وہ برتن جس پر تارکول استعمال ہوا ہو[1]، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور امام بخاریؒ نے یہ روایت بھی

---

[1] اصل عربی الفاظ علی الترتیب یہ ہیں دُبّا، حَنتَم، نَقِیر، مُزَفَّت۔ یہ ظرف عرب میں شراب سازی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ شراب کی حرمت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کو نبیذ بنانے کے لئے ممنوع الاستعمال قرار دیا۔ اور ایک عرصہ کے بعد

باقی صفحہ ۲۱۴ پر)

دار کی ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی بستی "جواثی" میں پڑھا گیا۔
وفد عبد القیس کی ۵ھ میں آمد کا جو ہم نے ذکر کیا ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کا کلام اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مگر جمہور اہل سیر کا مذہب یہ ہے کہ وفد عبد القیس کی آمد ۹ھ میں ہوئی تھی۔ اور بعض نے ۸ھ کی تصریح کی ہے۔ ان اقوال میں تطبیق ان شاء اللہ تعالیٰ ۹ھ کے واقعات کے ذیل میں آئے گی۔

۳۰ ۔ اسی سال رجب میں قبیلہ مُزَیْنَہ کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا ہے۔ جو چار صد نفر پر مشتمل تھا۔ ان میں نعمان بن مقرن بن عائذ مزنی، بلال بن حارث مزنی اور خزاعی بن عبد نہم بن عفیف مزنی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حاجب نامی ان کا بت تھا۔ جس کی پرستش کرتے تھے۔ بہر حال یہ سب اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے وطن لوٹے، یہ سب سے پہلے وفد تھا جس نے مدینہ میں بارگاہ نبوی میں حاضری دی۔ اس وفد کا کچھ تذکرہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔

۳۱ ۔ اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر الغابہ تشریف لے گئے تھے کہ گھوڑے سے گر گئے، قدم مبارک کو موچ آگئی اور داہنے پہلوئے مبارک پر خراشیں آئیں، چنانچہ چند دن تک دولت کدہ میں قیام فرمایا

(بقیہ حاشیہ) جب مسلمانوں کے دل میں شراب سے ایسی طبعی نفرت بڑھ گئی جیسی پیشاب پاخانے اور کتے اور خنزیر سے نفرت ہوتی ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: "میں تمہیں ان برتنوں سے منع کرتا تھا۔ برتن کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتے۔ اس لئے ان کو استعمال میں لاؤ مگر ہر نشہ آور چیز سے پرہیز کرو۔" (ترمذی وغیرہ) (مترجم)

وہیں بیٹھ کر نماز ادا ہوتی تھی اور مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ بقول بعض یہ ۵ھ کا واقعہ ہے اس کا بیان انشاءاللہ وہیں آئے گا۔

۳۲ ۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ وفد عبدالقیس کے آنے سے پہلے ہی آپ نے ان کی آمد کی خبر دے دی۔ چنانچہ دوران گفتگو صحابہ سے فرمایا کہ عنقریب ادھر سے سواروں کی ایک جماعت جو تمام اہل مشرق سے بہتر ہیں تمہارے سامنے ظاہر ہو گی ۔ اس ارشاد کے فوری بعد یہ وفد آیا۔

۳۳ ۔ ایک قول کے مطابق اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا، اور دوسرے قول میں یہ ۶ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۳۴ ۔ اسی سال مدینہ میں زلزلہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَعْتِبُکُمْ فَاعْتِبُوْہُ۔ کہ اللہ تعالیٰ تم سے معافی منگوانا چاہتے ہیں۔ پس معافی مانگ کر انہیں راضی کرو،

۳۵ ۔ اسی سال ذی الحجہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ" یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ احزاب سے واپسی کے پچیس دن بعد کا واقعہ ہے"۔ جنگ احزاب شوال ۵ھ میں ہوئی تھی۔ امام بخاری ؒ ومسلم نے حضرت جابرؓ سے یہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ" سعد بن معاذ کی وفات ہوئی تو عرش الٰہی کانپ اٹھا"۔ اور ابن عائذ اور سہیلی روایت کرتے ہیں کہ" ان کے جنازے میں ایسے ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جن کے قدم اس سے قبل کبھی زمین پر نہیں لگے تھے"۔ امام ترمذی نے بسند صحیح یہ ارشاد نبوی روایت کیا ہے کہ" فرشتے ان کے جنازے کو کندھا دیتے تھے"۔

اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ انہیں غزوۂ خندق میں تیر لگا جو ابن حبّان بن عرقہ کافر نے مارا تھا، اور ان کی رگ جاں میں پیوست ہو گیا تھا۔

۳۶ ۔ اسی سال حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی والدہ

کبشہ بنت رافعؓ کا انتقال ہوا۔ یہ صحابیہ تھیں۔

۳۷۔ اسی سال جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ دُومۃ الجندل میں تھے۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ کی والدہ عمرہ بنت سعد بن عمرو انصاریہؓ کی وفات ہوئی، حضرت سعدؓ بھی چونکہ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اس لئے ان کے جنازے اور دفن میں شریک نہ ہو سکے۔ غزوہ سے واپس آئے تو عرض کیا، یارسول اللہ! میری والدہ کا انتقال اچانک ہوا اور اگر انہیں کچھ کہنے کا موقع ملتا تو صدقہ کرنے کو کہتیں، اب اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کر دوں تو انہیں کفایت کرے گا؟ فرمایا: ہاں۔ عرض کیا: کونسا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہ پانی پلاؤ (یعنی جہاں ضرورت ہو کنواں وغیرہ لگوا دو) چنانچہ حضرت سعدؓ نے کنواں بنوا کر ان کی جانب سے فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ام سعد کے (ایصال ثواب کے) لئے ہے۔

۳۸۔ اسی سال جمادی الاخریٰ میں چاند گرہن ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز خسوف پڑھی، یہاں تک کہ چاند روشن ہو گیا۔ اور یہود نقارے بجانے لگے، وہ کہتے تھے کہ چاند پر کسی کا جادو چل گیا۔ ابن اثیرؒ "اسد الغابہ" میں کہتے ہیں کہ "یہ سب سے پہلے نماز خسوف تھی جو پڑھی گئی" مگر شامی اپنی سیرت میں کہتے ہیں کہ "خسوف قمر کی نماز سب سے پہلے ۵ھ میں پڑھی گئی"

۳۹۔ اسی سال قریش کو سختی پیش آئی تھی، آپؐ نے ان کی تالیف کے لئے حضرت حذیفہ کو ان کے یہاں بھیجا۔

۴۰۔ ایک قول کے مطابق اسی سال حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اسلام لائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۸ھ میں۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ ۸ھ کے واقعات میں آئے گا۔

۴۱۔ اسی سال شعبان میں غزوۂ بنی المصطلق ہوا۔ جو "غزوۂ مریسیع" کہلاتا ہے۔ یہی راجح قول ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ شعبان ۵ھ میں ہوا، جیسا کہ غزوات کے بیان میں گزر چکا ہے۔

۴۲۔ اسی سال اس غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوا۔

۴۳۔ اسی سال حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کا قضیہ پیش آیا۔ معاذ اللہ، توبہ توبہ۔ علامہ ذہبی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔

۴۴۔ اسی سال اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بہتان سے برأت فرمائی، اور اس سلسلہ میں "سورۂ نور" کی اٹھارہ آیتیں:۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ ۔ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ تک نازل ہوئیں۔ ان میں سے بعض آیات پہلے اور بعض بعد میں اتریں۔ ان آیات کے نزول سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی واضح ہوئی۔ اور افترا پرداز منافق ذلیل اور رسوا ہوئے۔

۴۵۔ اسی سال غزوۂ بنی المصطلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی اور قصۂ افک کے آغاز میں آیت تیمم نازل ہوئی۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورۂ مائدہ کی آیت تھی یا سورۂ نساء کی؟ صحیح قول، جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے، یہ ہے کہ یہ سورۂ مائدہ کی آیت تھی۔ اس سے قبل تیمم اس امت میں مشروع نہیں تھا۔ بلکہ پہلی امتوں میں بھی جائز نہیں تھا کیونکہ یہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

۴۶۔ اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے قسم کھائی کہ وہ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ کی مالی امداد بند کر دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے بھی قصۂ افک میں حصہ لیا تھا۔ مسطح

مسکین تھے۔ اور ان کے مصارف کا بار حضرت صدیق اکبر رضؓ ہی برداشت کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

(پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے) :-

اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھائیں اور چاہیئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگذر کریں، کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے؟ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

(ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ)

یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں، چنانچہ مسطح کی مالی امداد حسب سابق جاری کر دی اور فرمایا: واللہ! آئندہ ان کی امداد کبھی بند نہ ہوگی۔

۴۷:- اسی سال قرآن کریم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار اشخاص پر اسی درے "حد قذف" جاری فرمائی جنہوں نے حضرت عائشہ رضؓ پر تہمت دھری تھی (عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول، حسانؓ بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش جو ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں)[1]۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس واقعہ میں کسی پر بھی حد قذف

---

[1] ان چار اشخاص میں سے پہلا تو رئیس المنافقین تھا۔ اسی نے اپنے خبث باطن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے حسد و کینہ کی بنا پر یہ سارا طوفان برپا کیا تھا۔ اور مؤخر الذکر تینوں حضرات پکے سچے مخلص مسلمان اور صحابی تھے، مگر منافقوں کے پروپگینڈے سے متاثر ہو کر اس بہتان عظیم کو سچ سمجھنے اور اس کا چرچا کرنے لگے جس پر حق تعالیٰ نے بہت ہی عتاب فرمایا۔ مترجم

جاری نہیں ہوئی۔

۴۸۔ اسی سال غزوۂ بنی المصطلق میں صحابۂ کرام کو قیدی عورتیں ہاتھ آئیں۔ (جو بطورِ غنیمت مجاہدین پر تقسیم کر دی گئیں۔ صحابۂ کرام کو ان سے تمتع کا تقاضا ہوا۔ مگر انہیں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان باندیوں سے ان کی اولاد نہ ہو جائے جس سے وہ باندیاں "اُمّ ولد" بن جائیں اور ان کی خرید و فروخت حرام ہو جائے۔ انہوں نے عزل کرنا چاہا (یعنی مادہ باہر خارج کر دیا جائے) اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا کہ "ایسا نہ کرو۔ تب بھی تمہارا کوئی نقصان نہیں[1]، قیامت تک جس روح کو پیدا ہونا ہے وہ تو پیدا ہو کر رہے گی۔"

۴۹۔ اسی سال غزوۂ بنی المصطلق کے ایام میں (سورۂ المنافقون کی شانِ نزول کا) یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک مہاجری نے جن کا نام جہجاہ بن قیس الغفاری یا بقول جہجا بن مسعود بن سعد الغفاری تھا۔ ایک انصاری کو جس کا نام سنان بن فروہ الجہنی یا بقول بعض سنان بن تیم بن اوس تھا۔ دھکا دے دیا۔ بات بڑھی تو ادھر سے "یا للمہاجرین" کا اور اُدھر سے "یا للانصار" کا نعرہ بلند ہوا۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے فریق کو مدد کے لئے پکارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا "یہ جاہلیت کے دعوے کیسے ہیں؟ چھوڑو! گندی اور

---

[1] یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ "لا" کو "علیکم" سے ملا کر پڑھا جائے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عزل کرو یا نہ کرو جس روح کو پیدا ہونا ہے وہ تو بہر حال ہو کے رہے گی۔ اس لئے عزل کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ کرنے کا کوئی نقصان نہیں۔ اور اگر "لا" کو "علیکم" سے الگ کر دیا جائے تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "نہیں! تمہیں لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرو۔ الخ۔ پہلی توجیہ زیادہ مشہور ہے اور دوسری زیادہ لطیف ہے بہر دو صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل سے کراہت (ناگواری) کا اظہار فرمایا۔ مترجم

بدبودار بات ہے۔" رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول نے سنا تو کہا" ارے! یہ پناہ گیر (مہاجرین) تمہاری روٹیاں کھا کھا کر اب تمہارے منہ کو آنے لگے، ان کا خرچ بند کر دو، خود ہی تتر بتر ہو جائیں گے۔" اور یہ بھی کہا:" اچھا ذرا مدینے واپس جانے دو، جو زیادہ باعزت ہوگا زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔"........

"زیادہ باعزت" سے مراد خود اس کی خبیث شخصیت تھی اور" زیادہ ذلیل" سے (معاذ اللہ، کفر کفر نباشد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھے۔ حضرت زید بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ خبیث بات سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر خبر کی، عبداللہ بن اُبی کو پتہ چلا تو قسمیں کھا کھا کر اس سے انکار کیا۔ اور اُلٹا زید کو بدنام کیا یہ جھوٹی شکائتیں لگاتا ہے، مفسد ہے، ایسا ہے اور ویسا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا" شاید تمہارے سننے میں فرق ہوا" حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس سے بہت ہی صدمہ ہوا، حق تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق اور منافق کی تکذیب کے لئے سورۃ منافقون نازل فرمائی اور اس کی پہلی بات کو نقل کر کے اس پر یوں ردّ فرمایا:۔

وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ" اور آسمان وزمین کے خزانے اللہ ہی کے قبضے میں ہیں مگر منافق نہیں سمجھتے۔" اور دوسری بات کو نقل کر کے اس کی تردید اس طرح فرمائی: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور عزت تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے مگر منافق اس حقیقت کو نہیں جانتے۔" یہ سورۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: "زید! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے۔" حضرت زید رضی اللہ عنہ اس سے بہت ہی خوش ہوئے۔

فصل ۶ھ کے واقعات

۱۔ اسی سال رمضان میں قحط پڑا، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بارش کی دعا فرمایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گڑگڑانے تواضع اختیار کرنے اور صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، بعد ازاں لوگوں کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، پہلی رکعت میں سورۂ الاعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ پڑھی، پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں، پھر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا۔ لوگ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا۔ اور کئی دن تک بارش ہوتی رہی۔

۲۔ اسی سال جب بارش ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "آج لوگوں نے اس حالت میں صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں ستاروں کے کافر ہیں اور کچھ ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں اور میرے منکر ہیں۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور ستاروں (کی تاثیر) کے منکر ہیں۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ فلاں ستارے کی بدولت بارش ہوئی وہ میرا انکار کرتے ہیں اور ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں الحدیث" اور بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد غزوۂ حدیبیہ کے دوران فرمایا تھا[1] زرقانی نے "شرح مواہب" میں اسی طرح لکھا ہے اور غزوۂ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ میں ہوا تھا۔ جیسا کہ غزوات کے باب میں گذر چکا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ ۷ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ ۷ھ کے ذیل میں آگے آتا ہے۔

۳۔ اسی سال جمادی الاولیٰ یا بقول بعض جمادی الاخریٰ میں حضرت زید بن حارثہ

---

[1] اور حدیث میں اس کی صاف تصریح موجود ہے ممکن ہے دو یا زیادہ موقعوں پر یہ بات ارشاد فرمائی ہو، واللہ اعلم مترجم

رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا جو سریۂ عیص کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اس میں مسلمانوں نے قریش کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بھی تھے۔ (یہ اس وقت مسلمان نہیں تھے) ابوالعاص نے حضرت زینب سے امان طلب کیا اور انہوں نے ان کو امان دے دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں ابوالعاص کو پناہ دے چکی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو تو نے پناہ دی اس کو ہماری جانب سے امان ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کو پناہ دی اور ان کے ضبط شدہ اموال انہیں واپس کر دئیے۔

۴ ۔ اسی سال اس سریہ کے بعد حضرت ابوالعاص بن الربیع اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سابق کے ساتھ حضرت زینب کو ان کے یہاں رخصت کر دیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جدید نکاح ہوا، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ اور بقول بعض حضرت زینب کی دوبارہ رخصتی کا یہ قصہ ۸ھ کا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

۵ ۔ اسی سال رمضان میں ۔ اور بقول بعض کسی دوسرے مہینے میں ۔ حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا جو سریۂ ابورافع سلام بن ابی الحُقیق یہودی کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اس کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عتیک جب اس یہودی کو قتل کر کے واپس لوٹے تو اس کے بالاخانہ سے اترتے ہوئے چاندنی کی وجہ سے سیڑھیوں سے گر گئے۔ جس سے پنڈلی ٹوٹ گئی اور پاؤں اتر گیا۔ انہوں نے پٹی کے ساتھ اسے مضبوط باندھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: "پاؤں پھیلاؤ" انہوں نے پاؤں بچھا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پہ دستِ شفا پھیرنا تھا کہ وہ "فی الفور ٹھیک ہو گیا۔ گویا کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں"

۶ ۔ اسی سال شوال میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا جو سریۂ اسیر

بن رزام یہودی کی جانب روانہ کیا گیا تھا۔ اس کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ اُسیر یہودی نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے سر پر ایسا کاری زخم لگایا کہ ان کا سر بھیجے تک پھٹ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر لعاب دہن لگایا اور دُعا فرمائی، اس دن کے بعد ان کے سر میں نہ کبھی درد ہوا۔ نہ زخم کا کوئی مادہ (پیپ لہو وغیرہ) خارج ہوا۔

۷ ۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ ہوا جو صلح پر منتج ہوا۔ اس کا بیان غزوات کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

۸ ۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۂ حدیبیہ کا احرام باندھا، بروز پیر یکم ذلیقعدہ کو مدینے سے نکلے، اور ذی الحُلیفہ سے احرام باندھا، آپؐ کے ہمراہ تیرہ سو یا چودہ سو یا پندرہ سو حضرات تھے۔ درمیانہ قول اعدل الاقوال ہے، مدینہ میں حضرت ابن اُم مکتوم کو۔ یا بقول بعض نُمیلہ بن عبداللہ اللیثی کو اور بقول بعض آبورھم کلثوم بن حصین الغفاری کو [illegible] جانشین بنایا، ہدی کے ستر اونٹ ساتھ لئے اور ان پر ناجیہ بن [illegible] الاسلمی کو مقرر فرمایا۔ وہ آپؐ سے آگے آگے ان کو چراتے جاتے تھے، جب حدیبیہ پہنچے تو تمام کفار مکہ نے آپؐ کو آگے جانے سے روک دیا۔ آپؐ نے وہیں حلق کرایا۔ ہدی کے اونٹوں کا نحر کیا، اور احرام کھول دیا۔ تمام مسلمانوں نے بھی یہی عمل کیا۔ اس سال یہ حضرات عمرہ نہیں ادا کر پائے، بلکہ آئندہ سال ۷ھ میں اس کی قضا کی ——— جیسا کہ آگے آئے گا۔

۹ ۔ اسی سال کا یہ واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حدیبیہ سے فارغ ہوئے، ابھی مدینہ کی جانب واپسی نہیں ہوئی تھی کہ ابوجندل آپؐ کی خدمت میں پابزنجیر حاضر ہوئے، ان کا نام عاص بن سہیل بن عمر القرشی تھا اور یہ کچھ عرصہ قبل مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے تھے، اس پر ان کے والد نے انہیں بیڑیاں پہنا دی تھیں۔ بعد ازاں

ان کے والد بھی فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ جیسا کہ ۸ھ کے ذیل میں آتا ہے۔

۱۰۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے فراغت کے بعد اور مدینہ کی جانب واپسی سے قبل ابوبُصیر حاضر خدمت ہوئے۔ ان کا نام عُتبہ بن اُسید (بفتح ہمزہ) ابن جاریہ ثقفی ہے یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ اور مدت سے اسلام لا چکے تھے۔ ابوبُصیر اور ابوجَندل کفار مکہ کی ایذاؤں سے بھاگ کر آئے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ کی جانب واپس کر دیا کیونکہ کفار کی جانب سے صلح نامہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے آپؐ کے یہاں آئے اسے آپؐ کو واپس کرنا ہوگا۔ بعد ازاں ابوبُصیر اور ابوجَندل کفار کے یہاں سے بھاگ کر مدینہ اور شام کے مابین بیٹھ گئے آگے ان کا طویل قصہ گزرا جو کتب حدیث و سِیَر میں مفصل مذکور ہے۔

۱۱۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت زید بن خالد الجُہنی اسلام لائے اور مدینہ طیبہ میں رہائش اختیار کر لی، غزوۂ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور فتح مکہ کے دن قبیلۂ جُہَینہ کا عَلَم انہی کے ہاتھ میں تھا۔

۱۲۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت شَرید بن سُوید ثقفی بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لائے، اور حدیبیہ میں شریک ہو کر "بیعت رضوان" کی سعادت حاصل کی۔

۱۳۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ الاسلمی اسلام لائے اور غزوۂ حدیبیہ اور "بیعت رضوان" میں شریک ہوئے، غزوۂ حُنین اور اس کے مابعد کے مواقع میں بھی شریک رہے، چھ غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کا ان کو موقع ملا، ان کے والد ابو اوفیٰ بھی صحابی ہیں ان کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے۔

۱۴۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت خِراش (خائے منقوطہ کے کسرہ اور رائے مہملہ کے ساتھ) ابن اُمیہ ابن ربیعۃ بن الفضل ابو نضلۃ الکعبی الخزاعی اجو بنی مخزوم کے

حلیف تھے۔ اسلام لائے، اور غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، غزوۂ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق انہوں نے ہی کیا تھا۔

۱۵۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل قبیلۂ بنو اسلم کے آٹھ حقیقی بھائی یعنی اسماؓ، ہندؓ، خراشؓ، ذویبؓ، حمرانؓ، فضالہؓ، مالکؓ، اور آٹھویں کا نام نہیں مل سکا پسران حارثہ (حاء مہملہ اور ثاء مثلثہ کے ساتھ) ابن سعید اسلام لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، اسماء اور ہند اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری ہی ان کا شغل تھا۔ اسماء بن حارثہ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی ہند تھا۔ اسی ہند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم بنو اسلم میں عاشورا کے دن یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ "خبردار! جس نے کچھ کھا لیا ہو وہ باقی دن کچھ نہ کھائے پیئے، اور جس نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا وہ روزہ رکھے۔"

۱۶۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت خُفاف بن ایماء بن رحضۃ الغفاریؓ اسلام لائے۔ یہ اپنی قوم بنو غفار کے امام و خطیب تھے۔ پھر غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، حضرت خُفاف، ان کے والد ایماء اور ان کے دادا رحضہ تینوں صحابی ہیں۔

خُفَاف:۔ خاء معجمہ کے ضمہ اور فاء کی تخفیف کے ساتھ۔ اِیْمَاءُ:۔ کسر ہمزہ، سکون یائے تحتانی، پھر میم، پھر الف ممدودہ کے ساتھ، غیر منصرف ہے۔ رَحَضَہ:۔ راء اور حاء مہملہ اور ضاد معجمہ تینوں کے فتح کے ساتھ۔

۱۷۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل اِیْمَاءُ بن رَحَضَہ الغفاریؓ۔ جو خُفَاف مذکور الصدر کے والد ہیں۔ اسلام لائے،

۱۸۔ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت عقیل بن ابی طالب اسلام لائے،

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس برس بڑے ہیں۔

۱۹۔ اسی سال غزوہ حدیبیہ کے بعد غزوہ خیبر سے قبل حضرت رفاعہ بن زید بن وہب الجذامی الضبی اسلام لائے۔ یہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ حاضر خدمت ہوکر مشرف باسلام ہوئے، بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ ان کی باقی ماندہ قوم کے نام ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا چنانچہ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ انہی حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعم نامی حبشی غلام ہدیہ کیا تھا۔ جو خیبر میں قتل ہوا۔

۲۰۔ اسی سال غزوہ ذی قرد کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع "ذی قرد" میں لوگوں کو نماز پڑھائی، اور وہاں ایک دن رات قیام فرمایا، جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے یہ دوسرا موقعہ تھا کہ نماز خوف ادا کی گئی، پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں غزوہ بنی لحیان کے موقعہ پر موضع عسفان میں پڑھائی تھی۔ اور غزوہ ذات الرقاع کے ذکر میں آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر بھی نماز خوف پڑھائی، گویا یہ تیسرا موقعہ تھا۔

۲۱۔ اسی سال غزوہ ذی قرد میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو مشرکین سے چھڑانے کے لئے ان پر تیراندازی کرتے ہوئے یہ رجز پڑھتے تھے۔

خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعْ　　وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ

اس کو لو یعنی ہاں ذرا اس تیر کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو اور میں اکوع کا فرزند ہوں اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

۲۲۔ اسی سال کے آخری مہینے ذی الحجہ میں۔ اور بقول بعض ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عالم کی جانب دعوتی خطوط تحریر فرمانے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام

نے عرض کیا کہ اہل عجم مہر کے بغیر کسی خط کو قبول نہیں کرے گا چنانچہ اس مقصد کے لئے آپؐ نے انگشتری بنوائی جس میں "محمد رسول اللہ" تین سطروں میں کندہ تھا، بالائی سطر میں لفظ اللہ، درمیانی سطر میں لفظ رسول اور زیریں سطر میں لفظ محمد تھا ———

(محمد رسول اللہ)

بعد ازاں جب شاہان عجم کے نام نامۂ مبارک تحریر فرماتے تو اس پر یہ مہر ثبت فرماتے، یہ انگشتری یعلی بن اُمیہؓ صحابی نے تیار کی تھی، ان کو یعلی بن مُنیہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے والد کا نام اُمیّہ ہے اور والدہ کا نام مُنیہ، یہ سنار تھے۔

۴۲ — اسی سال جب انگشتری تیار ہوئی تو ذی الحجہ میں بادشاہوں کی جانب دعوتِ اسلام کے لئے قاصد اور گرامی نامے ارسال فرمائے، چنانچہ ذی الحجہ میں مندرجہ ذیل چھ حضرات کو ایک ہی دن بھیجا،

۱ — عمرو بن امیہ الضمیریؓ کو نجاشی شاہ حبشہ کی جانب،

۲ — دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ کو قیصر شاہ روم کی جانب جس کا نام ہرقل تھا۔

۳ — عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو کسریٰ فارس پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی جانب،

۴ — حاطب بن ابی بلتعہ اللخمیؓ کو مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ کی جانب مقوقس اگرچہ اسلام نہیں لایا، مگر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی درخواست کی اور کچھ ہدایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے جن کا بیان ۸ھ کے ذیل میں آئے گا۔

۵ — شجاع بن وہب الاسدیؓ کو حارث بن ابی شمر الغسانی کی جانب

بہ غوطہ (بضم غین) کا امیر تھا۔ جو دمشق کا ایک شہر یا قصبہ تھا حارث کو اسلام کی سعادت نصیب نہ ہوئی بلکہ کفر پر مرا جس کا بیان ۸ھ کے ذیل میں آئے گا۔

۲۴ ـــ سلیط بن عمرو العامریؓ کو ہوذہ بن علی حنفی رئیس یمامہ کی جانب، ہوذہ نہ اس وقت اسلام لایا نہ بعد میں، بلکہ کفر پر مرا، جیسا کہ ۸ھ کے ذیل میں آئے گا۔

ہَوْذَہ: فتح ہا کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔ اور بعض نے ضمہ بتایا ہے۔

۲۵ ـــ اسی سال کے آخیر میں نجاشی شاہ حبشہ اسلام لایا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک اس کے پاس پہنچا تو اس نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور اطاعت بجا لایا، اس نجاشی کا نام اَصْحَمَہ تھا، صاد اور حائے مہملہ کے ساتھ، بروزن اربعہ، مگر یہ لفظ طلحہ کی طرح علمیت اور تانیث لفظی کی بنا پر غیر منصرف ہے۔

۲۶ ـــ اسی سال کے آخر میں ـ یا ۷ھ کے اوائل میں ـ نجاشی نے بارگاہ نبوی میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنے اسلام و اطاعت کا ذکر کیا۔ اور خط کے ہمراہ بہت سے ہدایا اور تحائف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے، نیز دو کشتیوں میں اپنے صاحبزادے کے ساتھ بہتر آدمی اس بات کی معذرت کے لئے بارگاہ نبوت میں بھیجے کہ نجاشی بنفس نفیس حاضر خدمت نہیں ہو سکا۔

۲۷ ـــ اسی سال نجاشی کا بھتیجا ذو مخبر حبشی اسلام لایا۔ یہ ان بہتر آدمیوں میں شامل تھے جو دو کشتیوں میں سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ دیگر تمام حضرات وطن کو واپس ہوئے مگر حضرت ذو مخبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔

۲۸ ـــ اسی سال ـ یا ۷ھ کے اوائل میں ـــ ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان بن حرب بن امیہ کو طلب کر کے دس سوالات کئے ان میں ہر سوال کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ ہرقل اور ابوسفیان کی یہ گفتگو صحیح بخاری کے اوائل اور دیگر متعدد

مواضع میں مفصل مذکور ہے۔

۲۹ ــ اسی سال حدیبیہ سے واپسی پر ــ اور بقول بعض ۸ھ میں جعرانہ سے واپسی سے قبل ــ ۱۲ ذیقعدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ، کو گرامی نامہ دے کر منذر بن ساوی التیمی الدارمی العبدی شاہ بحرین کی جانب روانہ فرمایا۔ گرامی نامہ موصول ہونے پر منذر نے اسلام قبول کیا۔

تنبیہ: منذر کے ساتھ "العبدی" کی نسبت ان کے جد اعلیٰ عبداللہ بن دارم التیمی کی جانب ہے۔ عبدالقیس کی جانب نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے۔

۳۰ ــ اسی سال ــ جیسا کہ سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں ذکر کیا ہے۔ مگر قسطلانی کی مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی کے مطابق ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد یا ذی القعدہ ۸ھ میں غزوۂ حنین کے بعد ــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گرامی نامہ دے کر عمان کے دو رئیسوں جیفر اور عبد پسران جلندی کے پاس بھیجا، انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ موصول ہوا تو دونوں نے اسلام و اطاعت اختیار کی۔ مگر حاضر خدمت ہو کر شرف رؤیت سے مشرف نہیں ہو سکے۔ عُمان: بضم عین و تخفیف میم، یمن کا ایک شہر جو عرب کی حد میں داخل ہے۔ جُیفر، بروزن جعفر، مگر عین کے بجائے یہاں یاء ہے، عَبد: بفتح عین مہملہ و سکون بائے موحدہ، بعض نے باء کے بجائے یائے تحتانی سے ضبط کیا ہے۔ اور بعض نے ان کا نام عَیّاد بتایا ہے بفتح عین و تشدید یائے تحتانی و الف۔ جُلَندی: بضم جیم و فتح لام و الف مقصورہ۔

۳۱ ــ اسی سال سورۂ فتح نازل ہوئی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۳۲ ــ صحیح قول کے مطابق اسی سال حج فرض ہوا۔ اور بقول بعض ۵ھ میں

۳۳ ــ اسی سال ارشاد خداوندی: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ الآیہ نازل ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عداوت کفار کے اندیشے کی بنا پر اس سال حج نہیں کر سکے، البتہ

اس سال ذیقعدہ میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مگر مشرکین نے حدیبیہ ہی میں روک دیا تھا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۳۴۔ اسی سال حدیبیہ میں کسوف شمس (سورج گرہن) ہوا۔ کسوف کا یہ واقعہ اس کسوف کے علاوہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن ہوا تھا، کیونکہ مؤخر الذکر سنہ کا واقعہ ہے، جس کا بیان آگے آئے گا[۱]

۳۵۔ اسی سال حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ الانصاریہ سے۔ جو ان کی عم زاد تھیں۔ ظہار کیا، یہ اسلام میں ظہار کا سب سے پہلا واقعہ تھا، جاہلیت میں ظہار کو طلاق سمجھا جاتا ہے۔

۳۶۔ اسی سال مندرجہ ذیل واقعہ کے سلسلہ میں آیات "ظہار" قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي سے آخر آیات تک نازل ہوئیں، جن میں اللہ تعالےٰ نے جاہلیت کے اس خیال کی کہ ظہار سے طلاق ہو جاتی ہے۔ تردید فرمائی،

۳۷۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی افلح سے عقد کیا۔ یہ اکثر اہل سیر کی رائے ہے، اور بعض کا قول یہ ہے کہ عاصم جمیلہ کے باپ کا نہیں بلکہ بھائی کا نام تھا۔ ان خاتون کے بطن سے حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ عاصم کی ولادت ہوئی۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے ان کو طلاق دے دی اور زید بن حارثہ سے انکا نکاح ہوا اور ان سے عبدالرحمٰن بن زید کی ولادت ہوئی، لہٰذا عبدالرحمان بن زید، عاصم بن عمر کے ماں شریک بھائی تھے۔ یہ عاصم، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نانا ہیں۔

---

[۱] بعض محققین کی رائے ہے کہ زمانہ نبوی میں کسوف آفتاب صرف ایک ہی بار ہوا ہے، اس لئے جو روایات تعدد پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کی مناسب توجیہ کی جائے گی۔ تفصیل کے لئے معارف السنن شرح ترمذی ملاحظہ فرمایئے۔ مترجم

۳۸۔ اسی سال حضرت عمرؓ نے "ثمغ" میں اپنی جائداد وقف کی۔

۳۹۔ اسی سال چند مسلمان خواتین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچیں، جن میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی شامل تھیں۔ کفار مکہ نے صلح نامہ حدیبیہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحی کے انتظار میں کوئی جواب نہ دیا تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے ان کی واپسی سے منع فرما دیا۔ اور اس سلسلہ میں سورہ ممتحنہ کی آیات۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ الخ نازل ہوئیں۔ ان آیات کے نازل ہونے پر صحابہ کرام نے ان تمام کافر عورتوں کو جو ان کے عقد میں تھیں طلاق دے دی، حضرت عمرؓ کے پاس اس وقت دو کافر بیویاں تھیں، آپ نے دونوں کو فوراً چلتا کیا۔

۴۰۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ تو راستے میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے، سورہ فتح نازل ہوئی، اس کے نزول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو بے حد خوشی اور مسرت ہوئی۔

۴۱۔ اسی سال کا واقعہ ہے کہ مندرجہ بالا سفر کے دوران جب سورہ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مشغول تھے۔ رات کے وقت اور اونٹنی پر سفر ہو رہا تھا۔ اس حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات دریافت کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ تین بار ادھر سے سوال ہوا اور ادھر سے خاموشی میں جواب ملا تو، حضرت عمرؓ کو شدید صدمہ ہوا، انہیں خیال ہوا کہ ان سے کوئی بڑی معصیت یا غلطی سرزد ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا "اے عمر! میں وحی کی مشغولیت کی بنا پر تمہیں جواب نہیں دے سکا۔ مجھ پر سورہ فتح نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے

زیادہ محبوب ہے۔"

۴۲۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا، مُضمَّر (چھریرے بدن کے) گھوڑوں کے لئے زیادہ اور غیر مضمر گھوڑوں کے لئے کم مسافت تجویز فرمائی، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمر گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کروایا، جو حیفار سے ثنیۃ الوداع تک تھا، اور غیر مضمر گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک ہوا، اور خود ابن عمرؓ بھی ان حضرات میں شامل تھے۔ جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔

سفیان کہتے ہیں کہ حیفاءُ سے ثنیۃ الوداع تک پانچ چھ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۴۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ کروایا، جس میں ایک دیہاتی کا ایک مریل سا اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصواء پر سبقت لے گیا، اس اونٹنی سے کسی جانور کے بازی لے جانے کا یہ پہلا موقعہ تھا، اس لئے مسلمانوں پر یہ واقعہ نہایت گراں گزرا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گرانی کا اظہار کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

حَقٌّ عَلَى اللهِ تَعَالىٰ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ	یہ بات اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے کہ دنیا کی جس چیز کو بھی اونچا کریں اسے نیچا بھی کر دکھائیں۔

۴۴۔ اسی سال گھوڑ دوڑ کا دوبارہ مقابلہ ہوا جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھوڑا سب سے اول رہا۔ اور انعام جیتا۔ یہ دونوں واقعے اسلام میں مسابقت کے سب سے پہلے واقعے تھے۔ جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے۔

۴۵۔ اسی سال اُمّ رومان (را کے ضمہ سے، اور بعض نے فتحہ ضبط کیا ہے) بنت

عامر بن عویمر انفراسیہ کا انتقال ہوا یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدۂ ماجدہ ہیں۔ ان کا نام زینب یا بقول بعض دَعد تھا۔ قدیم الاسلام تھیں، مکہ میں اسلام لائیں اور ہجرت کی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شریک تھے خود نفس نفیس ان کی قبر میں اترے۔ اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا: "جو شخص جنت کی کسی حورِ عین کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھ لے"۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک بقید حیات رہیں۔ تذکرۃ القاری میں کہا ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

۶ھ — اسی سال لبید بن اعصم یہودی خذلہ اللہ نے، جو بنی زریق کا حلیف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا۔ اس نے یہ گھناؤنی حرکت یہود کی انگیخت پر کی تھی۔ چنانچہ یہودیوں نے اس مقصد کے لئے اسے تین سو دینار دیتے تھے۔ جن چیزوں میں سحر کیا تھا۔ وہ اس نے ذی اردان نامی کنوئیں میں ڈال دی تھیں۔ اس سحر کا قصہ حدیث وسیرۃ کی بڑی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیبیہ سے واپسی کے بعد ذی الحجہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ لیکن شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ "یہ سحر محرم ۷ھ میں ہوا تھا"۔ اس لئے اس کا واقعہ کا ذکر ۷ھ کے ذیل میں بھی آئے گا۔

۷ھ — اسی سال یا مندرجہ بالا اختلاف کے مطابق ۶ھ میں معوذتین نازل ہوئیں جبکہ اس سحر کو کنوئیں سے نکالا گیا۔ یہ سحر ایک دھاگے میں کہا گیا تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں، معوذتین کی ایک ایک آیت سے ایک ایک گرہ کھلتی گئی چنانچہ دونوں سورتوں کی گیارہ آیتوں کے پڑھنے سے تمام گرہیں کھل گئیں۔

۸ھ — اسی سال محرم یا صفر میں ثمامہ بن اُثال الحنفی رئیس یمامہ اسلام لائے

محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقاء کا جو سریہ قُرطا بھیجا گیا، وہ انہیں گرفتار کر لائے تھے۔ ان کو مدینہ لا کر مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کا حکم فرمایا۔ رہا ہو کر انہوں نے غسل لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلمۂ اسلام پڑھا، ان کا طویل قصہ صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ اور دیگر حضرات کی روایت سے مروی ہے۔

۴۹۔ اسی سال حضرت ثمامہ بن اثال رضؓ اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے عمرہ کیا۔

۵۰۔ اسی سال جب حضرت ثمامہ رضؓ مکہ سے یمامہ پہنچے اور انہیں قریش مکہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدمعاملگی کا علم ہوا تو انہوں نے وہ تمام غلہ روک لیا جو یمامہ سے مکہ آتا تھا، چنانچہ اہل مکہ کو شدید قحط کا سامنا ہوا، اور خون، اون اور مردار تک کھانے کی نوبت آئی بالآخر وہ مدینہ طیبہ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کے ملتجی ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو حکم فرمایا کہ یمامہ سے غلہ اور گیہوں مکہ بھیجا جاتے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں غلہ کی ترسیل شروع کی تو اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔

۵۱۔ اسی سال اہل مکہ کے اس قحط کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:۔
وَلَقَدْ اَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا الآيات (پ ع ۴)

۵۲۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی سال ایک بھیڑیے نے اهبان بن اوس رضؓ سے گفتگو کی اور ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی۔ یہی واقعہ ان کے اسلام کا سبب بنا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنہ کا واقعہ ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سنہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

۵۳۔ اسی سال حضرت جبیر بن مطعم القرشی النوفلی رضی اللہ عنہ اسلام لائے

ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام کا زمانہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین کا ہے۔ اس قول کو پہلے قول پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے

۵۴ — اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں قیام پذیر تھے، آپؐ نے حضرت کعب بن عُجرہ صحابی کو دیکھا کہ وہ (بحالتِ احرام) ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے ہیں اور جوئیں ان کے چہرے پر جھڑ رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "شاید یہ جوئیں تمہارے لئے تکلیف دہ ہیں؟"

عرض کیا: جی ہاں! اس پر یہ فرمان خداوندی نازل ہوا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ اپنا سر منڈوا دیں، اور ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ادا کریں۔ آپؐ نے صیام کی تفسیر تین روزے، صدقہ کی تفسیر چھ مسکینوں کا کھانا اور قربانی کی تفسیر بکری ذبح کرنا فرمائی[۱]،

۵۵ — اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی لحیان سے واپسی میں موضع ابواء میں اپنی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ کی زیارت کی۔ یہ غزوہ عرفان کے علاقے میں ربیع الاوّل ۶ھ میں ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدۂ ماجدہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ مگر آپؐ کو اس سے منع کر دیا گیا جس پر آپؐ کو شدید غم لاحق ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کو زندہ کیا۔ وہ ایمان لائیں، اور پھر ان کا انتقال ہوا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کو بھی اسی طرح اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا اور وہ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے تھے[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے احیاء و ایمان کی اس حدیث پر اگرچہ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن علماء نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے

---

[۱] (پ ۲ ع ۸) [۲] اس کے متعلق جلال الدین سیوطیؒ نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے ۱۲

لہٰذا اس کا قائل ہونا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۶ اسی سال عمرۂ حدیبیہ کو جاتے ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عُسفان پہنچے تو مشرکین مقابلہ پر آئے۔ اس موقعہ پر اللہ تعالےٰ نے ظہر اور عصر کے مابین نماز خوف نازل فرمائی چنانچہ آپ نے عصر میں لوگوں کو نماز خوف پڑھائی۔ یہ سب سے پہلی نماز خوف تھی۔ زرقانی نے شرح مواہب میں غزوۂ ذات الرقاع کے بیان میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسکو امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔ اندریں صورت جو نماز خوف کہ آپ نے غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی وہ پہلی نماز کے علاوہ ہوگی اس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

۵۷/۵۸ — اسی سال سفر حدیبیہ کے دوران راستہ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک حمار وحشی شکار کیا۔ ابوقتادہ کا احرام نہیں تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی اجازت سے مُحرم حضرات نے بھی اس کا گوشت کھایا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عمرۃ القضاء کے سفر کا قصہ ہے۔ مگر صحیح اور معتمد قول اول ہے۔ اور وہی صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

۵۹ — اسی سال سفر حدیبیہ کے دوران، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابواء یا ودّان میں تھے۔ صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے (جو محلم بن جثامہ کے بھائی اور ابوسفیان بن حرب کے بھانجے ہیں) آپ کی خدمت میں زندہ حمار وحشی ہدیہ کیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔ جب آپ نے ان کے چہرے پر حزن وملال کے آثار محسوس کئے تو فرمایا کہ "ہم اسے اس بنا پر قبول کرنے سے معذور ہیں کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں"۔ یہ حمار وحشی چونکہ زندہ تھا اس لئے قبول نہیں فرمایا اور حضرت ابوقتادہ کے واقعہ میں ذبح شدہ تھا اس لئے قبول فرمایا۔

شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح کہا ہے کہ صعب بن جثامہ کے حمار وحشی ہدیہ

کرنے کا واقعہ سفر حدیبیہ کا ہے۔ مگر بعض نے کہا ہے کہ سفر حجۃ الوداع کا قصہ ہے۔ اور قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ "شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ اس واقعہ کا سفر حجۃ الوداع میں ہونا ثابت نہیں۔ اور اس کا ذکر طبری اور بعض لوگوں کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ اور ہمارے نزدیک اس کا صحیح ثبوت نہیں "۔

۶۰ — اسی سال ذیقعدہ میں مقام حدیبیہ میں کیکر کے درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ میں فرمایا ہے۔ اس بیعت میں صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ مر جائیں گے .... مگر میدان سے نہیں ہٹیں گے۔ اس موقعہ پر سب سے پہلے عکاشہ بن محصن کے بھائی ابوسنان بن محصن نے بیعت کی تھی۔ یہ عکاشہ سے بیس برس بڑے تھے اور ان کا نام وہب تھا۔ اور ان کے صاحبزادے سنان بن ابی سنان دونوں بدر سے لے کر تمام غزوات وغیرہ میں شامل رہے۔ ابوسنان کی وفات غزوۂ بنی قریظہ میں اور ان کے صاحبزادے کی ۳۲ھ میں حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

۶۱ — اسی سال بیر حدیبیہ کے پانی کی کثرت کا معجزہ صادر ہوا۔ بیر حدیبیہ میں معمولی پانی تھا وہ صحابہ کرام نے تمام کھینچ لیا۔ اور کنواں بالکل خشک ہو گیا۔ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کی نایابی اور پیاس کی شکایت کی تو آپؐ نے اپنی ترکش سے ایک تیر عطا فرمایا جو کنوئیں میں گاڑ دیا گیا۔ اور آپؐ نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی عطا فرمایا وہ اوپر سے ڈال دیا گیا۔ اس کی برکت سے کنواں ہنڈیا کی طرح اُبلنے لگا، اور صحابہ کرام نے خوب فراوانی سے پانی استعمال کیا۔

۶۲ — اسی سال حدیبیہ میں اسی نوعیت کا دوسرا معجزہ صادر ہوا کہ ایک بار پھر پانی کی قلت کی شکایت کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل

تھی جس میں معمولی پانی تھا۔ اس کے علاوہ پورے لشکر میں پانی نہیں تھا۔ آپ نے وہ پانی ایک پیالے میں ڈالا پھر دستِ مبارک اس میں رکھا تو انگشتانِ مبارک کے درمیان سے پانی چشموں کی طرح پھوٹنے لگا، پورا لشکر سیراب ہوا اور سب نے وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ، جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے؟ فرمایا، اگر ایک لاکھ بھی ہوتے پانی تب بھی کافی ہوتا۔ مگر ہم پندرہ سو تھے، یہ قصہ امام بخاری .... اور دیگر حضرات نے روایت کیا ہے۔ یہ پانی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان کے درمیان سے نکلتا تھا۔ تمام پانیوں سے افضل ہے۔

۶۳۔ اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی جس میں طے پایا کہ فریقین کے درمیان دس برس کیلئے لڑائی موقوف رہے گی۔ یہ صلح نامہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔

۶۴۔ اسی سال حدیبیہ سے مدینہ طیبہ واپسی کے دوران سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں عظیم الشان بشارتیں دی گئیں مثلاً مکہ مکرمہ کی فتح، آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت[1] اور خیبر کی فتح جس کی جانب آیت کریمہ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ میں ارشاد فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے پس یہ خیبر کی غنیمت تمہیں فوری طور پر دے دی۔

۶۵ ــــ اسی سال شوال میں۔ اور بقول بعض جمادی الاخریٰ میں اور بقول بعض ذی الحجہ میں ــــ کرز بن عبد اللہ کا سریہ عرنیین کی جانب بھیجا گیا، اس کا ذکر سرایا کے بیان میں گذر چکا ہے۔

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ہر گناہ سے پاک وصاف رکھیں گے۔ پس محققین کے نزدیک یہ کنایہ ہے عصمت سے ۱۲ مترجم

فصل ۷ھ کے واقعات

۱۔ اسی سال غزوۂ خیبر اور غزوۂ ذات الرقاع ہوا۔

۲۔ اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں ایک یہودی عورت زینب بنت حارث، زوجہ سلام (بتشدید لام) ابن مشکم (بکسر میم و سکون شین وفتح کاف ربیہ یہود کا ایک رئیس تھا،) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تو اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ الاصابہ میں اس کا صحابیہ ہونا لکھا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اولاً آپؐ نے اسے معاف کر دیا تھا۔ اور اس سے انتقام نہیں لیا تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے۔ مگر جب اس مسموم گوشت سے بشر بن براء رضی اللہ عنہ جان بحق ہوئے ـــ جس کا ذکر ابھی آتا ہے۔ تو آپؐ نے قصاص میں اس عورت کو قتل کر دیا۔

۳۔ اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں بشر بن براء بن معرور الانصاری الخزرجیؓ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ زینب مذکورہ نے بکری کا مسموم گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃً کیا تو آپ نے وحی یا فراست نبوت سے معلوم کر لیا کہ یہ زہر آمیز ہے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اسے مت کھاؤ، یہ مسموم ہے۔ مگر اتنے میں بشر بن براء اس کا ایک لقمہ کھا چکے تھے۔ ان کے علاوہ کسی نے اسے منہ میں نہیں رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس زہر کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ مگر بشر بن براءؓ اس لقمہ سے جانبر نہ ہو سکے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدلے میں اس یہودی عورت کے قتل کا حکم فرمایا، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

حضرت بشرؓ کے والد حضرت براء بن معرور انصار کے بارہ نقیبوں میں سے

ایک تھے۔ ان کی وفات ہجرت کے پہلے سال ہوئی، جیسا کہ اسی باب میں ساتھ کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

۴ ـــ اسی سال غزوۂ خیبر کو جاتے ہوئے راستے میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے چچا حضرت عامر بن اکوع، عبداللہ بن رواحہؓ کے مندرجہ ذیل رجز کے ساتھ حدی پڑھنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاغْفِرْ فِدًا لَّكَ مَا اقْتَفَيْنَا وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَتَيْنَا

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا اِنَّ الَّذِيْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

اِذَآ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

ترجمہ:۔ اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم نہ ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے، آپ کے قربان جائیے، پس ہماری ساری تقصیریں معاف کر دیجئے۔ اور ہم پر سکینت نازل کیجئے۔ اور مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھیئے ہمیں جب بھی آواز دی جاتی ہے تو ہم فوراً حاضر ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے پکارکر ہم سے استغاثہ چاہا ہے، ان کافروں نے ہم پر تعدی کی ہے، وہ جب کسی فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، اور ہم کو آپ کے فضل سے استغنا نہیں۔ (سیرۃ النبی جلد اوّل)

عامر کی حدی خوانی سے لشکر کے اونٹوں کی رفتار تیز ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ حدی خواں کون ہے؟ عامر کا نام بتایا گیا تو آپؐ نے ان کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا فرمائی (یہ ان کی وفات کا اشارہ تھا، چنانچہ غزوہ خیبر ہوا تو عامرؓ اس غزوہ میں شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام کے یہاں آنحضرت کا یہ معجزہ معروف تھا کہ آپؐ کسی غزوہ کے دوران کسی صحابی کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا فرمائیں تو وہ اسی

غزوہ میں شہید ہوگا، چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا، اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں۔

۵ ــــ اسی سال غزوۂ خیبر سے قبل حضرت حجاج بن علاط السلمی ثم البھزی اسلام لائے، یہ بڑے مالدار تھے، اور ان کا مال مکہ میں تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ مکہ جاکر اپنا مال لے آئیں، آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی، یہ مکہ گئے، مگر کفار مکہ سے اسلام کا اظہار نہیں کیا، مال لے کر مکہ سے مدینہ پہنچے تو کفار مکہ کو ان کے اسلام کی خبر ہوئی، اس پر انہیں بہت ہی افسوس ہوا۔

۶ ــــ اسی سال غزوۂ خیبر سے قبل جہم بن الصلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی اسلام لائے، آپ نے خیبر کی کھجوروں کے تیس وسق انہیں عطا فرمائے۔

۷ ــــ اسی سال غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا۔ کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی پنڈلی پر چوٹ آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین بار دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہو گئے، بعد از اں کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی،

۸ ــــ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہوئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب اور ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ سے آنحضرت صلی اللہ آلہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، خیبر میں ان کی آمد ۷ھ میں ہوئی تھی، اور یہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سولہ حضرات تھے۔

۹ ــــ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔

۱۰ ــــ اسی سال صفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی سے عقد فرمایا، یہ غزوۂ خیبر کے قیدیوں میں شامل تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

اپنی ذات کے لئے منتخب کیا تھا۔ مگر یہ اسلام لائیں تو آپؐ نے انہیں آزاد کر کے
شرف زوجیت بخشا اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر قرار دیا۔ مگر ماہواری آنے
تک ان سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا۔ خیبر سے واپسی پر جب سد الصہبأ نامی جگہ
پہنچے، جو خیبر سے بجانب مدینہ ایک برید کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تو حضرت صفیہؓ
اپنے ایام سے فارغ ہوئیں، اور وہاں زفاف ہوا، اور تین دن تک صحابہ کو دعوت
ولیمہ دی۔ تین دن قیام کے بعد وہاں سے عازم مدینہ ہوئے،

۱۱ — اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
صفیہؓ سے نکاح کیا تو صحابہ کرام نے ام المومنین کی قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے تمام
قیدی بلا معاوضہ آزاد کر دیئے، جو ایک سو گھرانے تھے۔ اور جن کی تعداد سات
سو سے زیادہ تھی۔

۱۲ — اسی سال محرم وصفر کے مابین غزوہ خیبر کے ایام میں یمن سے قبیلہ
دوس کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت ابوہریرہ کا قبیلہ تھا۔ اور وفد میں
طفیل بن عمرو الاوسیؓ اور ابوہریرہؓ کے علاوہ قبیلہ دوس کے ستر، اسی گھرانوں کے
تقریباً چار سو شامل افراد تھے۔ یہ سب حضرات مشرف باسلام ہوئے، البتہ طفیل بن
عمروؓ قبل از ہجرت مکہ ہی میں اسلام لا چکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر
کے مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ لگایا،

۱۳ — اسی سال ذی قعدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء کے
سفر میں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے یکم ذی القعدہ کو چلے، ۴ ذی الحجہ کی صبح کو مکہ پہنچے،
طواف اور سعی کر کے عمرہ کیا۔ تین دن مکہ میں قیام فرما کر مدینہ کی جانب
مراجعت فرما ہوئے۔

حضرت میمونہؓ امہات المومنین میں سے آخری خاتون ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، روایات حدیث اس باب میں مختلف ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔ اس وقت آپؐ احرام کی حالت میں تھے۔ یا بغیر احرام کے؟ چنانچہ مؤطا مالک اور صحاح ستہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت احرام کی حالت میں تھے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس وقت آپؐ کا احرام نہیں تھا۔ حنفیہ نے پہلی روایت کو ترجیح دی اور احرام کی حالت میں نکاح کو جائز رکھا؛ البتہ صحبت جائز نہیں، اور شافعیہ نے دوسری روایت کو راجح قرار دیتے ہوئے محرم کے لئے نکاح کو ممنوع قرار دیا، اس مسئلہ کی پوری تفصیل کتب حدیث میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اس اختلاف کا خلاصہ اس امر کی طرف راجع ہے کہ آیا آپؐ نے مکہ جاتے ہوئے یہ نکاح کیا یا مکہ سے واپس آتے ہوئے؟ پہلی صورت میں یقیناً آپؐ محرم ہوں گے اور دوسری صورت میں لا محالہ احرام کے بغیر ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ سیرت شامیہ اور تذکرۃ القاری وغیرہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ "حضرت میمونہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ذی القعدہ میں موضع "سرف" میں ہوا، اور جب مکہ سے واپس ہوئے تو مقام "سرف" میں زفاف ہوا، جب کہ آپؐ کا احرام کھل چکا تھا" اس میں تصریح ہے کہ آپ کا یہ نکاح احرام کی حالت میں ہوا تھا، کیونکہ اس سال ذی القعدہ کا سارا مہینہ آپ احرام کی حالت میں رہے، اس سے حنفیہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے موضع سرف میں نکاح کیا تھا، یہی جگہ ان کا مسکن تھی۔ اسی میں زفاف ہوا، اور ایک طویل مدت کے بعد

اسی جگہ ان کا انتقال ہوا، اور یہی ان کا مدفن بنی رضی اللہ عنہا۔

سرف: مکہ و مدینہ کے مابین مکہ سے دس میل پر ایک بستی تھی، ان دنوں یہ بستی غیر آباد ہے۔ اور وہاں حضرت میمونہؓ کی قبر کے سوا کچھ نہیں، ان کی قبر پر قبہ بنا ہوا ہے۔ ۱۳۶۱ھ میں بحمد اللہ ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔

۱۴ — اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء ادا کیا جسے عمرۃ القصاص عمرۃ الصلح، اور عمرۃ القضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یکم ذی القعدہ کو اس کے لئے روانہ ہوئے، ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا عورتوں اور بچوں کے علاوہ ۲۰۰۰ سوار آپؐ کے ہمراہ تھے۔ مدینہ طیبہ میں ابورہم کلثوم بن الحصین الغفاری کو — اور بقول بعض عویف بن الاضبط کو اور بقول بعض ابوذر رضی اللہ عنہم کو جانشین بنایا۔ ۴ ذی الحجہ کی صبح مکہ میں داخل ہوئے، طواف و سعی کرکے عمرہ سے فراغت پا اور مکہ میں سہ روزہ قیام کے بعد مدینہ کو واپسی ہوئی،

۱۵ — اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی ہدی کے طور پر ستر اونٹ ساتھ لئے۔ اور ان کی نگرانی پر ناجیہ بن جندب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، گذشتہ سال غزوۂ حدیبیہ ۶ھ میں بھی ہدی کے اونٹوں پر حضرت ناجیہؓ ہی مقرر تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۱۶ — اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اس کی مہار تھامے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ ‏ خَلُّوا وَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ

يَا رَبِّ إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ ‏ أَعْرِفُ حَقَّ اللهِ فِي قَبُولِهِ

اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيلِهِ ‏ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ

وَيَذْهَلُ الْخَلِيْلُ عَنْ خَلِيْلِهٖ

ترجمہ :- اے کافروں کی اولاد! آپؐ کا راستہ چھوڑ دو تمام خیر اللہ کے رسول میں ہے۔ اے رب! میں آپؐ کے قول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس قبول کرنے میں اللہ کا حق پہچانتا ہوں۔ آج ہم قرآن کی تنزیل پر تم کو ایسا ماریں گے کہ کاندھوں سے گردنیں اڑ جائیں گی اور دوست، دوست کو بھول جائے گا۔

۱۷ ۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف عمرہ کے لئے اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو چند کافر مسجد کے ایک طرف بیٹھے تھے، وہ بولے کہ ان کو یثرب کے بخار نے لاغر کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ کفار کے خیال کی تردید کے لئے طواف کے تین چکروں میں "رمل" کریں (یعنی پہلوانوں کی طرح کندھے ہلاتے ہوئے تیز تیز چلیں) اور باقی چار چکروں میں بطور رحمت و شفقت عام رفتار سے چلنے کا حکم فرمایا تاکہ تھکن نہ ہو۔

۱۸ ۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے ایام میں مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔

۱۹ ۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے دوران بیت اللہ شریف کے اندر داخل نہیں ہوئے کیونکہ وہاں مشرکین کے بت رکھے ہوئے تھے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقعہ پر جب بت وہاں سے ہٹا کر توڑ دیئے گئے تو آپؐ اندر تشریف لے گئے۔

۲۰ ۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر مکہ سے نکلے تو آپ کے عم محترم حضرت حمزہؓ کی کمسن صاحبزادی (جس کا نام مشہور

قول کے مطابق "امامہ" اور بقول بعض "عمارہ" اور بقول بعض کچھ اور تھا۔ آپ کو چچا چچا پکارتی ہوئی، حضرت علی رضؓ نے آپ کے حکم سے اس بچی کو اٹھا کر حضرت فاطمہ رضؓ کے حوالے کر دیا مدینہ پہنچے تو اس کی کفالت میں حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہم) کا تنازعہ ہوا۔ مقدمہ بارگاہِ عالی میں پیش ہوا تو حضرت علی رضؓ نے اپنا استحقاق بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور پھر میں ہی اس کو مکہ سے اٹھا کر لایا ہوں۔ حضرت زید رضؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے آپؐ نے ہی میرے اور حمزہ کے مابین مؤاخات (بھائی چارہ) قائم کی تھی۔ حضرت جعفر بولے یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور پھر اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعفر رضؓ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا: "خالہ بمنزلہ ماں کے ہے"

۲۱۔ اسی سال اور ایک قول میں ۶ھ میں اور ایک دوسرے قول کے مطابق ۸ھ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلہ بن ایہم الغسانی شاہ غسان کے نام دعوت اسلام کا نامہ کرامت تحریر فرمایا، اس نے اسلام قبول کر کے آپؐ کے گرامی نامہ کا جواب لکھا، لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور بعض قول ہے کہ اسلام پر قائم رہا۔

۲۲۔ اسی سال مقوقس قبطی شاہِ مصر و اسکندریہ نے مندرجہ ذیل اشیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ کے ہاتھ بطور ہدیہ پیش کیں (۱) ماریہ قبطیہ، جو آپؐ کے حرم میں شامل ہوئیں۔ (۲) ان کی بہن سیرین (۳) یعفور نامی حمار (۴) دلدل نامی خچر (۵) بیس عدد مصر کے نفیس عمدہ کتانی کپڑے (۶) ایک ہزار مثقال سونا، (۷) عمدہ شہد کا مشکیزہ (۸) لکڑی کی شامی سرمہ دانی (۹) آئینہ (۱۰) کنگھا، علاوہ ازیں ایک سو دینار اور پانچ کپڑے اس نے حضرت حاطب رضؓ کو دیئے

۲۳۔ اسی سال غزوہ خیبر میں آپؐ کا غلام مدعم شہید ہوا۔

۲۴۔ اسی سال محرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا، بعض نے کہا

؎ یہ سنہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل سنہ ۶ھ میں گذر چکی ہے۔

۲۵ ـ اسی سال بارش کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ہوئی تو کچھ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور ستاروں (کی تاثیر) کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور اس کے برعکس کچھ ستارے پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ لیکن مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد سنہ ۶ھ میں واقعہ حدیبیہ سے قبل اس وقت فرمایا تھا جبکہ رمضان میں آپؐ نے طلب باراں کی دُعا فرمائی تھی؛ سنہ ۶ھ کے ذیل میں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔

۲۶ ـ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو ابو العاص کے ہاں دوبارہ رخصت کیا، بقول بعض یہ واقعہ سنہ ۸ھ کا ہے۔ تفصیل وہاں گذر چکی ہے۔

۲۷ ـ اسی سال حضرت حاطب بن ابی بلتعہ، حضرت ماریہ قبطیہ کو اور دیگر ہدایا لے کر مقوقس کے پاس سے واپس آئے جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے۔

۲۸ ـ اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ متعہ کو حرام قرار دیا۔ ورنہ ابتدائے اسلام سے اب تک حلال چلا آتا تھا۔ بعد ازاں فتح مکہ کے موقع پر اس کی دوبارہ اجازت دی یہ اباحت غزوۂ اوطاس تک رہی۔ غزوہ اوطاس کے تین دن بعد قیامت تک اسی کی دائمی حرمت کا اعلان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کی اباحت وتحریم دو مرتبہ ہوئی، یہی صحیح اور مختار ہے۔ جیسا کہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ نوویؒ نے جو بات کہی ہے وہ صحیح مسلم کی حدیث سے صراحتہً نکلتی ہے۔ اس لئے یہی حق ہے۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ تحریم اول کی حدیث بخاری ومسلم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے کی ممانعت فرمائی، اور دوبارہ اجازت

کی حدیث امام مسلم نے سبُرہ بن مَعبدُ جہنی رضؓ سے روایت کی ہے کہ جب ہم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی اور دوبارہ حرمت کی حدیث امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس میں تین دن تک متعہ کی رخصت دی بعد ازاں اس کی ممانعت فرمادی نیز صحیح مسلم میں حضرت سُبرہ بن معبد جہنی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ تعالےٰ نے قیامت تک کے لئے اس کو حرام کر دیا۔ صحیح مسلم میں انہی سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا: یہ آج کے دن قیامت تک کے لئے حرام ہے۔

۲۹ — اسی سال غزوۂ خیبر میں پندرہ مسلمان شہید اور ترانوے کافر جہنم۔۔۔۔ رسید ہوئے۔

۳۰ — اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں گدھوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

۳۱ — اسی سال غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا۔

۳۲ — اسی سال غزوۂ خیبر میں درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

۳۳ — اسی سال غزوۂ خیبر میں لونڈیوں سے قبل از استبرا صحبت کرنے کی ممانعت فرمائی، چنانچہ فرمایا: حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل سے قبل اور غیر حاملہ سے ایک حیض گذر جانے سے قبل صحبت نہ کی جائے۔

۳۴ — اسی سال قبل از تقسیم مالِ غنیمت فروخت کرنے سے منع فرمایا، جیسا

کہ شیخ دہلوی نے "جذب القلوب" میں ذکر کیا ہے۔

۳۵ — اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مِدْعَم نامی غلام نے خیبر کے مال غنیمت سے ایک چادر لے لی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ چادر جو اس نے تقسیم سے پہلے غنیمت کے مال میں سے لے لی تھی۔ اس پر آگ کی شکل میں شعلہ زن ہے"۔ یہ ارشاد سُنکر ایک شخص ایک یا دو تسمے لایا تو آپؐ نے فرمایا: "یہ ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں"۔

۳۶، ۳۷ — اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ ایک شخص جو از راہ نفاق اسلام کا مدعی تھا، اور جس کا نام قُزمان (بضم قاف) انظفری تھا، یہ انصار کے قبیلہ بنو ظفر کا ایک فرد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا کہ "وہ اہل نار میں سے ہے" جب خیبر میں لڑائی کا موقعہ آیا تو اس شخص نے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہاں تک کہ اسے شدید زخم آئے، قریب تھا کہ بعض لوگوں کو تردد ہو جاتا کہ ایسا شخص جس نے اتنی بہادری سے جہاد کیا ہے جہنمی کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت اکثم بن ابی الجون الخزاعی الصحابی نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کا آخری انجام کیا ہوتا ہے! آخر کار جب اس شخص نے اپنے زخموں سے شدید اذیت محسوس کی تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت اکثمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے کہ "یارسول اللہ اللہ تعالٰے نے آپؐ کی بات سچی کر دی۔ اس شخص نے خودکشی کر لی ہے"۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: اٹھو! اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی فاجر آدمی کے ذریعہ بھی اس دین کی مدد کرتے ہیں"۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ اور بعد میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔

۳۸ — اسی سال غزوہ خیبر کے دوران یہ معجزہ ہوا کہ جب آپؐ کے صحابہ کو شدید

بھوک محسوس ہوئی تو آپؐ نے دو بکریوں کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور ان کا گوشت سارے لشکر میں تقسیم کر دیا اور ایک آٹھ سو نفر کے پورے لشکر نے وہ گوشت خوب سیر ہو کر کھایا۔

۳۹ — اسی سال غزوۂ خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اموال اراضی اور باغات صحابہ کرام میں تقسیم فرمائے،

۴۰ — اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اراضی اور باغات کی کاشت کے لئے یہود سے معاملہ فرمایا کہ یہود ان اراضی کی کاشت کریں اور انہیں اس کی کل پیداوار کا نصف ملے گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا "جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہم تمہیں اس کاشت کاری پر بحال رکھیں گے"

۴۱ — اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں یہ معجزہ ہوا کہ یہود کا ایک حبشی غلام، جس کا نام "اسلم" تھا اور جو یہود کی بکریاں چراتا تھا۔ اسم بامسمیٰ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اسلام لا کر عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ بکریاں ہیں جو میرے پاس ان کے مالکوں کی امانت ہے۔ اس امانت کا ان کے مالکوں تک پہنچانا میرے ذمہ لازم ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو لشکر سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے نام پر ان کے مالکوں کی طرف روانہ کر دو، اللہ تعالیٰ خود ہی تمہاری امانت ان کے مالکوں تک پہنچا دیں گے۔ چنانچہ غلام نے یہی کیا، اور ہر بکری کسی نگران کے بغیر اپنے مالک تک پہنچ گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کی امانت ادا کر دی۔

بعد ازاں اس غلام نے ہتھیار پہنے اور لڑائی کی صف میں جا کھڑا ہوا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا، رضی اللہ عنہ،۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا کہ "میں نے دیکھا کہ دو حوریں اس کے سرہانے کھڑی ہیں" حافظ ابن کثیر "البدایہ" میں لکھتے ہیں کہ "یہ غلام

سیاہ فام شہید ہو گیا، جب کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بھی سجدہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔"

۴۲ ـــ اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں یہ معجزہ ہوا کہ حضرت علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آشوبِ چشم کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس میں حاضری سے معذور تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔ وہ دو آدمیوں کے سہارے حاضر ہوئے، آشوب کی وجہ سے آنکھیں بند تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دست مبارک پھیرا، لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی، چشم زدن میں وہ بھلے چنگے ہو گئے گویا کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر انہیں غزوۂ خیبر کا جھنڈا عطا فرمایا، جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ اس کے بعد عمر بھر انہیں آنکھوں کی تکلیف ہوئی نہ درد سر ہوا۔

۴۳ ـــ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں داخل ہوئے تو اس وقت اہل خیبر اپنے پھاوڑے ٹوکرے اٹھائے کام کاج کے لیے باہر جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اکبر! خیبر ویران ہوا، ہم جب کسی قوم کے پڑاؤ میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح، جن کو ڈرایا گیا تھا، بری ہوتی ہے۔"

۴۴، اسی سال غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کل ہم اسلامی پرچم ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ رات تمام لوگوں نے شدت انتظار میں کاٹی، ہر شخص کی تمنا تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے، صبح ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، اور انہیں وصیت فرمائی کہ "دیکھو! ان سے لڑائی لڑنے میں جلدی مت کیجیو، بلکہ انہیں اسلام کی دعوت دو، اور انہیں حقوق اللہ کی خبر دو، بخدا! ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ

تمہارے ذریعہ ہدایت سے نواز دیں۔ یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ "ان تمام سے بہتر ہے۔ جن پر طلوع آفتاب ہوتا ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "یہ اس سے بہتر ہے کہ تم مشرق سے مغرب تک کے تمام کفار کو قتل کر ڈالو"۔

۴۵، ۴۶ ــــ اسی سال غزوۂ خیبر سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہؓ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جیسا کہ اسی فصل میں تفصیل گذر چکی ہے۔ حضرت صفیہؓ خیبر کے رئیس کی صاحبزادی اور حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کی نسل سے تھیں، ان کے آبائی سلسلہ میں ایک سو نبی اور ایک سو بادشاہ گذرے تھے، اللہ تعالےٰ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ہونے کا شرف عطا کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ان کا پہلا شوہر کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق غزوۂ خیبر ہی میں بحالت کفر قتل ہوا تھا۔ یہ قید ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں اور آزادی کے بعد ام المومنین ہونے کا لازوال شرف حاصل کیا۔

۴۷ ــــ جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لا رہے تھے حضرت صفیہؓ نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب اور بعض روایات کے مطابق چاند۔ آسمان سے اترا اور ان کے دامن میں آگرا، انہوں نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر کنانہ سے کیا۔ خواب سن کر کنانہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس کے منہ پر ایسے زور کا طمانچہ رسید کیا، کہ ان کی آنکھ نیلی پڑ گئی، اور بولا: "تو شاید اس بادشاہ کی تمنا کرتی ہے جو حجاز سے ہمارے ہاں آرہا ہے[1]"۔ مگر سعادت ازلیہ انہیں اسلام کے دامن میں

---

[1] ظالم تو نے تعبیر کیسی صحیح دی ۱۲

کھینچ لائی، اور کنانہ کے مقتول ہو جانے کے لیے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں اپنے خواب کی تعبیر مل گئی،

۴۸ ۔ اسی سال غزوۂ خیبر میں یہود کے دو جنگجو بہادر، مرحب اور اس کی بھائی حارث اور دو رئیس عامر اور یاسر قتل ہوئے خذلھم اللّٰہ تعالیٰ پہلے تین کو حضرت علی رضؓ نے اور چوتھے کو حضرت زبیر بن عوام رضؓ نے قتل کیا تھا۔ اور بقول بعض اس چوتھے کو بھی حضرت علی رضؓ نے ہی قتل کیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا۔ مگر صحیح وہی ہے جو مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کو حضرت علی رضؓ نے واصل جہنم کیا۔

۴۹ ۔ اسی سال یہ مرحب مذکور حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے مقابلہ میں رجز پڑھتے ہوئے مبارز طلب ہوا:۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مَرْحَبٌ ۔۔۔ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ

اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

(خیبر کے لوگ جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں، جنگ آزما اور سلاح بند بہادر ہوں جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں)

اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، میدان میں اترے، اور اسے رجز ہی میں جواب دیا۔

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ ۔۔۔ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

اُكِيْلُهُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

(میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ بن کے شیر کی طرح میری ہیبت سے دشمن کانپ جاتا ہے۔ بہت جلد تلوار کے پیمانے سے انہیں پورا ماپ تول کر دوں گا)

سُنْدُ مُرَاہُ کے معنی یہاں جلدی کے ہیں، یعنی انہیں بڑی سرعت سے قتل کروں گا۔

۵۰ — اسی سال غزوۂ خیبر میں شدید جنگ لگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ۔ (اب تنور گرم ہوا) یہ کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں شمار ہوتا ہے۔ وطیس بر وزن فعیل بمعنی تنور،

۵۱ — اسی سال غالب بن عبداللہ اللیثی کا جو سریّہ بنو عوال اور بنو عبد بن ثعلبہ ساکنین موضع میفعقہ کی جانب روانہ کیا گیا تھا۔ اس میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مرداس بن نہیک الضمری (یا السلمی) کو اس کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا۔ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسامہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے مقابلہ میں قیامت کے دن کون تمہاری ضمانت دے گا؟ عرض کیا: "یارسول اللہ! اس نے تو مجھ سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھ لیا تھا" فرمایا: "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟" حضرت اسامہؓ نے عہد کیا کہ "میں کسی شخص کو جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیتا ہو، قتل نہیں کروں گا" ارباب مغازی نے یہ واقعہ اسی طرح لکھا ہے۔ مگر صحیح بخاری میں ہے کہ اس قتل کا واقعہ اس سریہ میں پیش آیا جس کے امیر خود حضرت اُسامہ تھے۔ اور جو ۸ھ میں حرقات جہینہ کی جانب بھیجا گیا تھا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہی راجح بلکہ صواب ہے۔

ردِّ شمس کا واقعہ:- اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی پر مقام صہبار پہنچے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے ردِّ شمس کا واقعہ پیش آیا۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانوں پر سر مبارک رکھ کر لیٹ گئے اور اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی شروع ہوا۔ حضرت علیؓ نے (کسی عذر کی بنا پر) ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی، مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کے احترام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔ اسی اثنا میں آفتاب غروب ہوگیا، غروب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے دعا فرمائی کہ "یا اللہ! علیؓ تیری اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں تھے، ان کی خاطر سورج کو واپس کر دیجیے"، چنانچہ غروب کے بعد آفتاب پھر نکل آیا، اور حضرت علیؓ نے نماز ادا کی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت علیؓ کی کرامت تھی۔

ردِّ شمس کی اس حدیث کو بعض محدثین نے صحیح، بعض نے حسن اور بعض نے ضعیف کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ نہ (اصطلاح محدثین کے مطابق) صحیح ہے، نہ ضعیف بلکہ حسن ہے۔

۵۳۔ لیلۃ التعریس کا واقعہ:- اسی سال خیبر سے واپسی کے موقع پر لیلۃ التعریس کا واقعہ پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے دوران سفر آخر شب میں نزول فرمایا تو ایسی آنکھ لگی کہ سورج نکل آیا اور صبح کی نماز فوت ہوگئی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کی زردی ختم ہو جانے کے بعد اذان واقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرمائی اور اس میں جہری قراءت کی۔

لیلۃ التعریس کے سفر کی تعیین میں دو قول اور ہیں، ایک حدیبیہ سے واپسی کا اور دوسرا تبوک سے واپسی کا، مگر پہلا (یعنی خیبر سے واپسی کا) قول زیادہ راجح ہے۔ السہیلی نے الروض الانف میں اسی کو "اصح" قرار دیا ہے۔

۵۴۔ اسی سال خیبر سے واپسی پر جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جبل احد پر پڑی تو فرمایا، ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَابَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَکَّۃَ "یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اے اللہ! میں مدینہ کے دونوں کناروں کے مابین کو حرم قرار دیتا ہوں، جیساکہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا۔"

۵۵۔ اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اپنی قوم بنو دوس کے چار سو نفر کے ہمراہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

۵۶۔ اسی سال حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عمران بن حصین ابونجید الخزاعی الکعبی البصری رضی اللہ عنہ، مشرف باسلام ہوئے اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ ابونجید، بضم نون و فتح جیم بصیغہ تصغیر۔

۵۷۔ اسی سال غزوہ ذات الرقاع کے سفر کے دوران یہ معجزہ ہوا کہ ایک بچے کو جنون کا عارضہ تھا اس کی والدہ اسے ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس کے جنون کی شکایت عرض کی۔ آپ نے لعاب مبارک لگایا اور دعا فرمائی، وہ اسی وقت شفایاب ہوا۔

۵۸۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع کے ایام میں معجزہ ہوا کہ علبہ بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شتر مرغ کے چند انڈے ہدیہ کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہیں ایک بڑے پیالے میں رکھا گیا اور صحابۂ کرام کو

کھانے کا حکم فرمایا چنانچہ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، مگر انڈے بدستور موجود تھے، اس وقت لشکر میں سات آٹھ سو آدمی تھے۔

۵۹۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع میں یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے وادی کی جانب تشریف لے گئے، مگر پردہ کی کوئی جگہ میسر نہ آئی وادی کے کنارے پر دو درخت تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ وہ اپنی جگہ سے چل کر آپؐ کے پاس آئے، اور اپنی شاخیں زمین سے ملا کر پردہ کر دیا آپ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے تو دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے اور پہلے کی طرح اپنے تنوں پر کھڑے ہو گئے۔

۶۰۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع میں یہ معجزہ ہوا کہ لشکر میں پانی ختم ہو گیا، صحابۂ کرام کو وضو کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔ آپ نے تھوڑا سا پانی، جو لشکر میں کسی صاحب کے پاس موجود تھا۔ ایک لگن میں ڈالنے کا حکم فرمایا، بعدازاں اپنا دستِ مبارک اس میں رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبلنے لگا، چنانچہ سب نے پیا، وضو کیا، اور مویشیوں کو پلایا۔

۶۱۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع میں یہ معجزہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا "عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھانا عطا فرمائیں گے"، صحابہ کرامؓ ساحل سمندر کی طرف نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی باہر ڈال دی، صحابہ کرامؓ نے اسے خوب خوب کھایا اور سب شکم سیر ہوئے یہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ پانچ آدمی اس کی آنکھ کے گڑھے میں بیٹھے، اور اس کی ایک پسلی کمان کی طرح کھڑی کی گئی، اور لشکر میں سب سے بلند قامت اونٹ کو منتخب کر کے سب سے بلند قامت آدمی کو اس پر سوار کیا گیا اور وہ اس کے نیچے سے گذرا، مگر کمان اس سے اونچی رہی اسی نوعیت کا ایک واقعہ سریۃ الخبط میں بھی پیش

آیا، جو سنہ ھ کے سرایا کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ یہ دوسرا واقعہ ہے۔

۶۲۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع کے ایام میں صحابہ کرامؓ کسی پرندے کا چوزہ پکڑ لائے۔ وہ پرندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد طلب ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چوزے کے چھوڑنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: "یہ پرندہ اپنے چوزے پر جس قدر شفیق ہے اللہ تعالیٰ تم پر اس سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہیں"

۶۳۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع کے ایام کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت عباد بن بشر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر مامور تھے، دونوں نے آپس میں طے کیا کہ ایک صاحب رات کے نصف اوّل میں بیدار رہیں اور دوسرے صاحب نصف آخر میں۔ نصف اوّل کی باری حضرت عبادؓ کے حصہ میں آئی اور انہوں نے نماز کی نیت باندھ کر سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی۔ اور حضرت عمارؓ سو گئے۔ اتنے میں کسی کافر نے حضرت عبادؓ کے تیر مارا، جس سے خون کا فوارہ بہہ پڑا، پھر ایک کے بعد دوسرا، اور دوسرے کے بعد تیسرا تیر لگا، مگر انہوں نے نماز نہیں چھوڑی، مگر جب خون غالب ہوا تو رکوع و سجود کر کے نماز سے فارغ ہوئے اور اپنے رفیق۔ حضرت عمارؓ کو جگایا، حضرت عمارؓ نے کہا، بندہ خدا مجھے پہلے تیر پر ہی جگا دیا ہوتا۔ حضرت عمارؓ بولے! میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی جی نہ چاہا کہ اسے موقوف کر دوں۔ (اور اب بھی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے میں کہیں کوتاہی نہ ہو جائے تو نہ نماز ختم کرتا، نہ تمہیں جگاتا[1])

۶۴۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی میں یہ واقعہ پیش آیا، کہ ایک دن دوپہر کا وقت تھا، اور گرمی شدید تھی اور جس وادی میں آپ فروکش تھے وہاں جھاڑیاں بکثرت تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سائے کی تلاش میں متفرق ہو گئے اور ایک ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگے آپ ایک گھنے درخت کے سائے میں سو رہے

---

[1] بین القوسین کی عبارت مترجم کا اضافہ ہے

دریں اثناء غورث بن حارث نامی ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قتل کے ارادہ سے آیا اور بولا: "کون ہے جو تجھے مجھ سے بچائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے فرمایا: اللہ۔ ادھر جبرئیل علیہ السلام نے غورث کے سینے میں مکا مارا جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: "اب بتا! تجھے کون مجھ سے بچائے گا۔" غورث یہ سن کر مبہوت رہ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی اور وعدہ کیا کہ واللہ! میں آج کے بعد نہ خود آپ سے لڑوں گا اور نہ لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ اس معاہدہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اس طرح اللہ رب العزت نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

غورث: بفتح غین بروزن جعفر۔ اور بعض نے غین کا ضمہ ضبط کیا ہے یہ غورث اس کے بعد اسلام لایا، یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، ذہبی نے "تجرید" میں اسے صحابہ کی صف میں شمار کیا ہے۔ بعض محدثین اور اصحاب سیر نے اس کا نام دعثور بن حارث لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید جمال الدین "روضۃ الاحباب" میں لکھتے ہیں: "غورث، اسلام سے مشرف ہوئے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دی، چنانچہ آپ نے اسے معاف کر دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

قسطلانی شرح بخاری میں ہے: "پس ان کے ذریعہ بہت سی مخلوق نے ہدایت پائی۔

۶۵۔ اسی سال غورث اور اس کی قوم پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (پ ۶ ع ۸)	اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر چلنے نہ دیا (ترجمہ تھانوی)

۶۶۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے قبل حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری سے ایک بیوہ خاتون سُہیلہ بنت مسعود الانصاریہ سے شادی کر لی۔ ابھی وہ عروسی کی حالت میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع کے لیے نکلے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمرکاب ہوئے واپسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا تم نے کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ عرض کیا: بیوہ سے۔ فرمایا: کنواری سے کی ہوتی کہ دونوں میں ملاطفت وملاعبت ہوتی۔ (جابر نے اس کا معقول عذر عرض کیا) الحدیث

۶۷، ۶۸۔ اسی سال غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر یہ معجزہ ہوا کہ حضرت جابرؓ کا اونٹ بہت ہی مریل اور ماندہ تھا، لشکر کے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اس بناء پر حضرت جابر پیچھے رہ گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ہاتھ میں کوڑا لیا اور اونٹ کو ہنکانے کے لیے مارا اور زبان مبارک سے دعا بھی فرمائی، پھر تو ببرکت دعائے نبوی وہ اتنا تیز قدم اور سبک رفتار ہوا کہ تمام لشکر سے آگے نکل گیا۔ اور جب یہ اونٹ آنحضرت کے معجزہ سے تیز ہوگیا، تو آنحضرت نے ایک اوقیہ میں حضرت جابرؓ سے خرید لیا۔ ایک اوقیہ، چالیس درہم۔ اور مدینہ چل کر قیمت ادا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مدینہ آنے تو قیمت ادا فرمائی، اور حضرت بلال سے فرمایا "زن وارجح" دراہم تول کر دو، اور جھکتا ہوا تول تولو" اصل قیمت سے زائد فرمانے کے بعد آپ نے ازراہ شفقت اونٹ حضرت جابرؓ کو عطا کر دیا اور فرمایا "اونٹ بھی لے جاؤ اور قیمت بھی"

بعض نے کہا یہ چاروں واقعات۔ یعنی حضرت جابر کا سہیلہ سے عقد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کی فروخت کا معاملہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل قیمت سے زائد عطا کرنا، اور یہ قیمت چکا دینے کے بعد اونٹ بھی عطا کر دینا غزوہ تبوک سے واپسی کے واقعات ہیں اور بعض نے کہا کہ غزوہ فتح مکہ سے واپسی کے بعد۔

۶۹۔ اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

موضع "صیرار" پہنچے جو مدینہ طیبہ سے تین میل کی مسافت پر واقع ہے تو وہاں شکرانہ فتح کے طور پر گائے ذبح کی۔ اور وہاں صحابہ کرامؓ کے ہمراہ ایک دن قیام فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

۷۰۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر عملی شکل میں ظاہر ہوئی جس کا ذکر ارشاد خداوندی: "لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ" میں فرمایا گیا ہے، جیسا کہ عمرۃ القضا کے بیان میں گذر چکا ہے۔

۷۱۔ اسی سال منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ ؁ھ اور بقول بعض جمادی الاخریٰ ــــ کو رات کے چھ گھنٹے گذرنے کے بعد شاہِ فارس کسریٰ پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں قتل ہوا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کی بے حرمتی کی تھی اور اسے چاک کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح چیر ڈالے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے "شیرویہ" کو اس پر مسلط کیا، اور اس نے تلوار سے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ جس رات وہ قتل ہوا، اس کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خبر دی کہ آج رات کسریٰ پرویز کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا۔ اور یہ اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

فصل: ۸ھ کے واقعات

۱۔ اسی سال منبر مبارک تیار ہوا، اور کھجور کے (جس) تنے (کے ساتھ ٹیک لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کے) رونے کا واقعہ ہوا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا منبر تیار ہوا تھا۔ منبر شریف کا ۸ھ میں تیار کیا جانا مشہور تر قول پر مبنی ہے اسی کو ابن نجار وغیرہ نے جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے ایک قول میں یہ ۷ھ کا اور ایک قول میں ۹ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا[1]، اور اس منبر نبوی سے متعلقہ بعض تفصیلات اسی فصل میں آگے آئیں گی۔

---

[1] امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ منبر شریف غزوہ بدر سے قبل تیار ہوا تھا ۲ھ میں۔

۲۔ اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے متولد ہوئے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ بالاتفاق ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، کے سن ولادت میں اختلاف نہیں اگرچہ سنِ وفات اور ماہِ وفات میں اختلاف ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام اپنے جدِ اعلیٰ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نام پر رکھا، ساتویں دن عقیقے کے دو مینڈھے ذبح کئے اور صاحبزادے کے سر کے بال اتارنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ابو ہند البیاضیؓ نے جو بنو بیاضہ کے موالی میں سے تھے۔ ان کا حلق کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کے وزن برابر چاندی مساکین پر صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اور بال دفن کرا دیئے بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ صاحبزادے کا نام بھی ساتویں دن رکھا گیا۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ان کی پیدائش جس رات ہوئی اسی رات کو نام تجویز فرما دیا۔

۴۔ اسی سال جب حضرت ابراہیمؓ کی ولادت ہوئی تو دایہ کے فرائض حضرت سلمیٰؓ نے انجام دیئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندی اور آپ کے آزاد کردہ غلام ابو رافع کی اہلیہ تھیں۔ ولادت کے بعد حضرت سلمیٰؓ نے اپنے شوہر حضرت ابو رافع کو بتایا اور انہوں نے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکباد دی اس پر آپ نے انہیں ایک غلام مرحمت فرمایا۔ اس غلام کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

۵۔ اسی سال جب حضرت ابراہیمؓ کی ولادت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا اِبْرَاھِیْمَ کے خطاب سے سلام عرض کیا۔

۶۔ اسی سال کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ ان کا سن ولادت ۲۳ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہے یعنی نبوت سے دس سال قبل۔

۷۔ اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہؓ سے ـــــ جو دیگر خواتین کے ساتھ حضرت زینبؓ کو غسل دے رہی تھیں۔ فرمایا: تین، پانچ، سات بار یا اس سے زیادہ جتنا تم سمجھو، اسے بیری کے پتوں اور پانی سے نہلاؤ، اور آخری باری میں اس میں کافور ملا لو، جب وہ غسل سے فارغ ہو تو انہیں تہہ بند عطا کر کے فرمایا "یہ اس کے کفن کے اندر کی جانب پہناؤ"۔ یہ مشہور قول ہے کہ جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور دوسری قول یہ ہے کہ یہ حضرت ام کلثوم کی وفات کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

۸۔ اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت زید بن حارثہ الکلبی، جعفر بن ابی طالب الہاشمی اور عبداللہ بن رواحہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہم سریۂ موتہ میں ملک شام میں شہید ہوئے۔ تفصیل سرایا کے اسباب میں سریۂ موتہ کے ذیل میں گذر چکی ہے اور حضرت جعفرؓ کا سن ولادت اور ان کے اسلام لانے اور ان کی ہجرت کا واقعہ ۵ھ نبوت کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

۹۔ اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے شہید ہو جانے کی خبر صحابہ کرامؓ کو مدینہ میں دی حالانکہ مدینہ اور موتہ کے مابین ۲۸ دن کی مسافت ہے۔

۱۰۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے حق میں جو موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ فرمایا کہ میں نے انہیں جنت میں یاقوت کے دو بازوں کے ساتھ فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے دیکھا ہے۔

۱۱۔ اسی سال کا یہ واقعہ ہے کہ غزوہ موتہ کے بعد جب حضرت جعفرؓ کے گھر کی خواتین نے ان کی وفات پر آہ و بکا شروع کی تو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا انہیں روکو۔ ان صاحب نے جا کر انہیں منع کیا اور وہ باز

نہیں آئیں تو آپ نے فرمایا: ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ جیساکہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

$\frac{12}{13}$ اسی سال غزوۂ موتہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "سیف اللہ" کا خطاب دیا اور اسی سال حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو "طیار" کا لقب دیا

۱۴۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز اور حج کے لیے مکہ کا امیر مقرر کیا چنانچہ اس سال انہوں نے لوگوں کو حج کرایا۔

۱۵۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا۔

۱۶۔ اسی سال ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کبر سنی کی بنا پر ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا، یہ عرض پیرا ہوئی کہ یا رسول اللہ! میں چاہتی ہوں کہ میں قیامت کے دن آپؐ کی ازواج میں اٹھوں، میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو ہبہ کرتی ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش قبول فرمائی اور طلاق کا ارادہ ترک کر دیا۔ ان کی باری کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت عائشہ کے گھر ہوتا تھا

۱۷۔ اسی سال حضرت کعب بن زہیر بن ابی سُلمیٰ (بضم سین) اسلام لائے، ابو سُلمیٰ کا نام ربیعہ بن رباح (بکسر راء و بائے موحدہ) تھا، راجح تر یہ ہے کہ حضرت کعب کے اسلام کا واقعہ ۹ھ کا ہے جیساکہ ۹ھ کے ذیل میں آئے گا۔

۱۸۔ اسی سال ذی القعدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کلب کی ایک خاتون فاطمہ بن ضحاک سے نکاح کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رخصت ہو کر آئیں اور آپ اس کے قریب گئے تو بولی: میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے بڑی ذات کی پناہ مانگی ہے۔ جا اپنے میکے چلی جا (یعنی تجھے طلاق)

۱۹۔ اسی سال آخر رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملیکہ بنت کعب اللیثیہ الکنانیہ اور بقول بعض الکندیہ سے نکاح کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں اس کے باپ کے قتل کا حکم دیا تھا، اور صحابہ نے اسے قتل کر دیا تھا، بعض عورتوں نے اس کو عار دلائی کہ تو اس سے نکاح کرتی ہے جس نے تیرے باپ کو قتل کرایا؟ چنانچہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی، پس آپ نے اس سے مفارقت کر لی۔

۲۰۔ اسی سال فتح مکہ سے قبل حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا جو سریہ بطن اضم کی جانب بھیجا گیا تھا، اس میں یہ قصہ پیش آیا کہ حضرت محلم بن جثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا اس سریہ میں شریک تھے، ان کی ملاقات بنو اشجع کے ایک شخص عامر بن اضبط سے ہوئی۔ عامر نے حضرت محلمؓ اور ان کے رفقاء کو اسلامی طریقہ پر سلام کیا، مگر انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مومن نہیں ہے اسے قتل کر دیا جب اس سریہ سے واپس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے حق میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا الخ (پ ۵ ع ۱۰)

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو۔ اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہدیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔"

۲۱۔ اسی سال صحیح قول کے مطابق، جو جمہور کا قول ہے، ماہِ صفر میں حضرت عمرو بن عاص السہمی، خالد بن ولید بن مغیرہ المخزومی اور عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی (یہ خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے) رضی اللہ عنہم اسلام لائے، چنانچہ صفر ۸ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، اور خالد بن

ولیدؓ اسلام قبول کرنے کے دو مہینے بعد غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اس سے قبل کسی جہاد میں ان کی شرکت ثابت نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں حضرات کے اسلام کا واقعہ ۸ھ کے اواخر کا ہے اور ایک قول کے مطابق ۸ھ کا۔ اور ایک قول یہ ہے۔ کہ حضرت خالد ۸ھ کے اواخر میں اسلام لائے اور ایک قول یہ ہے کہ ۸ھ میں غزوہ خیبر سے قبل۔

۲۲۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو مکہ سے ہجرت کرنے کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوا۔

۲۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صُداء کا وفد حاضر ہوا، یہ لوگ یمن کے ایک علاقہ میں آباد تھے، یہ وفد حضرت زیاد بن حارث الصدائیؓ سمیت پندرہ افراد پر مشتمل تھا۔ یہ حضرات بیعت اسلام سے مشرف ہو کر وطن واپس لوٹے، اور ان کی دعوت کے نتیجے میں ان کے یہاں اسلام کثرت سے پھیلا، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کے ایک سو آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔

۲۴۔ اسی سال فتح مکہ کے بعد —— اور بقول بعض غزوہ حنین کے بعد حضرت عَدّاءؓ (بفتح عین مہملہ، وتشدید دال، والف ممدودہ) ابن خالد بن ربیعہ العامری اسلام لائے، یہی صاحب ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیع نامہ" لکھ کر دیا تھا جس کا متن یہ تھا:

هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدٍ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعُ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ	یہ چیز وہ ہے جو عدّاء ابن خالد نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید کی ہے یہ ایک مسلم کی مسلم سے بیع ہے، جس میں نہ بیماری ہے نہ حرمت وخباثت، نہ دھوکا، نہ فریب۔

ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے یہ تحریر اسی طور پر نقل کی ہے اور یہی صحیح ہے، اور امام بخاریؒ نے کتاب البیوع میں اس واقعہ کو تعلیقاً بدین الفاظ نقل کیا ہے۔

"یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالد سے خرید کی ہے" الخ
یہ روایت یا تو مقلوب ہے (کہ راوی نے بائع اور مشتری کے نام الٹ دیئے ہیں) یا شراء کا لفظ بیع کے معنی میں ہے۔ حافظ عینیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ یہ بیع غلام یا لونڈی کی ہوئی تھی"۔[۱]

۲۶۔ اس سال چیزوں کے نرخ بڑھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیجئے، آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر کرنیوالا ہے اور وہی تنگی اور کشائش دینے والا ہے۔

۲۷۔ اسی سال سہل بن بیضاءؓ کا انتقال ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ مسجد میں پڑھا۔

۲۸۔ اسی سال فارس کا بادشاہ مرا، اور اہل فارس نے بوران نامی ایک عورت کو سربراہ مملکت بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَأَةً" اس قوم کو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی جنہوں نے اپنا معاملہ ایک عورت کے سپرد کر ڈالا۔

۲۹۔ اسی سال سرزمین شام میں بلقاء کا حاکم حارث بن ابی شمر الغسانی کفر کی حالت میں مرا۔

۳۰۔ اسی سال اہل یمامہ کا سردار ھوذہ بن علی الحنفی کفر پر مرا، اور اس کی موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ سے واپسی کے بعد ہوئی۔

۳۱۔ اسی سال رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی اور آپؐ کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کیا، اور یہی فتح عظیم تھی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیات اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الخ میں فرمایا تھا اور غزوات ۸ھ کے بیان

---

[۱] ترمذی کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مترجم

میں غزوۂ فتح مکہ کے لیے روانگی، مکہ مکرمہ میں داخلہ اور اس سے واپسی کی تاریخیں درج کر چکے ہیں۔

۲۴ تا ۲۵۔ اسی سال فتح مکہ کے لیے روانگی سے قبل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام ایک خفیہ خط لکھا تھا جس میں قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے مطلع کیا گیا تھا، یہ خط انہوں نے سارہ نامی عورت کے ہاتھ بھیجا تھا، جو قریش کی باندی تھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو اس کی خبر دی، آپؐ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت زبیرؓ اور ایک اور صاحب کو بھیجا اور انہیں بتایا کہ وہ خط فلاں فلاں صفات کی عورت کے ہمراہ ہے اور تمہیں روضۂ خاخ میں ملے گی۔ یہ حضرات اس کے تعاقب میں گئے اور ٹھیک اسی مقام پر وہ عورت ملی۔ اس سے خط کا پوچھا تو صاف مکر گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت لی اور فرمایا خط نکال دے ورنہ برہنہ تلاشی ہوگی چنانچہ اس نے چوٹی کے اندر سے خط نکال کر دے دیا، بعد ازاں حضرت حاطبؓ نے اس سلسلہ میں اپنی مجبوری پیش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا۔ اور گرفت نہیں فرمائی۔ اسی قصہ کے سلسلہ میں سورۂ ممتحنہ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ (۲۸ ع ۷) اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔

اور حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے خط ہی کے قصہ ہی کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کی فضیلت بیان فرمائی، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطبؓ کے بارے میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب بدر میں شریک ہوئے ہیں اور خبر بھی ہے کہ اہل بدر کو اللہ تعالیٰ نے جھانک کر دیکھا

ہے اور ان سے فرمایا ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے اور مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی سے مرفوعاً مروی ہے کہ کوئی ایسا شخص جو غزوۂ بدر میں شریک ہوا، دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

۳۶۔ اسی سال فتح مکہ سے کچھ پہلے حضرت عباس بن مرداس بن ابی عامر السلمی اسلام لائے، یہ بڑے جید شاعر اور مشہور بہادر تھے۔

۳۷۔ اسی سال فتح مکہ کے سفر میں (جو رمضان میں ہوا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے، اعلان کیا گیا جس کا جی چاہے وہ اس سفر میں روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے اور دوسرے وقت میں ان کی قضا اس کے ذمہ ہو گی، تاہم اس اعلان کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام روزے رکھتے رہے، مگر جب موضع کدید (بفتح کاف) پہنچے، جو قُدَیْد (بصیغہ تصغیر) اور عُسفان کے مابین واقع ہے، اور عُسفان، مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں پر ہے۔ تو آپؐ نے خود بھی روزہ نہیں رکھا، اور صحابہ کو بھی حکم فرمایا کہ روزہ نہ رکھیں تاکہ جنگ وقتال کے لیے قوت محفوظ رہے، چنانچہ اس کے بعد آخر ماہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام روزے کے بغیر رہے جیسا کہ صاحب مواہب لدنیہ نے بروایت صحیح بخاری ذکر کیا ہے۔ اور زرقانی نے شرح مواہب میں اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ "اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کا درمیانی عشرہ پورا ہونے سے قبل مکہ میں وارد ہوئے تھے، مگر چونکہ آپؐ طائف اور حنین کے قتال کی تیاری اور مختلف اطراف میں سرایا بھیجنے میں مصروف تھے، اس لیے آپ نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی تھی بلکہ آپؐ نماز قصر ادا فرماتے تھے"۔ یعنی اسی بنا پر آپؐ نے بقیہ رمضان میں افطار کیا۔

۳۸۔ اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران، کدید اور عسفان پہنچنے سے قبل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب غروب ہوتے دیکھا تو حضرت بلال رضؓ سے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو ملاؤ! انہوں نے عرض کیا کہ ابھی آفتاب کی روشنی باقی ہے، آپ نے پھر حکم فرمایا تو انہوں نے پھر بھی عرض کیا، تیسری بار میں مشرق کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ جب رات ادھر سے آجائے (یعنی مشرقی افق پر سیاہی پھیل جائے) تو روزے کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے۔

۳۹۔ اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے اور اس پر سایہ کیا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا کہ قصہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ روزے سے تھا۔ گرمی کی شدت سے بیہوش ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ سفر میں روزہ رکھنا کچھ نیکی نہیں ہے۔

یہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایت کے الفاظ ہیں اور جامع عبدالرزاق اور مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں لیس من امبر امصیام فی امسفر۔ یعنی تینوں جگہ لام کو میم سے بدل کر پڑھا گیا ہے یہ صاحب جن پر سایہ کیا گیا تھا ابو اسرائیل العامری تھے۔ جن کا نام قیس تھا، جیسا کہ قسطلانی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

۴۰۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے لیے مدینہ سے نکلنے سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، بہ نیتِ ہجرت مدینہ اپنے اہل و عیال سمیت مکہ سے نکلے، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں جحفہ یا ذوالحلیفہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف واپس ہوئے، (چونکہ یہ مکہ سے

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے آخری فرد تھے) اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چچا جان! آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسا کہ میری نبوت آخری نبوت ہے۔ واضح رہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس سے ایک مدت پہلے ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد اسلام لا چکے تھے یہ ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسی سال ۸ھ میں اپنی ہجرت کے زمانہ میں اسلام لائے تھے اور بعض نے اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ۸ھ کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

۱۴۱۔ اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ابواء کے مقام پر حضرت ابوسفیان بن حارث بن المطلب آپؐ سے ملے۔ ان کے ہمراہ ان کے صاحبزادہ جعفر بن ابی سفیان بھی تھے، باپ بیٹا دونوں نے وہیں اسلام قبول کیا۔ یہ ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور آپؐ کے رضاعی بھائی ہیں۔ کیونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا تھا اور حضرت سفیان بن حرب، جو حضرت معاویہؓ کے والد ہیں وہ دوسرے شخص ہیں، ان کا ذکر آگے آتا ہے ابوسفیان بن حارث ہاشمی ہیں اور ابوسفیان بن حرب اموی ہیں اس کے علاوہ ان دونوں کے درمیان اور بھی وجوہ فرق ہیں، جو مخفی نہیں۔

۱۴۲۔ اسی سال حضرت ابوسفیان بن حارث نے اپنے چچیرے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کی نیت سے حاضر ہوں تو آپ سے کس طرح بات کروں؟ اس لیے کہ مجھ سے آپؐ کو بہت ہی ایذائیں پہنچی ہیں، حضرت علی نے فرمایا:۔ وہی بات کہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے کہی تھی۔ یعنی:۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ (پ۱۳ ع ۴) بخدا! کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت فرمائی ہے اور واقعی ہم خطا کار تھے۔

چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر یہی عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ	تم پر آج کوئی الزام نہیں
يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ	اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (پ۱۳ ع۴)	اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے

۴۳۔ اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران سقیا اور عرج کے درمیان عبداللہ ابی امیہ المخزومی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے باپ شریک بھائی تھے ان کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن قیس الفراسی تھیں جب عبداللہ نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا۔ کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سے شدید عداوت رکھا کرتا تھا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا "ہم آپؐ کی بات پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے تا آنکہ آپؐ ہمارے لیے زمین سے چشمے جاری کر دیں، یا آپؐ کے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو الخ" مگر ان کی ہمشیرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے دل صاف ہو گیا، چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر مشرف باسلام ہوئے۔ السقیا :۔ ایک آبادبستی تھی جو مکہ و مدینہ کے درمیان فرع کے علاقہ میں تھی۔ وہاں سے مدینہ کی مسافت چار مرحلے تھی۔ الفروع :۔ (بلعنم فاء) ایک قریہ جامعہ تھا، وہاں سے بھی مدینہ طیبہ چار مرحلے پر واقع تھا، جیسا کہ باب غزوات میں ۳ھ کے غزوات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۴۴۔ اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران مرالظہران میں حضرت معاویہؓ کے والد ابوسفیان بن حربؓ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر زادہ حکیمؓ بن حزام اور بدیلؓ بن ورقاؓ الخزاعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی یہ تینوں مکہ والوں کے لیے امن کی درخواست لے کر حاضر ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یہ تینوں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ فتح مکہ سے ایک دن پہلے کا ہے۔

مرالظہران :۔ مکہ مکرمہ سے ایک مرحلہ پر ایک موضع تھا، جو اب "وادی فاطمہ" کہلاتا ہے،

یہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی جانب نہیں بلکہ اس نام کی کسی اور عرب خاتون کی جانب ہے ۔

۴۵۔ اسی سال فتح مکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو امن عام عطا فرمایا چنانچہ مکہ کے گلی کوچوں میں منادی کرائی گئی کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے، اسے امن ہے جو پردۂ کعبہ سے لپٹ جائے اسے امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے، جو ابوسفیان کے احاطے میں چلا جائے اسے امن ہے، اور جو شخص گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اسے امن ہے یہ منادی حضرت ابوسفیان صخر بن حرب نے کی تھی، چنانچہ اہل مکہ نے اس پر عمل کیا اور مامون رہے۔ البتہ پندرہ اشخاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مستثنیٰ رکھا تھا۔ جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۳) ہبار بن اسود (۴) کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ المزنی۔ صاحب قصیدہ بانت سعاد (۵) عبداللہ بن خطل (۶) مقیس بن صبابہ (۷) جویرث بن نقیذ (۸) وحشی بن حرب (۹) حارث بن طلاطیلہ الخزاعی۔ اور چھ عورتیں تھیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہندہ بنت عتبہ، زوجہ ابی سفیان بن حرب،

۲۔ سارہ، عمرو بن ہاشم کی باندی، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی سے قبل اہل مکہ کے نام لکھا گیا اس کے لے جانے والی یہی عورت تھی۔

۳، ۴۔ عبداللہ بن خطل کی دو باندیاں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگیت گایا کرتی تھیں، ایک کا نام قریبہ تھا [قاف کے فتح کے ساتھ بصیغہ مکبر، اور بعض نے بضم قاف بصیغہ تصغیر کہا ہے] اور دوسری کا نام فرتنا [بفتح فا، سکون رائے مہملہ، فتح تائے فوقانی۔ اس کے بعد نون پھر الف مقصورہ]

۵-۶- ارنب اور ام سعد۔ یہ دونوں بھی ابن خطل کی لونڈیاں تھیں۔ ان میں سے حسب ذیل مرد اسلام لائے، عکرمہ، ابن ابی سرح، کعب بن زہیر، ہبار اور وحشی اور باقی چار افراد کفر پہ تیغ کئے گئے۔ عورتوں میں سے ہندہ اور فرتنا اسلام لائیں، ارنب، قریبہ اور ام سعد کو کفر پر قتل کیا گیا اور سارہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ اسلام لائی یا کفر پر قتل ہوئی۔

۴۷- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے ثنیۂ علیا سے، جو حجون اور معلاۃ کے قریب ہے، مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے سر پر سیاہ دستار تھی، بڑا اور چھوٹا کبھی سیاہ رنگ تھا، بدن پر لوہے کی زرہ اور سر پر خود پہن رکھی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصوا پر سوار تھے اور آپ کے آگے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے اسدن آپ کا احرام نہیں تھا،۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں کے سامنے سورہ فتح اور سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔ اور آپ کی قرأت میں ترجیع تھی۔

(ترجیع کے معنی الفاظ کا کھینچنا، اور اتار چڑھاؤ)

"سر پر سیاہ دستار اور خود تھی"۔ ان دونوں کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ آپ نے خود کے اوپر سے دستار پہن رکھی ہو گی یا خود پہن کر داخل ہوئے اور کچھ دیر بعد دستار پہن لی ہو گی یا اس کے برعکس ـــ پس جس نے جو حالت دیکھی اسے نقل کر دیا۔

۴۸- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ایک دستہ دے کر اسفل مکہ کے راستہ سے داخل ہونے کا حکم فرمایا، حضرت خالد اور ان کے رفقاء کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ ۲۴ یا ۲۸ مشرک جہنم رسید ہوئے اور ہر طرح شکست کھا کر بھاگے۔ اور اس حادثہ میں دو مسلمان شہید ہوئے۔ اوّل: ابو صخر حبیش ابن خالد الخزاعی یہ حضرت ام معبد بنت خالد الخزاعیہ کے بھائی تھے، جن کے پاس سے ہجرت مدینہ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تھا۔ دوم: کرز بن جابر الفہری۔

حضرت خالد اور ان کے رفقا کا قتال حنفیہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ صلحاً

نہیں بلکہ بزورِ قوت فتح ہوا تھا، اور حضراتِ شافعیہ کا قول ہے کہ صلحاً فتح ہوا، کیونکہ جس جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس داخل ہوئے اس طرف کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔

۴۹۔ اسی سال فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیف بنی کنانہ میں فروکش ہوئے۔ جو ابطح اور محصَّب کہلاتا ہے وہاں سے ہر نماز کے لیے مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے، اور بقول بعض اُمّ ہانی کے گھر میں قیام فرمایا۔ ان دونوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ آپؐ کا اصل قیام تو خیف بنی کنانہ میں تھا، البتہ ایک دن آپ اُمّ ہانی کے گھر تشریف لائے تھے وہاں غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی۔

۵۰۔ اسی سال مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے بتوں کے ٹوٹنے کا معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپؐ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مسجد میں تشریف لاکر طواف کا قصد فرمایا تو دیکھا کہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہیں۔ جو سیسے سے مرصع تھے۔ ان میں بڑا بُت ہُبَل کہلاتا تھا جو بیت اللہ کے سامنے رکھا تھا اور اِساف نائلہ علی الترتیب صفا اور مروہ پر نصب تھے، مشرکین نائلہ کے پاس ذبیحہ کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں کمان تھی، اس کے ساتھ ہر بُت کے آنکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے تھے: "حق آگیا، اور باطل بھاگ نکلا، بلاشبہ باطل ہے ہی بھاگنے والا"جس بُت کی کی طرف اشارہ کرتے وہ بغیر چھوئے مُنہ کے بل گر پڑتا۔ بعدازاں خزاعیہ کا ایک بڑا بُت باقی رہ گیا جو کعبہ کی چھت پر رکھا تھا، یہ پیتل کا بنا ہوا تھا، اور لوہے کی میخوں کے ساتھ زمین میں نصب کیا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: کعبہ کے پاس بیٹھ جاؤ! حضرت علیؓ بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُوپر چڑھنے کے لیے ان کے کندھوں پر سوار ہوئے مگر حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اٹھا سکے، کیونکہ بارِ نبوت ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کعبہ کے پاس

بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ کو اوپر چڑھنے کا حکم فرمایا، حضرت علیؓ آپؐ کے کندھوں پر اوپر چڑھے، اور نصب شدہ بت کو اکھاڑ کر نیچے پھینک دیا۔

۵۱۔ اس بت شکنی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ کعبہ شریف کے اندر سے سارے بت نکال دیئے جائیں، جب بیت اللہ کو بتوں کی آلودگی سے پاک کر دیا گیا تو آپؐ اندر تشریف لے گئے۔

۵۲۔ کعبہ شریف کے اندر کفار نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھ میں قرعہ کے وہ تیر دے رکھے تھے جن کے ذریعہ کفار تقسیم کیا کرتے تھے۔ اور اس کو "استقسام بالازلام" کہا جاتا تھا جب بیت اللہ شریف سے بت نکالے گئے تو یہ دونوں مورتیاں بھی نکالی گئیں، ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ . اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمُوْآ اَنَّهُمَا يَسْتَقْسِمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ

اللہ تعالیٰ ان کافروں کا ناس کرے، بخدا ان کو اچھی طرح علم تھا کہ ان دونوں بزرگوں نے کبھی ان تیروں کے ذریعے تقسیم کا عمل نہیں کیا۔

۵۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کے توڑنے کا حکم فرمایا، جو لوگوں نے گھروں میں رکھے ہوئے تھے۔

۵۴۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے گرد و پیش کے علاقوں کے بتوں کو توڑنے اور غیر مسلم لوگوں سے جہاد کرنے کی خاطر سرایا بھیجے۔

۵۵۔ اسی سال فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں، چنانچہ حضرت بلالؓ نے حکم کی تعمیل کی اسی قسم کا واقعہ عمرۃ القضا میں بھی ہوا تھا۔

۵۶۔ اسی سال فتح مکہ کے اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت

بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں بہت سے احکام بیان فرمائے اور اس خطبہ میں ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا فرمایا تھا اسی دن سے مکہ کو باحرمت بنایا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوا (کہ اس میں قتال کرے) اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ پس آج کے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس میں خونریزی کرے، اور نہ یہی جائز ہے کہ اس کے کسی درخت کو کاٹے" اس خطبہ میں بہت سی چیزیں ذکر فرمائی تھیں جن کی تفصیل سیرت شامیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔

۵۷۔ اسی سال فتح مکہ کے دن۔ اور یہ راجح قول کے مطابق جمعہ کا دن تھا اور رمضان المبارک کی انسویں تاریخ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کا طواف کیا، اور ازدحام کی بنا پر ہر چکر کے بعد آپؐ اپنی چھڑی سے حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔ یہ طواف عمرے کا نہیں، بلکہ طواف نفل تھا جو بیت اللہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے کیا، کیونکہ اس وقت آپؐ کا احرام نہیں تھا، طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر تشریف لائے، اور وہاں دوگانہ طواف ادا کیا، پھر چاہ زمزم پر تشریف لے گئے زمزم نوش کیا اور اس سے وضو فرمایا۔

۵۸۔ اسی سال فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی سے کعبہ شریف کی کنجی طلب فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ کنجی میری والدہ کے پاس ہے اس کا نام سلافہ (بضم سین) بنت سعید الانصاریہ الاوسیہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے گھر جا کر ان سے کنجی طلب کی تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے زبردستی ان سے کنجی لے لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی آپؐ نے اپنے دست مبارک سے بیت اللہ کا دروازہ کھولا، اور اندر تشریف لے گئے وہاں دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر باہر نکل کر بیت اللہ کے سامنے دو رکعتیں ادا کیں۔

فائدہ :- بعض نے کہا ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار یعنی فتح مکہ کے موقعہ پر، بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ دوبارہ نہ حجۃ الوداع میں داخل ہوئے نہ کسی اور موقعہ پر، لیکن علامہ فاسی، تاریخ مکہ موسوم بہ "تحصیل المرام من تاریخ البلد الحرام" میں فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار کا داخلہ تو متفق علیہ ہے اور دوسرے اوقات میں داخل ہونا مختلف فیہ ہے۔

مجموعی طور پر چار مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ میں داخل ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ اوّل : عمرۃ القضائیں۔ دوم : فتح مکہ کے دن سوم : فتح مکہ سے اگلے دن۔ جیسا کہ احمد بن منیع اور دارقطنی کی روایت سے جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، مستفاد ہوتا ہے۔ چہارم : حجۃ الوداع میں جیسا کہ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے بعد ازاں علامہ فاسی کہتے ہیں کہ "عمرۃ القضا" میں داخل ہونے کی روایت صحیح نہیں، اس لیے صرف تین مرتبہ کا داخل ہونا ثابت ہے اور فتح مکہ کے دن داخل ہونا متفق علیہ ہے۔ اھ

۵۹۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ کلید کعبہ، حضرت عثمان اور ان کی والدہ کو واپس نہ کریں، کیونکہ ان کی والدہ نے کنجی دینے میں سختی کا مظاہرہ کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (پ ۵ ع ۵) بے شک اللہ تعالی تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر دو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی ان کو واپس کر دی اور فرمایا :

خُذُوهَا يَا بَنِيْ طَلْحَةَ خَالِدَةً تَالِدَةً لو اے بنی طلحہ! اب یہ ہمیشہ کیلئے تمہارے پاس رہیگی

۶۰۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی عثمانؓ کو واپس کر دی تو عثمان اور

ان کی والدہ نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ یہ ایک قول ہے لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت عثمان بن ابی طلحہ فتح مکہ سے سات ماہ پیشتر صفر ۸ھ میں اسلام لا چکے تھے، جیسا کہ اسی فصل میں پہلے گذر چکا ہے۔

۶۱۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں عثمان بن ابی طلحہ کے چچازاد بھائی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ العبدری الحجبی اسلام لائے۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ حنین میں اسلام لائے، اور ان دونوں اقوال میں تطبیق کی صورت یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ اسلام تو فتح مکہ کے موقع پر لائے تھے مگر ان کی پختگی جنگ حنین کے بعد پیدا ہوئی۔

۶۲۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو واپس کی تو ان کی وفات تک ان ہی کی تحویل میں رہی، اور وفات سے قبل انہوں نے اپنے چچازاد بھائی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کے سپرد کردی۔ چنانچہ وہ اب تک شیبہ کی اولاد کی تحویل میں ہے۔

۶۳۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں حُیَیّ [بصیغہ تصغیر، دو یائے تحتانی کے ساتھ] بن جاریہ [جیم اور یائے تحتانی کے ساتھ] الثقفی، حلیف بنی زہرہ اسلام لائے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۶۴۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مبارک کے حدود اور نشانات کی تجدید کا حکم فرمایا، اور تمیم بن اسید [ہمزہ کے فتحہ یا ضمہ کے ساتھ] بن عبد العزیٰ الخزاعی صحابی کو اس کام کے لیے مامور فرمایا۔

۶۵۔ اس سال فتح مکہ کے سفر میں امہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔

۶۶۔ اس سال فتح مکہ کے ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے والد حضرت ابو قحافہ (بضم قاف) اسلام لائے، ان کا نام عثمان بن عامر تھا ان کی ایک صاحبزادی کا

نام قحافہ تھا جس کے نام پر ان کی کنیت ابوقحافہ تھی یہ لڑکی ان کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑ کر لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ابوقحافہؓ اسلام لائے [1]

۷۹ تا ۱۱۷۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں مندرجہ ذیل حضرات اسلام لائے۔

۱۔ حارث بن ہشام بن مغیرۃ المخزومی۔ ابوجہل کے حقیقی بھائی۔

۲۔ وحشی بن حرب۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل۔ اور بعض کے بقول یہ غزوۂ طائف کے بعد اسلام لائے۔

۳۔ حکیم بن حزام بن خویلد۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے۔ اسی فصل میں گذر چکا ہے۔ کہ یہ فتح مکہ سے ایک دن پہلے مرالظہران میں اسلام لائے تھے۔

۴ تا ۸۔ حکیم بن حزام کے صاحبزادے۔ ہشامؔ، خالدؔ، عبداللہ یحیٰی۔ یہ اپنے والد حکیم بن حزام کے بعد اسلام لائے، اور ان کے ساتھ ان کی والدہ زینب بنت عوام بھی اسلام لائیں۔

۹۔ ابووداعہ حارث بن عمیرہ بن سعید القرشی السہمی، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت تک بقید حیات رہے۔ اور یہ مطلب بن ابی وداعہ السہمی کے والد ہیں۔

۱۰۔ مطلب بن ابی وداعہ۔

۱۱۔ ابوجہم بن حذیفۃ القرشی العدوی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے "عبید" اور بعض نے "عامر" بتایا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ماں شریک بھائی ہیں اور یہ ابوجہم ہیں جن کی "انبجانیہ" کا قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

۱۲۔ یعلی بن امیہ التمیمی، حلیف قریش۔ ان کو یعلی بن منیہ بھی کہا جاتا ہے حنین

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا ان بڑے میاں کو گھر میں زحمت دی ہم خود ہی وہاں حاضر ہو جاتے۔ مترجم

طائف اور تبوک کے غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۳۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ القرشی المخزومی۔ عیاش بن ابی ربیعہ کے بھائی ہیں یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔

۱۴۔ ابو شریح الخزاعی الکعبی المدنی۔ فتح مکہ میں بحالت اسلام شرکت کی ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے خویلد بن عمرو بتایا ہے اور بعض نے کچھ اور۔

۱۵۔ سارہ قریش کی باندی۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط، جو قریش کے نام فتح مکہ سے کچھ پہلے لکھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے جو پہلے گذر چکا۔

۱۶۔ ابو السنابل بن بعلبک بن حارث القرشی العبدری۔ یہ شاعر تھے، اور سُبیعہ اسلمیہ کے نکاح کے سلسلہ میں ان کا ایک قصہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

۱۷۔ عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس القرشی العبشمی۔ عبداللہ بن عامر کے والد

۱۸۔ رُکانہ (بعجم راء) ابن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی۔ انہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کُشتی ہوئی تھی، اور یہ قریش میں سب سے بڑے پہلوان تھے۔ آنحضرت نے انہیں دو یا تین دفعہ چت کیا۔ اس کشتی کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھیے

۱۹۔ سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد وُدّ القرشی العامری۔ رؤسائے قریش میں سے تھے یہ وہی صاحب ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے صلح نامہ میں "محمد رسول اللہ" لکھنے سے روکا تھا۔ اور اس کے اصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ مٹا کر "محمد بن عبداللہ" لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں مذکور ہے مگر فتح مکہ کے موقعہ پر ان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت سے نوازا۔

۲۰۔ سہل بن عمرو القرشی العامری۔ سہیل مذکور کے بھائی۔

۲۱۔ مسیّب بن حزن بن ابی وہب القرشی المخزومی سعید بن مسیبؒ کے والد

۲۲۔ ان کے بھائی حکیم بن حزم۔ سعید بن مسیبؒ کے چچا۔

۲۳ ان دونوں کے والد حزن بن ابی وہب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بجائے "حزن" کے "سہل" تجویز فرمایا۔

۲۴۔ مخرمہ بن نوفل ابوالمسور القرشی الزہری۔

۲۵۔ ان کے صاحبزادہ مسور بن مخرمہ۔ بعد ازاں دونوں باپ بیٹوں نے اسی سال ذی الحجہ میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

۲۶۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب القرشی العبشی۔ ان کا نام عبدالکعبہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھا۔

۲۷۔ عبدالرحمٰن بن عوام بن خویلد القرشی الاسدی۔ حضرت اُم المومنین خدیجہؓ کے بھتیجے اور حضرت زبیر بن عوام کے بھائی ہیں۔

۲۸۔ عبد بن ابی بن کعب۔

۲۹۔ ابو مروان حکم بن ابی عاص بن اُمیہ القرشی الاموی۔

۳۰۔ ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ القرشی العبشی۔ یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے ماموں۔ ابو حذیفہ بن عتبہ کے بھائی اور حضرت مصعب بن عُمیر کے ماں شریک بھائی ہیں۔

۳۱۔ عبد بن زمعہ بن قیس بن عبدشمس القرشی العامری۔ یہ حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ فتح مکہ کے ایام میں عبد بن زمعہ کی حضرت سعد بن ابی وقاص سے زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کے بارے میں مخاصمت ہوئی تھی اور اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:- الولد للفراش و للعاھر الحجر۔ یعنی بچہ اسی کا ہے۔ جس کے فراش پر پیدا ہو، اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ یہ قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔ جس لڑکے کے

بارے میں یہ مخاصمت ہوئی تھی اس کا نام عبدالرحمٰن بن زمعہ ہے اور اس لونڈی کا نام جو اس بچے کی والدہ تھی، قریبہ بنت اُمیہ بن مغیرہ ہے۔ جیسا کہ اسد الغابہ وغیرہ میں ہے، اگرچہ قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ اس لونڈی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

۳۲۔ خُرَیم (خائے معجمہ اور رائے مہملہ کے ساتھ بصیغہ تصغیر) ابن فاتک بن اخرم الاسدی۔ ان کا تعلق اسد خزیمہ سے تھا یہ طویل زلفیں رکھتے تھے، صحیح یہ ہے کہ یہ اور ان کے بھائی سَبْرہ بن فاتک بہت مدت پہلے اسلام لا چکے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

۳۳۔ خریم مذکور کے صاحبزادے ایمن بن فاتک، وہ اس وقت نوجوان لڑکے تھے۔

۳۴۔ ابو واقد اللیثی۔ لیث بنی کنانہ سے۔ ان کا نام حارث بن اسید ہے، کہا گیا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔ یہ کہنا قول صحیح نہیں کہ وہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

۳۵۔ فتح مکہ کے بعد عَتّاب (بفتح عین و تشدید تائے فوقانی) بن اسید (بفتح ہمزہ)، ابن ابی العیص (بکسر عین مہملہ) ابن اُمیّہ القرشی الاموی المکی اسلام لائے اور اسلام میں خوب عمدگی پیدا کی۔ چنانچہ اسی سال ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ کا عامل مقرر کیا اور اس سال عتاب ہی نے لوگوں کو حج کرایا، جیسا کہ قبل ازیں اسی فصل میں گذر چکا ہے۔

۳۶۔ عبداللہ الزبعریٰ (بکسر زائے معجمہ و فتح بائے موحدہ، و سکون عین مہملہ بعد ازاں رائے مہملہ، پھر الف مقصورہ) ابن قیس القرشی السہمی۔ مشہور شاعر تھے اور قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتے تھے۔

۳۷۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ حضرت عثمان بن عفان کے رضاعی بھائی یہ قبل ازیں اسلام لاچکے تھے اور کتابت وحی پر مامور تھے۔ بعد ازاں مُرتد ہوگئے دوبارہ فتح مکہ میں اسلام لائے اور اس کے بعد اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے۔

۳۸۔ عقبہ بن حارث بن عامر ابو سروعہ القرشی النوفلی۔ یہ وہی صاحب ہیں جس نے سکلہ ھ میں صحابی جلیل حضرت خبیب بن عدی کو قتل کیا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت عطا فرمائی حضرت خبیب کو قتل کرنے کا واقعہ سرایا کے باب میں ۳ھ کے سرایا میں گذر چکا ہے۔

۳۹۔ حُویطب بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس القرشی العامری رضی اللہ عنہ حنین اور طائف میں بحالت اسلام شریک ہوئے، یہ مؤلفۃ القلوب میں شامل تھے۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ان کو سَو اونٹ کا عطیہ دیا۔ بعد ازاں اسلام میں راسخ القدم ثابت ہوئے

۴۰۔ خالد بن اسید (بفتح ہمزہ کسر سین) ابن ابی العیص بن اُمیہ القرشی الاموی عتاب بن اسید کے بھائی۔ اسلام لانے کے بعد فتح مکہ کے ایام ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

۴۱۔ ام حکیم بیضا بنت حارث بن ہشام المخزومیہ، عکرمہ بن ابی جہل کی چچا زاد اور اہلیہ چند دن بعد ان کے شوہر بھی ان کی ترغیب پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

۴۲۔ صفوان بن امیہ بن خلف الجمحی، ان کا باپ اُمیّہ بن خلف بحالت کفر غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا۔ یہ فتح مکہ کے دوران یا اس کے بعد اسلام لائے۔

۴۳۔ ہبار بن اسود

۴۴۔ بُدیل بن ورقا بن عبدالعزیٰ الخزاعی۔ بعض کا کہنا ہے کہ بُدیل اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن بدیل فتح مکہ سے ایک دن پہلے مرالظہران میں اسلام لائے تھے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۴۵۔ شُنَین (بضم سین و فتح نون و سکون یائے تحتانی) بن فرقد، ابوجمیلۃ الضمری یا السلمی۔

۴۶۔ عبداللہ بن الشخیر (شین معجمہ مکسورہ، خائے معجمہ مشددہ پھر یائے تحتانی ساکنہ، پھر رائے مہملہ) ابومطرف العامری، بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے کی طرف نسبت ہے۔

۴۷۔ مطیع بن اسود بن حارثۃ العدوی، ان کا نام عاصی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے مطیع رکھا، حجۃ الوداع میں انہوں نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق کیا تھا۔

۴۸۔ ام ہانی، بنت ابی طالب۔ ان کا نام فاختہ تھا۔

۴۹۔ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب القرشی الاموی۔ جلیل القدر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ اپنے والد کے چند دن بعد اسلام لائے اور ایک قول یہ ہے کہ اپنے والد سے بہت عرصہ قبل غزوۂ حدیبیہ کے موقعہ پر اسلام لاچکے تھے۔ مگر اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے، فتح مکہ کے موقعہ پر اظہار اسلام کیا۔

۵۰۔ یزید ابن ابی سفیان، حضرت معاویہؓ کے باپ شریک بھائی ہیں فضلائے صحابہ میں ان کا شمار تھا، اور "یزید الخیر" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، کنیت ابوالحکم تھی۔ ابوسفیان کے صاحبزادوں میں سب سے افضل تھے۔

۵۱۔ ہند بنت عتبہ۔ حضرت ابوسفیان بن حرب کی اہلیہ اور حضرت معاویہ کی والدۂ ماجدہ، رضی اللہ عنہم۔ ۱۱۸۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ام ہانیؓ بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے وہاں غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی۔

۱۱۹۔ اسی سال فتح مکہ کے دوران ام ہانیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئیں اور عرض پیرا ہوئیں کہ یا رسول اللہ! میرے ماں جائے (حضرت علیؓ) کہتے ہیں کہ وہ ان دو شخصوں کو، جن کو میں نے پناہ دے رکھی ہے۔ قتل کرکے چھوڑیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام ہانی! جن کو تو نے پناہ دی ہے۔ ان کو ہماری طرف سے بھی امن ہے۔ ام ہانیؓ نے جن دو صاحبوں کو پناہ دی تھی۔ ان میں ایک تو حارث بن ہشام المخزومی، ابوجہل کے بھائی تھے اور دوسرے زہیر بن ابی اُمیہ بن المخزومی، حضرت ام المومنین امّ سلمہؓ کے بھائی تھے، بعدازاں یہ فتح مکہ کے دوران ہی اسلام لے آئے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ دو شخص جن کو ام ہانی نے پناہ دی تھی ان میں سے ایک تو اس کا شوہر ہبیرہ بن ابی وہب المخزومی تھا اور دوسرا جعدہ بن ہُبیرہ مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ہبیرہ تو فتح مکہ کے موقعہ پر بھاگ کر نجران چلا گیا تھا۔ اور اپنے کفر و شرک کی حالت میں وہیں رہا اور وہیں مرا اور جعدہ ان دنوں نابالغ تھا۔ حضرت علیؓ کے لیے اس کا قتل کرنا روا نہیں تھا۔ حافظ نے فتح میں اور زرقانیؒ نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۱۲۰۔ انہی ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن خطل کے قتل کا حکم فرمایا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خود بھی بد زبانی کرتا تھا اور اپنی دو لونڈیوں سے آپؐ کے ہجو کے گیت گوانا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن خطل پردۂ کعبہ سے چمٹا ہوا ہے، آپؐ نے قتل کا حکم دیا۔ اور اسی حالت میں اسے جہنم رسید کیا گیا، جیسا کہ اسی فصل میں گذر چکا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا تھا؟ صحیح یہ ہے کہ ابو برزہ اسلمیؓ نے قتل کیا تھا۔

۱۲۱۔ فتح مکہ میں ابولہب کے دو لڑکے عتبہ (بضم عین مہملہ، وسکون تائے فوقانی، بصیغہ مکبّر) اور مُعتّب (بضم میم، وفتح عین مہملہ وکسر تائے فوقانی مشددہ)

اسلام لائے اور شرف صحابیت سے مشرف اور جنگ حنین میں شریک ہوئے
نیز ابولہب کی لڑکی دُرّہ بنت ابی لہب بھی اسلام اور صحابیت سے مشرف
ہوئیں۔ البتہ ان کا بھائی عُتیبہ (بصیغہ تصغیر) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء
دیا کرتا تھا۔ آپؐ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی تھی :- اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ
کَلْبًا مِنْ کِلَابِکَ "یا اللہ! اس پر کسی کتے کو مسلط کر دے" اس بددعا کے
نتیجے میں اسے ایک شیر نے چیر ڈالا تھا۔ سرزمین شام میں موضع زرقاء میں اپنے باپ
ابولہب کی زندگی میں وہ بحالت کفر ہلاک ہوا تھا، جیسا کہ ابولہب کی موت کفر پر ہوئی
۱۲۲۔ اسی سال فتح مکہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر و خنزیر،
مردار اور مردار کی چربی کی بیع اور کاہن کی شیرینی کو حرام قرار دیا۔
۱۲۳۔ اسی سال فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں
۱۷، ۱۸ یا ۱۹ دن قیام کا اتفاق ہوا، اس دوران آپؐ نماز قصر پڑھتے تھے (کیونکہ
پندرہ دن قیام کی نیت نہیں تھی)
۱۲۴۔ اسی سال جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ
فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ تمام عرب اسلام کے زیر نگیں ہو چکا تھا
اور کامل طور پر آپؐ کو "فتح مبین" نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے دین اور
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرما کر آپؐ کو کامل اعزاز بخشا۔ تا آنکہ مکہ
اور اس کے گرد و پیش شہر اور حجاز میں ایک بھی کافر نہ رہا۔ بلکہ عام طور سے لوگ
مسلمان ہو گئے اور کچھ جزیرہ عرب سے بھاگ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔
۱۲۵۔ اسی سال جب فتح مکہ کی تکمیل ہوئی تو شیطان چیخیں مار مار کر رویا۔
اور جب اس کی ذریت اس کے گرد جمع ہوئی تو ابلیس نے کہا کہ آج کے بعد
عرب میں شرک داخل کرنے سے تو ہاتھ دھو لو۔ ہاں ان لوگوں میں نوحہ پھیلا دو۔

۱۲۶۔ فتح مکہ کے بعد فاطمہ بنت اسود المخزومیہ نے کسی کا زیور چوری کر لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک چادر چرالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر "قطع ید" کی سزا جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کا قصہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔

۱۲۷۔ فتح مکہ کے بعد انصار اہل مدینہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح کر دیا ہے۔ یہ آپ کا آبائی وطن ہے۔ یہیں آپ کا خویش قبیلہ آباد ہے۔ اس لئے ممکن ہے آپ ہمیں چھوڑ دیں اور یہیں رہ پڑیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو انصار سے فرمایا۔ المحیا محیاکم والممات مماتکم ؛ یعنی تمہارا ہمارا زندگی اور موت کا ساتھ ہے، نیز فرمایا: اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے باہر کا کپڑا اور انصار کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کا کپڑا جو جسم سے ملا رہتا ہے اور فرمایا: انصار میرے اندرونی اعضاء (کرشی) اور میرے راز دار ہیں (عیبتی) نیز فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا (یعنی بجائے مہاجرین کے انصار میں شمار ہوتا) اور فرمایا: اگر لوگ ایک وادی ہی یا ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری وادی (گھاٹی) میں چلیں تو میں انصار کا ساتھ دوں گا۔ (الحدیث)

۱۲۸۔ اسی سال کے اوائل میں عاصم بن عمر بن خطاب پیدا ہوئے، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نانا ہیں، تذکرۃ القاری میں لکھا ہے کہ عاصم کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو برس قبل ہوئی۔

۱۲۹۔ اسی سال عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی کی ولادت ہوئی۔ ان کا لقب بَبّہ تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور ان کے والد حارث صحابی ہیں۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے

دو برس قبل پیدا ہوئے۔

۱۳۰۔ اسی سال جب فتح مکہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لیے نکلے تو عتّاب بن رسید کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور عُتاب بن اَسید کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور عتاب مکّہ ہی میں رہے، یہاں تک اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ وہ اس وقت بست ۲۰ سالہ تھے۔

۱۳۱۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہَ حنین کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ بارہ ہزار اور بقول بعض چودہ ہزار کا لشکر تھا۔ آپؐ نے صفوان بن اُمیہ سے کچھ زرہیں مستعار طلب فرمائیں۔ چنانچہ اس نے چار سو زرہیں معہ دیگر اسلحہ کے پیش کیں۔

۱۳۲۔ اسی سال حنین کے راستہ میں بعض نومسلموں نے ایک بڑی سرسبز بیری کا درخت جسے "ذاتِ انواط" کہا جاتا تھا، دیکھ کر کہا "یا رسول اللہ! ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط" متعین کر دیجیے جیسا کہ کافروں کیلیے "ذاتِ انواط" مخصوص ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: اللہ اکبر! تم نے بھی وہی بات کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر دیجیے، جیسا کہ کافروں کے معبود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ایسی قوم ہو کر نادانی کی بات کرتے ہو۔

"انواط" سے اسلحہ ٹانگنے کی کھونٹیاں مراد ہیں۔ کافر لوگ اس درخت کی تعظیم کے لیے اس پر کپڑے آویزاں کیا کرتے تھے۔

۱۳۳۔ اسی سال غزوہَ حُنین میں اولاً کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے اور بعض نے کثرتِ تعداد پر فخر کیا۔ قدرتِ خدا کہ کافروں نے لوٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اس طرح کثرت پر نازاں ہونے کے سبب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور سب لوگ مکہ کی طرف بھاگنے لگے۔ آنحضرتؐ

کے ساتھ کل دس یا بارہ یا اسّی آدمی باقی رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے۔ آپؐ اُسے ایڑ لگا کر کافروں کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ یہ سفید رنگ کا خچر جس پر آپؐ اس وقت سوار تھے، آپؐ کو فروہ بن نفاثہ الجزامی نے ہدیہ کیا تھا اور یہ "فضہ" کے نام سے موسوم تھا۔ اور ایک قول کے مطابق آپؐ اس وقت "دلدل" پر سوار تھے۔ جو مقوقس شاہ اسکندریہ نے ہدیہ کی تھی۔ یہ صحیح پہلا قول ہے۔ ابو سفیان بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ بہر حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آواز دی تو فوراً پلٹ آئے۔

۱۲۴۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ صادر ہوا کہ جب مسلمان پلٹ آئے تو آپؐ خچر سے نیچے اتر آئے اور زمین سے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا :۔ ھُزِمُوا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ، رب کعبہ کی قسم ان کو کفار کی شکست ہوئی، نیز تین بار فرمایا : شَاھَتِ الْوُجُوْہُ ان کافروں کے چہرے بگڑ جائیں۔ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ ان کی مدد نہیں ہوگی۔ آپؐ کا کنکریوں کی مٹھی پھینکنا تھا کہ تمام کافروں کی آنکھیں اس سے بھر گئیں اور ان میں سے ہر شخص کو ایسا لگتا ہے کہ ہر درخت اور پتھر اور تمام چیزیں جو انہیں نظر آتی تھیں گویا شہ سوار کی صورت میں ان کا تعاقب کر رہی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی نصرت و مدد سے کافروں کو شکست دی۔ مسلمانوں کو نہ مقاتلہ و مقابلہ کرنا پڑا۔ نہ تیر اندازی اور نیزہ بازی کی ضرورت پیش آئی۔

۱۲۵۔ اس موقعہ پر جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تو آپؐ اپنے خچر کو کافروں کی جانب مہمیز کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں واقعی نبی ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

۱۲۶ ۔ اسی سال غزوۂ حنین میں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے نازل کیے، وہ سفید رنگ مردوں کی شکل میں تھے ۔ ابلق گھوڑوں پر سوار، سر پر سرخ عمامے ان کے شملے کندھوں کے مابین لٹکے ہوئے تھے ۔ یہ پانچ ہزار فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے نازل ہوئے تھے، حق تعالیٰ کے ارشاد: فَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (پس اتارے اللہ تعالیٰ نے ایسے لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے) میں انہی فرشتوں کے نزول کی جانب اشارہ ہے ۔

۱۲۷ ۔ اسی سال غزوۂ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا۔ اس کافر کا سامان اسی کو ملے گا۔ بشرطیکہ اس کے پاس گواہی موجود ہو"

۱۲۸ ۔ اسی سال غزوۂ حنین میں حضرت ابوقتادہ نے ایک کافر کو قتل کیا۔ مگر اس مقتول کا سامان کسی اور صاحب نے لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفارش کی کہ یا رسول اللہ! اس مقتول کا سامان ابوقتادہ کو دیا جائے کہ یہ انہی کا حق ہے چنانچہ آپ نے ابوقتادہ رض کو وہ سامان دلوایا۔ یہ قصہ صحیحین اور دوسری کتابوں میں مفصل مذکور ہے ۔

۱۲۹ ۔ غزوہ حنین میں حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رض نے تنہا بیس کافر قتل کیے اور ان کا سامان اتار لیا، آپ نے وہ ابوطلحہ کو عطا فرمایا۔

۱۴۰ ۔ غزوۂ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے لوگ قیدی بنائے اور بہت سے مال مولیشی وغیرہ مال غنیمت بنے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال غنیمت صحابہ کے درمیان تقسیم نہیں فرمایا بلکہ جعرانہ بھجوا دیا، یہاں تک کہ غزوہ طائف سے جعرانہ واپس آئے تو تقسیم کیا۔ غزوہ حنین کے مال غنیمت اور قیدیوں کی تفصیل عنقریب آئے گی ۔

۱۴۱ ۔ اسی سال غزوۂ حنین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی جب کہ تم اپنی کثرت پر نازاں ہوئے تھے۔

۱۴۲۔ اسی سال غزوہ حنین میں ایک کافر عورت بھی مقتول پائی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت خالد بن ولید کا نام لیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو پیغام بھیجا کہ کسی عورت، کسی بچے اور کسی ضعیف بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔

۱۴۳۔ غزوہ حنین میں چار صحابی شہید ہوئے۔

۱۔ ایمن ابن ام ایمن الحبشی رضؓ۔ ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں۔ جنہوں نے آپؐ کی پرورش کی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ایمن اور تھے، جو انصاری صحابی تھے، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ایمن بن عبید بن زید الخزرجی الانصاری ان دونوں اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے، کہ ام ایمن کا نکاح عبید انصاری سے ہوا تھا، جس سے ایمن کی ولادت ہوئی، عبید کے انتقال کے بعد ام ایمن کا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا اور اس سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ اس لئے ایمن اسامہ کے ماں شریک بھائی ہیں۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۲۔ یزید بن زمعہ بن اسودؓ ۳۔ سراقہ بن حارث انصاریؓ ۴۔ ابو عامر اشعریؓ

۱۴۴۔ نیز اسی غزوہ حنین میں ابو اللحم غفاری بھی شہید ہوئے: ان کا نام بعض نے عبد اللہ بن حارثہ اور بعض نے کچھ اور بتایا ہے۔ یہ بہت پہلے سے اسلام اور صحابیت سے مشرف تھے، غزوہ خیبر اور مابعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوہ حنین میں یہ پانچویں شہید تھے۔

۱۴۵۔ غزوۂ حنین میں تین سو کافر مرے اور بقول بعض ستر۔ دونوں اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ ہزیمت سے قبل ستر مرے ہوں گے اور بعد میں تین سو۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۱۴۶۔ غزوہ حنین میں کافروں کی بہت سی عورتیں قید ہوئی تھیں جو مسلمانوں میں تقسیم کردی گئیں باوجودیکہ وہ اسلام لے آئی تھیں، مگر چونکہ ان کے کافر شوہر زندہ تھے اس لئے مسلمانوں کو ان سے مقاربت میں تردد تھا۔ اس پر قرآن کریم کی مندرجہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

والمحصنات من النساء	اور شادی شدہ عورتیں بجز ان عورتوں کے جن کے
الا ما ملکت ایمانکم	تم مالک ہو (کہ اگرچہ ان کے کافر شوہر زندہ ہوں،
" " " "	اس کے باوجود وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔

۱۴۷۔ اسی سال غزوہ حنین میں صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "عزل" کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔

لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَفْعَلُوْا۔ مَا مِنْ نَسْمَةٍ	نہیں! تم کو لازم ہے کہ ایسا نہ کرو۔ جو
كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ	روح قیامت تک پیدا ہونیوالی ہے وہ پیدا
" " " "	ہوکر رہے گی۔

سید جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ عزل کے بارے میں سوال غزوہ حنین میں ہوا تھا اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہی سوال غزوہ بنی المصطلق میں بھی ہوا، لہٰذا اس کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے گا۔

۱۴۸۔ اسی سال غزوہ حنین کے ایام میں عائذ اللہ بن عمر ابو ادریس الخولانی کی ولادت ہوئی، جو شام کے عالم اور بہت بڑے تابعی ہیں اور رویت کے اعتبار سے ان کو صحابہ

میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کو رویت حاصل ہے، مگر روایت کے اعتبار سے ان کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔

۱۴۹۔ اسی سال غزوۂ طائف کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں آنحضرت ﷺ ایک قبر کے پاس سے گذرے تو فرمایا :۔ یہ ابورغال کی قبر ہے (رغال بکسر رائے مہملہ وغین معجمہ، ولام۔ یہ قبیلۂ ثقیف کا جدّ اعلیٰ اور ثمود میں سے تھا، اور اس کے ساتھ سونے کی ٹہنی بھی دفن کی گئی تھی" صحابہ نے وہ جگہ کھود دی تو اس سے سونے کی یہ ٹہنی برآمد ہوئی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ یہ ٹہنی بیس رطل سے کچھ زیادہ تھی۔

۱۵۰/۱۵۱۔ اس سال غزوۂ طائف کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعلان کر دیا گیا کہ "جو غلام اہل طائف میں سے اتر کر ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہوگا" یہ اعلان سنکر ۲۳ غلام اتر آئے، جو لوجہ اللہ آزاد کیے گئے، ان ہی غلاموں میں حضرت ابوبکرہ نُفیع (بصیغہ تصغیر) ابن مسروح بھی تھے، یہ حارث بن کلدہ کے غلام تھے، اس لیے نسبت وِلاء کی بنا پر کبھی ان کو نفیع بن حارث بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرہ اور ان کے یہ تمام رفقاءؓ نے اسلام قبول کیا۔

۱۵۲۔ غزوہ طائف میں ثابت بن جذع الانصاری الخزرجی شہید ہوئے، یہ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ الجذع کا نام ثعلبہ بن زید تھا۔

۱۵۳۔ غزوۂ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے منجنیق نصب کیا، اس سے قبل کسی غزوہ میں نصب نہیں کیا گیا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا منجنیق تھا۔ جس سے گولہ باری کی گئی۔

۱۵۴/۱۵۶۔ غزوۂ طائف ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مخنّث نے، جس کا نام ہیت تھا۔ عبداللہ بن ابی امیہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) سے کہا کہ کل اگر اللہ تعالیٰ نے طائف فتح کر دیا تو تجھے بادیہ بنت غیلان کی نشاندہی کر دوں گا۔ جو چار

سے ساتھ آتی ہے اور آٹھ کے ساتھ جاتی ہے"۔ غیلان طائف کا رئیس تھا اور بادیہ اس کی لڑکی تھی جو بڑی حسین وجمیل تھی، چار اور آٹھ سے مراد پیٹ کی شکنیں ہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ جب وہ سامنے آتی ہے تو فربہی کی بنا پر اس کے پیٹ میں چار بل پڑتے نظر آتے ہیں اور ہر شکن کے سرے پر دو دو شکنیں بن جاتی ہیں۔ اس لئے پشت کی جانب سے آٹھ نظر آتی ہیں۔ غیلان اپنے والد سے پہلے غزوۂ طائف کے دنوں میں اسلام لے آئیں تھیں۔

بہرحال اس مخنث کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو مخنثوں کے مسلمان عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت فرما دی اور حضرت ام سلمہ سے فرمایا:۔ "آج کے بعد یہ لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں"۔

۱۵۷۔ اسی سال غزوۂ طائف میں حضرت عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ المخزومی حضرت ام سلمہ ام المومنین کے بھائی شہید ہوئے، رضی اللہ عنہا۔ طائف کے قلعہ سے ایک تیر آکر ان کے جسم میں پیوست ہوگیا جس سے ان کی شہادت ہوئی، پہلے گذر چکا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے تھے۔ غزوۂ فتح، حنین اور طائف میں شریک ہوئے۔

۱۵۸۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب سے ساتھ دیر تک تنہائی میں گفتگو فرمائی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کی اپنے چچازاد کے ساتھ اتنی طویل سرگوشی عجیب سی بات ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے از خود ان سے سرگوشی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی تھی۔

۱۵۹۔ اسی سال غزوۂ طائف میں حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے عبداللہ شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔

۱۶۰۔ اسی سال غزوۂ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک

پیالہ لیا، اس میں ہاتھ منہ دھوتے اور کلی کی، پھر صحابہ سے فرمایا: اس پانی سے پیو۔ اور اپنے جسموں پر ڈالو اور بشارت قبول کرو۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے صحابہ کو آواز دی کہ کچھ اپنی ماں کے لئے بھی بچا رکھو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے وہ پانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی دیا اور انہوں نے اس سے برکت حاصل کی

۱۶۱۔ اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں غزوۂ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا اور "مؤلفۃ القلوب" کو دوسروں سے زیادہ عطا فرمایا تو ایک شخص جو ذوالخویصرہ" کہلاتا تھا۔ اور اس کا نام حرقوص بن زہیر التمیمی تھا، آیا اور کہا اے محمد عدل کیجئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرا ناس ہو جائے اگر میں عدل نہیں کروں گا۔ تو کون کرے گا؟" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی اصل سے خوارج کی جماعت پیدا ہوگی، ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا۔ جس کے ایک بازو پر گوشت کا ٹکڑا عورت کے سرپستان کی مانند ابھرا ہوا ہوگا۔" جیسا کہ صحیحین اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے اور آنحضرت صلعم کی یہ خبر معجزہ تھی، کیونکہ جیسا فرمایا تھا۔ ٹھیک وہی ہوا۔

۱۶۲۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی پر جعرانہ پہنچے تو ابو محذورہ الجمحی اسلام لائے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مکہ کی اذان پر مامور تھے، ان کا نام سمرہ بن معیّز تھا۔ (بکسر میم وسکون عین مہملہ، پھر یائے تحتانی پھر راء) بعض نے ان کا نام سَمُرہ بتایا ہے، ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے کہ یہ قبل از اسلام مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان کا حکم فرمایا۔ وہ اذان کہنے لگے تو ابو محذورہ اور ان کے رفقا نے استہزاء کے طور پر اذان کی نقل اتارنا شروع کی۔ ابو محذورہ کی آواز بڑی اچھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اذان سنی تو ان کو طلب فرمایا:

ابو محذورہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا گیا تو انہیں اندیشہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسزائے کفر اُن کے قتل کا حکم فرمائیں گے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سر اور سینے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کا قلب ایمان ولیقین کے نور سے بھر دیا اور وہ فوراً مسلمان ہو گئے آنحضرت صلعم نے ان کو اذان سکھائی اور اہل مکہ کا مؤذن مقرر کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر سولہ برس تھی مدۃ العمر یہی مکہ کے مؤذن رہے اور ان کے بعد مکہ کی اذان ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہی۔

۱۶۳۔ اسی سال غزوہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم سے فراغت ہوئی تو انصار کے چند نوجوانوں نے شکایت کی کہ قتال وجہاد ہم نے کیا شمشیر زنی کے جوہر ہم نے دکھائے اور مال دوسروں کو ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو انصار کو جمع کر کے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اونٹ اور بھیڑ بکریاں لے کر اپنے گھر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم بدل وجان راضی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ شِعْبًا ، وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ	انصار اندر کا کپڑا ہیں (جو جسم سے ملا رہتا ہے) اور دوسرے لوگ ابرہ (باہر کا کپڑا) ہیں۔ اگر اور لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ پس صبر کیجیو تا آنکہ مجھ سے حوض پر آملو۔

۱۶۴۔ اسی سال غزوہ طائف سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور ۵ ذیقعدہ ۸ھ کو خمیس کی رات جعرانہ

میں داخل ہوئے۔ چند راتیں وہاں قیام فرمایا جیسا کہ آگے آتا ہے اور وہاں پر حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا، جیسا کہ ابھی گذرا۔

۱۶۵۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں چودہ دن قیام فرمایا تا آنکہ تقسیم غنیمت کے بعد بنو ہوازن (جن سے غزوۂ حنین میں مقابلہ ہوا تھا۔ تائب ہو کر آئے، اسلام قبول کیا اور درخواست کی کہ ان کے اموال وغنائم انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ ان غنائم کی تفصیل مندرجہ ذیل تھی۔

چھ ہزار عورتیں اور بچے جو غلام بنائے گئے۔ چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور بقول بعض بھیڑ بکریوں کا تو شمار ہی نہ تھا تقسیم کے بعد فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں پیادہ کے حصہ میں آئیں اور بارہ اونٹ ایک سو بیس بکریاں شہسوار کو ملیں۔ مؤلفۃ القلوب میں سے بہت سے لوگوں کو سو سو اونٹ اور بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے وہ بیش بریں تھے۔

۱۶۶۔ اسی سال جعرانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ ان کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ اور ان کی صاحبزادی شیما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن آپ کی خدمت میں بنو ہوازن کی سفارش کے لیے آئی کہ ان کے مال انہیں واپس کر دیئے جائیں۔

۱۶۷۔ اسی موقعہ پر زہیر بن صُرَد الجشمی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو ہوازن کے اموال کی واپسی کی سفارش کے لیے حاضر ہوئے اور اپنا معروف قصیدہ سنایا جس کا مطلع یہ تھا۔

"اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ"

۱۶۸۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہوازن سے فرمایا کہ میں نے

تمہاری انتظار میں کئی دن تک تقسیم میں تاخیر کی۔ مگر تم لوگ نہیں آئے۔ اگر تم لوگ پہلے آگئے ہوتے تو معاملہ بہت آسان تھا۔ مگر اب سارا مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے۔ تاہم دو چیزوں میں سے ایک چیز جو تم پسند کرو، تمہیں واپس دلائی جاسکتی ہے یا عورتیں اور بچے یا مال مویشی جب انہیں یقین ہو گیا کہ دونوں چیزیں واپس نہیں مل سکتیں تو انہوں نے قیدی عورتوں اور بچوں کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

" بنو مطلب کے حصہ کے قیدی تو ابھی آزاد کرتا ہوں اور باقی قیدیوں کے لئے میں مسلمانوں سے تمہاری سفارش کروں گا" یہ دیکھ کر مسلمانوں نے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کی خاطر تمام قیدی بخوشی واپس کر دیئے۔ کل قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔

۱۶۹۔ اسی سال جعرانہ کے دوران قیام ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کا احرام باندھا ہوا۔ مگر جسم خوشبو سے لت پت تھا اور جبہ بھی پہن رکھا تھا۔ اس نے عمرہ کا حکم دریافت کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جبہ اتار ڈالو، خوشبو کو تین مرتبہ دھو ڈالو، پھر عمرہ میں بھی وہی کچھ کرو جو حج میں کیا کرتے ہو"

۱۷۰۔ اسی سال جعرانہ کے دوران قیام یعلی بن امیہ صحابیؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تھی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر "نزول وحی" کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں، جب یہ کیفیت دیکھو تو مجھے بھی دکھاؤ۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت یعلیٰ سے کہا آؤ تمہیں نزول وحی کا مشاہدہ کراؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑا ڈالا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے کپڑا اٹھا کر حضرت یعلیٰ کو اس کے اندر داخل کر دیا۔ حضرت یعلیٰؓ

نے نزولِ وحی کی کیفیت یہ دیکھی کہ ثقلِ وحی کی وجہ سے چہرۂ انور متغیر ہے اور بدن سے پسینہ چھوٹ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ کیفیت زائل ہو گئی۔

۱۷۱۔ اسی سال جعرانہ میں قیام کے دوران اوطاس کے امیر عوف بن مالک النصری اسلام لائے۔ سریۂ اوطاس کے موقعہ پہ بھاگ کر طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ فتح طائف کے بعد حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کے اہل و مال ان کو واپس کر دیئے، بلکہ سو اونٹ کا عطیہ بھی عنایت فرمایا اور انہیں ان کی قوم پر حاکم مقرر کر دیا۔

۱۷۲۔ اسی سال غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر نبوی تیار کیا گیا، جس کے تین درجے تھے۔ قبل ازیں آپ کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور بقول بعض یہ سنہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

۱۷۳۔ اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف بنوانے کا ارادہ فرمایا تو بنو بخار کی ایک خاتون سے فرمایا کہ میرے لئے اپنے غلام سے منبر تیار کراؤ۔ چنانچہ اس عورت نے غلام کو حکم دیا اور اس نے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنایا۔ اس عورت کا نام بعض نے فکیہہ بنت عُبید بن دلیم بتایا ہے، بعض نے عُلاثہ (بضم عین مہملہ، وثائے مثلثہ) اور بعض نے کچھ اور۔ غلام کے نام میں بھی اختلاف ہے صحیح تر یہ ہے کہ اس کا نام میمون تھا۔ بعض نے باقوم اور بعض نے کچھ اور بتایا ہے۔

۱۷۴۔ اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے سے ٹیک لگانے کے بجائے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا — تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے وہ تنا اس طرح رونے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچے

کی گمشدگی پر روتی ہے۔ مسجد میں اس کی آہ و بکا کی آواز بلند ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اسے بغل میں لے کر خاموش کرایا۔ تب اس کے رونے کی ایسی آواز آنے لگی جیسے روتے ہوئے بچے کو چپ کرایا جائے تو ہچکیاں بھرتا ہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی عظیم معجزہ تھا۔

۱۷۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ واپس تشریف لائے تو سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی اسلام لائے۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان موضع قدید میں رہائش پذیر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عداوت کا واقعہ سنہ ۱ھ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

۱۷۶۔ جعرانہ کے قیام کے دوران عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی اسلام لائے اور آپؐ سے اپنی قوم میں واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ یہ اپنی قوم میں واپس گئے، ان کو اسلام کی دعوت دی، مگر قوم نے نہ صرف ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا بلکہ انہیں شہید کر ڈالا اور صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود کی حاضری کا جو واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے اس وقت یہ مسلمان نہیں تھے بلکہ سنہ ۸ھ میں اسلام لائے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔

۱۷۷۔ جعرانہ سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام دعوت اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا اور علاء بن حضرمیؓ کے ہاتھ روانہ فرمایا انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ کرامت موصول ہوا تو اسلام قبول کیا اور آپؐ کے گرامی نامہ کا جواب تحریر کیا۔

۱۷۸۔ اسی سال آفتاب کو گہن لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھی، یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا، رحمۃ الاحباب میں اسی طرح ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ کسوف آفتاب کا واقعہ سنہ ۱۰ھ کا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا

ہے اور سنہ ۱ھ میں بھی کسوف ہوا، جیسا کہ آگے آئے گا۔[1]

۱۷۹۔ اسی سال ذی القعدہ کی اٹھارہویں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ کیا۔ رات کو مکہ گئے، طواف اور سعی کر کے عمرہ کیا۔ حلق کرایا اور راتوں رات واپس جعرانہ تشریف لے آئے۔

۱۸۰۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے اور مکہ پر عتاب بن اسید کو حاکم مقرر فرمایا، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ جعرانہ سے واپسی ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۸ھ کو بروز خمیس ہوئی اور بروز جمعہ ۲۷ ذیقعدہ کو مدینہ طیبہ پہنچے۔ فتح مکہ، غزوۂ طائف کے لئے مدینہ سے روانگی سے لے کر واپسی تک کی کل مدت دو مہینے سولہ دن تھی، کیونکہ مدینہ سے روانگی ۱۰ رمضان سنہ ۸ھ کو ہوئی تھی، جیسا کہ غزوات کے باب میں گذر چکا ہے۔

۱۸۱۔ اسی سال حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کا جو سریہ ذات السلاسل بھیجا گیا تھا اس میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو رات کے وقت جنابت لاحق ہوئی، رات نہایت ٹھنڈی تھی، اس لئے اپنے اجتہاد سے تیمم کر کے فجر کی نماز پڑھی، مدینہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا، آپؐ نے عمرو بن عاص سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا کہ اگر سردی جان لیوا ہو تو غسل کی بجائے تیمم کر لیا جائے؟ عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا رحیم ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مسکرائے اور خاموش رہے۔

۱۸۲۔ اسی سال فتح مکہ سے قبل سعید بن حریث بن عمرو القرشی المخزومی اسلام لائے یہ عمرو بن حریث کے بڑے بھائی تھے، بعد ازاں فتح مکہ میں شریک ہوئے۔

---

[1] محققین کی رائے ہے کہ عہد نبوی میں کسوف کا واقعہ دو یا تین بار نہیں، بلکہ صرف ایک بار ہوا۔ مترجم

۱۸۴۔ اسی سال فتح مکہ سے قبل نوفل بن معاویہ بن عمرو الدیلمی الکنانی اسلام لائے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے، یہ جہاد میں ان کی حاضری کا پہلا موقعہ تھا۔

فصل: ۹ھ کے واقعات

۱۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے یکم محرم کو مختلف قبائل سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ طیبہ لانے کے لئے مندرجہ ذیل حضرات مقرر کئے۔

الف :۔ عیینہ بن حصن الفزاری، بنی تمیم کے علاقے میں۔

ب :۔ بریدہ بن حصیب اسلمی۔ یا کعب بن مالک انصاری، بنو غفار اور بنو اسلم کے علاقے میں۔

ج :۔ عباد بن بشر۔ بنو سلیم اور مُزینہ کے علاقے ہیں۔

د :۔ رافع بن مُکیث۔ جُہینہ کے علاقے میں۔

ہ :۔ عمرو بن العاص۔ بنو فزارہ کے علاقے میں۔

و :۔ ضحاک بن سفیان الکلابی، ان کی قوم بنو کلاب کے علاقے ہیں۔

ز :۔ بُسر بن سفیان الکعبی بنو کعب کے علاقے میں۔ یہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔

س :۔ عبد اللہ بن لتبیہ۔ بنو ذبیان (ذال کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ) کے علاقے میں یہ قبیلہ ازد کی شاخ ہے۔

۲۔ اسی سال جب آپؐ کی خدمت میں بنو تمیم کا وفد آیا اور انہوں نے حجروں کے باہر سے آپؐ کو آواز دے کر پکارا تو مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ الخ

بے شک جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔

۳۔ اسی سال جب بنو تمیم کا وفد حاضر خدمت ہوا تو اس سوال پر کہ ان کا امیر کس کو مقرر کیا جائے؟ شیخین کے مابین اختلاف ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی درخواست تھی کہ قعقاع بن معبد کو امیر بنایا جائے۔ اور حضرت عمرؓ نے درخواست کی کہ اقرع بن حابس کو امیر بنائیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم صرف میری مخالفت کرنا چاہتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا اور تم نے میری مخالفت کرنا چاہی، دونوں کی آوازیں اس بحث و تکرار میں بلند ہو گئیں تو اس پر مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ الآیات (پ ۲۶ ع ۱۳)	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے پیش قدمی مت کیا کرو الخ

بعد ازاں یہ حضرات نہایت دھیمی آواز سے بات کرتے تھے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ الآیہ (پ ۲۶ ع ۱۳)	بے شک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آواز پست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ الخ

۴۔ اسی سال رجب میں نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہو۔ ان کا نام "اصحمہ" تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

۵۔ اسی سال عبدالقیس کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اور احکام اسلام دریافت کئے آپؐ نے فرمایا: میں تم کو چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ تم کو ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا حکم کرتا ہوں اور کدو روغنی گھڑیا، کھجور کے تنے کے برتن اور تار کول کے برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔"

جیسا کہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں شرح و تفصیل سے مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وفد عبد القیس کی آمد سنہ ۸ھ میں ہوئی، جیسا کہ ۵ھ کے واقعات میں گذر چکا ہے، لیکن علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں تصریح کی ہے کہ ان کی آمد دو مرتبہ ہوئی۔ اوّل سنہ ۵ھ میں اور دوم سنہ ۹ھ میں پہلی آمد میں تیرہ یا چودہ حضرات تھے اور دوسری مرتبہ کی آمد میں چالیس افراد تھے" دو مرتبہ آمد کا قول ہی حق اور لائق قبول ہے، جس سے عدول صحیح نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ وفد عبد القیس کی آمد سنہ ۱۰ھ میں ہوئی تھی، جیسا کہ سنہ ۱۰ھ کے ذیل میں آئے گا۔

۶۔ اس سال وفود کی لگاتار آمد ہوئی اس لئے اس سال کا نام "وفود کا سال" رکھا گیا۔ وفود کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف سے لوٹ کر جعرانہ تشریف لائے اور طائف سے واپسی شوال سنہ ۸ھ کے اواخر میں ہوئی تھی اور ۵ ذیقعدہ کو آپؐ جعرانہ تشریف لائے تھے۔ حافظ مغلطائی نے اپنی سیرت میں ان تمام وفود کو شمار کیا ہے جو آپؐ کی جعرانہ واپسی سے لے کر یوم وصال تک دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور جن کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے۔ علامہ شامی نے اپنی سیرت میں ان وفود کو ذکر کیا تو سو سے زیادہ شمار کئے ہیں۔ اس رسالہ میں ان وفود کا بہت ہی کم حصہ ذکر کروں گا۔

۷۔ اس سال صفر میں بنو عذرہ (عین مہملہ مضمومہ اور ذال معجمہ ساکنہ کے ساتھ) کا وفد حاضر ہوا، یہ قبیلہ، قضاعہ کی شاخ تھا، جو یمن میں بود و باش رکھتا تھا۔ یہ بارہ رکنی وفد تھا۔ جس میں حضرت جمرہ بن لنعمان العذری الصحابی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ وفد دولت اسلام سے مالا مال ہو کر واپس لوٹا۔

۸ ۔ اسی سال بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا۔ جس میں قعقاع بن معبد تمیمی، اقرع بن حابس تمیمی، زبرقان بن بدر تمیمی، عطارد بن حاجب بن زرارہ التمیمی، قیس بن عاصم التمیمی المنقری اور عمر بن اہتم تمیمی شامل تھے۔ بنو تمیم کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارنے لگے۔ جس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی اور آئندہ وہ اس سے باز رہے، یہ سب لوگ شرف اسلام سے سرفراز ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کے مال اور قیدی واپس کر دیئے بلکہ ان کے لئے تحائف کا حکم فرمایا، جیسا کہ آپ وفود کو تحائف دیا کرتے تھے۔

۹ ۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو بنو مرّہ کا وفد حاضر بارگاہ ہوا۔ یہ تیرہ افراد تھے اور حارث بن عوف ان کے رئیس تھے۔ یہ سب حضرات اسلام کی دولت لے کر گھروں کو لوٹے۔

۱۰ ۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر بنو فزارہ کا وفد، جو دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا، باقرار اسلام حاضر ہوا۔ ان میں عیینہ بن حصن الفزاری کے بھائی خارجہ بن حصن الفزاری اور ان کے بھتیجے حر بن عیینہ بن حصن الفزاری اپنی قوم کے وفد کی آمد سے قبل ہی اسلام لا چکے تھے۔ فتح مکہ سے قبل یا بعد؟ اس میں دو قول ہیں۔

۱۱ ۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو فزارہ نے خشک سالی اور قحط کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارش ہونے لگی تا آنکہ ایک ہفتہ لگاتار بارش ہوتی رہی۔ یہ شکایت خارجہ بن حصن نے کی تھی اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت میں، جس اعرابی کا ذکر ہے۔ اس سے یہی مراد ہیں یہ شکایت خطبہ کی حالت میں کی گئی تھی اس قصہ کی تفصیل عنقریب اسی فصل میں آئے گی۔

۱۲ ۔ اسی سال وفد تجیب بغرض اظہار اسلام حاضر ہوا یہ تیرہ حضرات تھے جو اپنے مال کے صدقات بھی لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہی ان کا اکرام کیا اور انہیں کے لئے تحائف اور ضیافتوں کا حکم فرمایا۔

۱۳ ۔ اسی سال بنو اسد بن خزیمہ کا وفد حاضر ہو کر اسلام لایا۔ ان میں وابصہ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد بھی شامل تھے ان لوگوں نے آنحضرت صلی علیہ وسلم سے بطور امتنان کہا کہ ہم خشک سالی میں شب تاریک کا لباس پہنے آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ جب کہ آپ کو ہم پر کوئی لشکر نہیں بھیجنا پڑا۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی ۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ — آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے
لَا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ — آپ کہیئے مجھ پر احسان نہ رکھو۔ الخ (پ ۲۶ ع ۱۴)

بعد ازاں یہ سب لوگ اسلام پر قائم رہے۔ بجز طُلیحہ بن خویلد کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا اور نبوت کا مدعی ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت خالدؓ کو اس کی سرکوبی کے لئے لشکر دے کر بھیجا، جنگ ہوئی تو یہ بھاگ کر شام چلا گیا۔ بعد ازاں یہ صحیح طور پر اسلام لایا اور اس کے بعد اس سے کوئی بات خلاف اسلام سرزد نہیں ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ حاضر ہوا۔

۱۴ ۔ اسی سال بنو کلاب کا وفد حاضر ہوا، جس میں لبیدؓ بن ربیعہ ابو عقیل العامری بھی شریک تھے، جو مشہور شاعر ہیں، انہی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شاعر کی سب سے سچی بات لبید کا یہ مصرعہ ہے :- اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ" (سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے) ان کی قوم کے جو لوگ ان کے ساتھ آئے تھے وہ بھی اسلام سے مشرف ہوئے۔

۱۵ ۔ اسی سال ربیع الاول میں قضاعہ کی ایک شاخ بنو بلیؓ کا وفد حاضر ہوا

یہ لوگ رویفع بن ثابت البلوی کے یہاں ٹھہرے اور اسلام سے مشرف ہو کر وطن کو لوٹے۔

۱۶۔ اسی سال نصف رجب میں بنو نخع کا پہلا وفد حاضر ہوا۔ یہ صرف دو حضرات تھے۔ ارطاۃ بن شراحیل اور جہیش جن کا نام ارقم تھا دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی جانب سے بھی بیعت کی۔ ان کے دوسرے وفد کا ذکر ۱۱ھ میں آئے گا: انشاء اللہ۔

۱۷۔ اسی سال داریین کا وفد حاضر ہوا، جس میں تمیم بن اوس الداری بھی شامل تھے۔ جو نصرانی تھے۔ یہ سب اسلام قبول کر کے واپس ہوئے ان کی آمد غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوئی تھی۔ تمیم داری کا دوبارہ ذکر اسی فصل میں آئے گا۔ انشاء اللہ

۱۸۔ اسی سال عروہ بن مسعود ثقفی، جو رؤسائے ثقیف میں تھے، حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، ان کی آمد ان کی قوم کی آمد سے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، پہلے ہوئی تھی

۱۹۔ اسی سال رمضان یا شعبان میں وفد ثقیف حاضر ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔ عثمان بن ابی العاص الثقفی، عبد یالیل بن عمرو بن عمیر الثقفی، اوس بن ابی اوس الثقفی۔ ان کے والد ابو اوس کا نام حذیفہ ہے اور ان کو اوس بن عوف بھی کہا جاتا ہے، حافظ تقریب میں کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ ایک اوس بن اوس اور ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے" نمیر بن خرشہ، حکم بن عمرو بن شرحبیل بن غیلان بن سلمہ اور اوس بن اوس الثقفی یہ سب اسلام لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابی العاص کو، جو ان سب سے کمسن تھے۔ طائف کا امیر مقرر کیا۔

۲۰۔ اسی سال وفد بہراء حاضر ہوا، یہ قضاعہ کی ایک شاخ تھی جو یمن میں سکونت پذیر تھے۔ یہ تیرہ رکنی وفد تھا، حضرت مقداد بن عمرو کے مہمان بنے، اسلام لائے، فرائض کی تعلیم حاصل کی اور چند روز مدینہ ٹھہر کر اپنے وطن کو

واپس لوٹے۔

۲۱۔ اسی سال وفد بنو البکار حاضر ہوا۔

۲۲۔ اسی سال وفد بنو طے حاضر ہوا۔ اس میں اس قبیلے کے رئیس زید الخیل بن مہلہل الطائی بھی شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اس پر سب نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کا نام زید الخیر رکھا۔

۲۳۔ اسی سال یمن سے وفد حمیر حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں، جو بڑے رقیق القلب اور نرم دل ہیں، ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے۔ سکون و وقار بکریوں والوں میں ہوتا ہے اور فخر و تکبر اونٹوں کے ان ساربانوں میں جو مشرق کی جانب رہتے ہیں۔

۲۴۔ اسی سال بنو سعید ہذیم کا وفد حاضر ہوا۔ یہ قضاعہ کی شاخ تھی اور بعض کے نزدیک ان کا تعلق یمن سے تھا۔ یہ مدینہ طیبہ آئے تو مسجد نبوی کے ایک گوشے میں فروکش ہوئے اسلام اور بیعت سے مشرف ہو کر وطن کو لوٹے۔

۲۵۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایلا کیا اور قسم کھائی کہ ایک ماہ تک تمہارے قریب نہیں جاؤں گا۔

۲۶۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے جس کی وجہ سے دائیں پہلو اور پنڈلی پر خراش اور چوٹ آئی، اس لئے بالا خانہ میں قیام فرمایا، نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ نماز بھی اس بالا خانہ میں بیٹھ کر ادا ہوتی، صحابہ کرام عیادت کے لئے حاضر ہوتے تو آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے، اس پر آپ نے فرمایا: "امام اسی واسطے تو مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب رکوع کرے تب رکوع کرو، جب رکوع سے سر اٹھائے تب سر

اٹھاؤ، اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو سب بیٹھ کر نماز پڑھو[۱] الخ

یہ دونوں واقعے، یعنی واقعہ ایلاء اور آپؐ کے زخمی ہونے کا واقعہ ایک ہی وقت میں پیش آئے تھے، ان کے سن کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۹ھ بتایا ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دیمیری نے "حوادث" میں اور قسطلانی نے "مواہب" کی بحث مغازی وسرایا میں اور دیگر بعض حضرات نے بھی اس پر جزم کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ دونوں واقعے ۵ھ کے ہیں اور حافظ ابن حجر اور قسطلانی نے شرح بخاری میں اس پر جزم کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ غزوہ "ذی قرد" سے واپسی کے بعد ۶ھ کے واقعے ہیں، جیسا کہ ۶ھ کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

البتہ اس میں اختلاف نہیں کہ یہ دونوں واقعے ایک ہی وقت پیش آئے اور یہ کہ ذوالحجہ میں پیش آئے، جیسا کہ حافظ ابن حجر اور قسطلانی نے شرح بخاری میں جزم کیا ہے۔

۲۶۔ اسی سال سورۂ تحریم کی ابتدائی آیات یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ سے ثیبات و ابکارا" تک نازل ہوئیں۔

۲۷۔ اسی سال جب ایلا کا مہینہ گذرا تو سورۂ احزاب کی دو آیتیں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ سے اَجْرًا عَظِیْمًا تک نازل ہوئیں۔ جن میں ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ دنیا کی زیب و زینت چاہتی ہیں تو انہیں رخصت کر دیا جائے اور اگر اللہ و رسول کی رضامندی اور دارِ آخرت کی طلبگار ہیں تو انہیں ہر قسم کے مطالبے سے دستبردار ہونا ہوگا۔ یہ آیتیں نازل ہوئیں تو آنحضرتؐ نے ازواجِ مطہرات کو سنائیں۔ سب نے بیک زبان یہی کہا کہ "ہم نے اللہ تعالےٰ اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا۔" یہ جواب سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا اور ان کے بعد ان کی متابعت میں دیگر ازواجِ مطہراتؓ نے

---

[۱] یہ حدیث عام علماء کے نزدیک نماز نفل پر محمول ہے یا منسوخ ہے کیونکہ آخری عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر اقتداء کی تھی۔ (مترجم)

۲۸۔ اسی سال غامدیہ کو رجم کیا گیا۔ یہ زنا سے حاملہ تھیں، بارگاہِ نبوی میں چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا اور سزا جاری کرنے کی درخواست کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وضع حمل اور مدتِ رضاعت تک انتظار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب یہ وضع حمل اور بچے کی دودھ پلائی سے فارغ ہوئیں تو رجم کا اور رجم کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا جنازہ پڑھا اور انہیں دفن کیا گیا۔ اسی خاتون کے حق میں فرمایا تھا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ٹیکس وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرے تو اس کی بخشش ہو جائے۔

۲۹۔ اسی سال حضرت ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم بنو سعد بن ابی بکر کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز، زکوٰۃ، صوم اور دیگر شرائع اسلام کے بارے میں سوالات کئے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے ایک قول یہ ہے کہ ضمام بن ثعلبہ کی آمد ۵ھ میں ہوئی تھی۔ مگر پہلا قول ہی صحیح ہے۔ جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا۔ ہم یہ واقعہ اہل سیر کے ایک قول کی بنا پر ۵ھ میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

۳۰۔ اسی سال مسلمانوں نے ہتھیار فروخت کر دیئے اور کہا کہ جہاد ختم ہو چکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَنْقَطِعُ الْجِهَادُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ — جہاد ختم نہیں ہوگا، تا آنکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں

۳۱۔ اسی سال حضرت جبریل علیہ السلام لوگوں کو دین کے مسائل سکھانے کے لئے تشریف لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان، قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں سوالات کئے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مفصل مذکور ہے، یہ حدیث "ام الاحادیث" کہلاتی ہے، کیونکہ ایمان و اسلام کے اہم

مسائل پر مشتمل ہے۔ اور سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ کی آمد کا یہ واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔

۴۲۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک سے واپسی پر، جیسا کہ حافظ ابن اثیر نے "اسد الغابہ" میں اور حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں ذکر کیا ہے یا ۶ھ میں جیسا کہ شیخ دہلوی نے "جذب القلوب" میں اور دیگر اہل سیر نے ذکر کیا ہے۔ وہ معجزہ صادر ہوا جس کو امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"لوگ خشک سالی میں مبتلا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ (خشک سالی کی وجہ سے) مال مویشی ہلاک ہو گئے، بال بچے بھوکوں مر گئے، آمد و رفت کے راستے بند ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ہی میں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: یا اللہ! ہمیں سیراب کر یا اللہ ہمیں بارش عطا کر" حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بخدا! آپؐ ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ فوراً بارش ہو گئی اور میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرے ریش مبارک سے ٹپک رہے ہیں، آئندہ جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی اور ہفتہ بھر کسی نے سورج کا منہ نہ دیکھا اگلے جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ وہی اعرابی یا کوئی دوسرا آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (کثرت باراں کی وجہ سے) مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے، بارش بہت ہو چکی، اللہ تعالیٰ سے اس کی بندش کی دعا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا کی" یا اللہ! ہمارے گرد و پیش ہو، ہم پر نہیں، یا اللہ! پہاڑوں ٹیلوں، وادیوں اور درختوں کے جنگلات پر بارش ہو" دعا کرنا تھا کہ بادل چھٹ گئے۔ آفتاب نکل آیا اور یہ برکت

دعائے نبوی بارش موقوف ہوگئی "

ظاہر یہ ہے کہ استسقاء (بارش طلبی) کا واقعہ دو مرتبہ ہوا۔ صحیح بخاری میں دوسری مرتبہ کا واقعہ مذکور ہے اور پہلی مرتبہ کے واقعہ کی کچھ تفصیل ۶ھ کے واقعات میں گذر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی پر ابورقیہ تمیم بن اوس بن خارجہ الداری جو نصرانی تھے، چھ افراد کے ہمراہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "جساسہ" اور "دجال" کا قصہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی روایت سے) اس کو منبر پر بیان فرمایا اور یہ بات تمیم داری رضؓ کے مناقب میں شمار کی گئی۔ ان کے دیگر رفقاء بھی مشرف بہ اسلام ہوئے تمیم داری رضؓ پہلے شخص ہیں جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کی اجازت سے وعظ کہنا شروع کیا اور یہ پہلے شخص ہیں جس نے مسجد میں چراغ جلانے کی طرح ڈالی، پورا قرآن مجید ایک رکعت میں ختم کر لیتے تھے۔

۳۴۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو بنو المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا، زمانہ جاہلیت میں ولید اور بنو مصطلق کے مابین عداوت تھی، ولید کو "غالباً" کسی نے غلط خبر پہنچائی کہ وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کو خوف لاحق ہوا اور راستہ ہی سے واپس آگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اسلام سے پھر گئے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بڑا رنج ہوا، اتنے میں بنو المصطلق حاضر بارگاہ ہو کر عرض پیرا ہوئے کہ ہم نہ تو مرتد ہوئے ہیں نہ زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے (ولید کو کسی نے غلط خبر دی، جس پر انہوں نے بلا تحقیق اعتماد کر لیا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا — اے ایمان والو! کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو اس

جَآءَكُمْ فَاسِقٌ کی تحقیق کر لیا کرو ؏ گویا ولید بن عقبہ کو متنبہ کرنا مقصود ہے،
بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا ۔ الآیہ (پ۲۶ ع۱۳) کہ انہیں اس شخص کی غلط خبر پر بلاتحقیق جزم نہیں کر لینا چاہیے تھا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج جاتا رہا اور آپؐ نے ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی
اور ارشاد فرمایا: "سوچ بچار سے کام لینا رحمٰن کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی
جانب سے"۔ بعد ازاں ان کی درخواست پر عبّاد بن بشر کو ان کے ہاں بھیجا، وہ ان سے
صدقات وصول کر کے لائے اور انہیں احکام اسلام کی تعلیم بھی دی۔

۳۵۔ اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ علقمہ بن مجزّز المدلجی کا جو سریّہ حبشہ کے کچھ لوگوں
کے مقابلے میں بھیجا گیا تھا، جیسا کہ سرایا کے اس میں گزر چکا ہے، علقمہ نے اپنے لشکر کے کچھ لوگوں
پر عبداللہ بن حذافہ السہمی کو امیر مقرر کیا، عبداللہؓ کسی بات پر اپنے رفقا سے ناراض
ہو گئے انہیں لکڑیاں جمع کر کے آگ جلانے کا حکم دیا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی تو بولے
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اپنے امیر کی اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ جواب دیا
بے شک"۔ کہا: تو پھر (میں تمہیں بحیثیت امیر کے حکم دیتا ہوں کہ) اس آگ میں چھلانگ
لگاؤ"۔ بعض نے کہا کہ امیر کا حکم ہے تو ہمیں ماننا چاہیے اور بعض نے کہا کہ ہم آگ سے
ہی تو بھاگ کر اسلام لائے ہیں، لہذا آگ میں داخل نہیں ہوں گے، چنانچہ کوئی بھی
داخل نہ ہوا، خیر کچھ دیر بعد عبداللہ کا غصہ بھی جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں واپس مدینہ آئے تو اس بات کا بھی ذکر آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر
اس آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی نہ نکلتے۔ امیر کی اطاعت تو اچھی بات" میں ہوتی ہے

۳۶۔ اسی سال غزوہ تبوک کی تیاری سے قبل مالک بن حویرث اللیثی اپنی
قوم کے بیس افراد کی رفاقت میں حاضر بارگاہ ہوئے، اسلام قبول کیا اور ایک مہینہ قیام
مدینہ کر کے اپنے وطن کو واپس ہوئے۔ قسطلانی نے شرح بخاری کتاب الصلوٰۃ۔
باب بین کل اذانین صلوٰۃ" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۲۷۔ بقول بعض اسی سال حج فرض ہوا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حج کی فرضیت ۶ھ میں ہوئی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۲۸/۲۹ اسی سال تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مسجد ضرار" کے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ یہ مسجد منافقوں نے آپؐ کے غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جانے سے کچھ پہلے بنائی تھی۔

اسی مسجد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الآیہ "اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفرقہ ڈالیں (ترجمہ حضرت تھانوی)

۴۰۔ اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں قیام پذیر تھے۔ عبداللہ بن عبدنہم بن عفیف کا انتقال ہوا، ان کا لقب ذی البجادین تھا۔ رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھا اور بنفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور دعا فرمائی: "اے اللہ! میں اس سے راضی ہوا آپ بھی اس سے راضی ہو جائیے۔" عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ منظر دیکھ کر کہا: کاش! یہ دعا میرے حق میں ہوئی ہوتی۔

۴۱/۴۲۔ اسی سال ذیقعدہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول، بیس دن بیمار رہ کر مرا، اس کے مرض کا آغاز اواخر شوال میں ہوا تھا۔ اسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: "ان (منافقوں) میں سے کوئی مرے تو آپؐ کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں" ان آیات کے نزول سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے وحی کی موافقت ظاہر ہوئی اور یہ پندرہ مواقع میں سے ایک تھا۔ جن میں وحی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئی [1]

حاشیہ اگلے صفحہ پر

۴۴۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جب آپ نے اس منافق سے یہاں تک ملاطفت کا برتاؤ کیا کہ خود اس کی قبر میں اترے اور اپنی قمیص مبارک اسے پہنائی تو بعض لوگوں کو اس میں اشکال ہوا اور انہوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی، آپؐ نے فرمایا کہ "اس میں حکمت ہے مجھے توقع ہے کہ اس سے اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے"۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توقع بجا نکلی اور اس حکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ جب منافقوں نے اپنے رئیس عبداللہ بن ابی کے ساتھ (جو ہمہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کے درپے رہتا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم کا یہ برتاؤ دیکھا نیز یہ کہ ان کا رئیس آخری وقت آنحضرتؐ کے کپڑے سے برکت حاصل کرنے کا خواہش مند رہا ہے تو ایک ہزار منافق سچے دل سے تائب ہو گئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر اسلام کی مخلصانہ بیعت کر لی، سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں اور کازرونی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۴۵۔ اسی سال ذیقعدہ یا ذوالحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر بن حارث العجلانی اور اس کی بیوی خولہ بنت قیس کے درمیان مسجد شریف میں نماز عصر کے بعد لعان کرایا، حضرت عویمر غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو بیوی کو حاملہ پایا۔ انہوں نے اس حمل کا انکار کر دیا، ان دونوں میاں بیوی کے حق میں لعان کی آیت نازل ہوئی۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ الآیہ (۲ج)

لہ ان پندرہ مواقع کی تفصیل صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ لاتدخلوا بیوت النبی الخ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیے (صفحہ ۷۰۶ ج ۲) نیز مزید تفصیل ازالۃ الخفاء جلد اول میں دیکھ لیا جاوے ۱۲

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ہلال بن امیہ الواقفی اور ان کی بیوی خولہ بنت عاصم کے حق میں نازل ہوئی ۔ جب کہ ہلال رضؓ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحمائ کے ساتھ نامناسب حالت میں پایا۔ ان دونوں اقوال کے مابین تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ یہ دونوں واقعے قریب قریب زمانے میں پیش آئے اور ان کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس لئے دونوں کو اس آیت کے شانِ نزول کی حیثیت سے ذکر کر دیا گیا ۔

۴۶ ۔ اسی سال ذیقعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحج کی حیثیت سے حج کے لیے روانہ ہوئے ۔ چنانچہ تین سو ۳۰۰ افراد کی معیت میں مدینہ سے چلے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے ہدی کے بیس اونٹ ان کے ساتھ بھیجے، انہیں قلادے پہنائے اور ان کا اشعار کیا اور ان کی نگرانی پر ناجیہ بن جندب الاسلمی کو مامور فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ہدی کے پانچ اونٹ لے گئے تھے۔

۴۷ ۔ اسی سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے حضرت ابوبکر کی معیت میں حج کیا اور ہدی ساتھ لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ "سورہ برائت" کی ابتدائی آیات کا اعلان کر دیں اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہیں آئے گا ، نہ کوئی بیت اللہ شریف کا برہنہ طواف کرے گا ۔" حضرت علی رضؓ ، مقام عرج میں حضرت ابوبکر رضؓ سے جا ملے، مکہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو حکم فرمایا کہ مشرکین کو سورۃ برات سنا کر اعلان کردیں کہ آئندہ کسی مشرک کا کوئی عہد باقی نہیں اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہیں آئے گا۔ نہ کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا یہ آخری حج تھا۔ جس میں مشرکین شریک ہوئے ۔

اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روانگی سے کچھ پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (توبہ)	اے ایمان والو! مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) نرے ناپاک ہیں۔ سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پاویں (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمانوں کو خیال ہوا کہ (اگر مشرکین حج کے لئے نہیں آئیں گے تو) ہمارے لئے غلہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی کون لایا کرے گا؟ اس پر آیت کا اگلا حصہ نازل ہوا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ - الآیہ (توبہ ۱۰)	اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (تم خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا۔ (ان کا) محتاج نہ رکھے گا۔

۴۸ اسی سال شعبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، مگر ان سے اولاد نہیں ہوئی

۴۹ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثومؓ کی تدفین کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا: "کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج رات مقاربت نہ کی ہو؟" ابوطلحہ نے عرض کیا "میں ہوں۔ فرمایا "تم قبر میں اُترو، اور اس کو دفن کرو" چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تاریخ ولادت و وفات اور موضع دفن کی کچھ تفصیل سلہ نبوت کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

۵۰ اسی سال عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت پیش کی، جس پر قوم نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت عروہ کا شمار عرب کے چار مشہور سیاستدانوں میں تھا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ معاویہؓ بن ابی سفیان، عمروؓ بن عاص، مغیرہؓ بن شعبہ الثقفی، عروہؓ بن مسعود الثقفی، بعض نے ان میں سے بعض کی جگہ دوسروں کا نام ذکر کیا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ عرب کے سیاستدان سات تھے، جیسا کہ سلہ ھ کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

نیز حضرت عروہ بن مسعود ان دو شخصیتوں میں سے ایک تھے جن کے بارے میں مشرکین نے کہا کہ "یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا" ان دو بڑوں سے طائف کا عروہ بن مسعود اور مکہ کا ولید بن مغیرہ مخزومی مراد تھا۔

۵۱ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے، اس سفر میں آپؐ کے رفقا کی تعداد تیس ہزار اور بقول بعض ستر ہزار تھی، شامی اپنی سیرت میں کہتے ہیں کہ دونوں اقوال کے مابین تطبیق یہ ہے کہ جس نے تیس ہزار بتائی ہے۔ اس

نے خدام کو شمار نہیں کیا اور جس نے ستر ہزار بتائی اس نے تابع اور متبوع سب کو شمار کیا اس غزوہ میں آپؐ کے ساتھ دس ہزار بقول بعض بارہ ہزار گھوڑے تھے۔

۵۲ - اسی سال غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقات کی ترغیب دی اور چندہ کی اپیل کی چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ جس کی مالیت چار ہزار تھی، لاکر پیش کر دیا، بعدازاں حضرت عمرؓ آدھا مال لائے، عبدالرحمن بن عوف نے دو سو اوقیہ اور بقول بعض چار ہزار درہم کا چندہ دیا، یہ ان کے کل مال کا نصف تھا، عاصم بن عدیؓ نے ساٹھ وسق خرما پیش کیے، ابوعقیلؓ نے ایک صاع یا آدھا صاع کھجور کا چندہ دیا۔ وغیرہ، وغیرہ۔ الغرض جس سے جتنا بن پڑا اس نے لاکر پیش کر دیا، اسی طرح خواتین نے بھی اپنی بساط کے موافق کنگن، بازوبند، پہنچیاں، پازیب، بالیاں اور انگوٹھیاں پیش کیں۔ مگر منافقین نے دونوں فریقوں کو نہیں بخشا، کسی نے زیادہ دیا۔ تو اسے "ریاکار" کا خطاب دیا، اور کسی نے کم دیا تو اس پر یوں فقرہ چست کیا کہ اس کے بغیر تو جہاد ہی نہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس دل خراش طعن وتشنیع پر یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ	یہ منافقین ایسے ہیں کہ نفل صدقہ
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ	دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں
وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا	طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو بجز محنت
جُهْدَهُمْ (۱۰پ ع ۱۶)	مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا۔

۵۳ - اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جیش تبوک کی تیاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، چنانچہ غلہ اور توشہ سے لدے لدائے نو سو ادنٹ، ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار راہ خدا میں پیش کیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان

سے بیحد خوش ہوئے اور فرمایا "عثمان ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ظاہر، پوشیدہ اور قیامت تک کے تمام گناہ معاف کر دئے، آج کے بعد تم جو عمل بھی کرو وہ تمہارے حق میں مضرت رساں نہیں ہوگا۔"

۵۴۔ اسی سال غزوۂ تبوک کی تیاری کے ایام میں یہ قصہ پیش آیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے اپنی قوم کے چند افراد کے ہمراہ حاضر ہو کر سواری کی درخواست کی، آپؐ نے نہ دینے کی قسم کھائی اور فرمایا "واللہ میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا، نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس پر تمہیں سوار کروں۔" یہ بیچارے مایوس لوٹے، ادھر اللہ تعالیٰ نے غنیمت کے کچھ اونٹ آپ کے پاس بھیجدئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اونٹ، جن کی کوہانیں سفید تھیں، ان کے پاس بھیجدئے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ انہی کے حق میں آیت ذیل نازل ہوئی۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ (پ ۱۰ ع ۱۸)

اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری دیدیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کروں الخ (حضرت تھانویؒ)

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت ان کے بجائے بعض اور لوگوں کے حق میں نازل ہوئی، یہ سات حضرات تھے جو سواری نہ ملنے پر زار و قطار رو رہے تھے، تسامیؔ اور زرقانی وغیرہ نے ان کے نام ذکر کئے ہیں۔

۵۵۔ اسی سال بیاسی[۸۲] منافق غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے بلکہ گھروں میں بیٹھ رہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹے عذر اور بہانے کر دیئے ان کے حق میں آیت ذیل نازل ہوئی:

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (پ ۱۰ ع ۱۸)	اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو گھر رہنے کی اجازت مل جائے الخ

نیز یہ آیت نازل ہوئی۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (پ ع ۱۷)	پیچھے رہنے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھنے پر۔

۵۶۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے منافقوں میں دو بھائی جلاس بن سوید اور حارث بن سوید بھی تھے، یہ دونوں قبیلہ اوس کے فرد تھے، جلاس بولا "اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی، آپؐ نے اسے بلا کر دریافت کیا تو صاف مکر گیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا (پ ع ۱۶)	وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات نہیں کہی، حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی، اور وہ (اس کلمۂ کفر سے) اپنے (ظاہری) اسلام کے بعد (کھل کر) کافر ہو گئے۔

جس سے اس کا کفر و نفاق واضح ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر توبہ پیش کی۔ تو ارشاد خداوندی نازل ہوا۔

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ	اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے الخ۔

۵۷۔ اسی سال غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقعہ پر حضرت واثلہ بن اسقع اللیثی الکنانی اسلام لائے ان کا شمار اہل صفہ میں تھا۔

۵۸۔ اسی سال غزوۂ تبوک کی تیاری کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" روم پر جہاد کرو رومیوں کی لڑکیاں تمہاری لونڈیاں ہوں گی" اس پر جد بن قیس بن صخر الانصاری السلمی، جو بنو سلمہ کا رئیس تھا اور اس میں نفاق کا کچھ شائبہ تھا، بولا "میں جب عورتوں کو دیکھتا ہوں تو صبر نہیں کر سکتا، فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہوں، لہٰذا مجھے جہاد میں شرکت کی زحمت تو نہ دیجئے، ہاں آپ کی مالی امداد کر دوں گا"

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي (پ ۱۰ ع ۱۳)

اور ان منافقین میں سے بعضا شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھکو اجازت دیدیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالیے

انہی صاحب کا قصہ ہے کہ حدیبیہ میں جب تمام صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "بیعت رضوان" کی، تو یہ نفاق کی بنا پر اس بیعت سے محروم رہا اور اپنے اونٹ کے نیچے چھپ گیا تھا۔

۵۹۔ اس سال غزوۂ تبوک میں وہ تمام صحابہ، جو جہاد پر قادر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے، البتہ تین حضرات متخلف رہے۔ کعبؓ بن مالک السلمی (بفتح سین ولام) جو مشہور شاعر تھے، ہلالؓ بن امیۃ الواقفی، اور مرارہ بن ربیع العمری (بفتح عین مہملہ وسکون میم)

اللہ تعالیٰ نے انہی حضرات کا تذکرہ مندرجہ ذیل ارشاد میں فرمایا ہے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا (پ ۱۱ ع ۳)

بعد ازاں جب (آنحضرت صلی علیہ وسلم کے حکم سے ان کا پچاس روزہ مقاطعہ کیا گیا۔ اور ، ان پر افسوس اور غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، کیونکہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صدق گفتاری اختیار کی تھی۔ اور

منافقوں کی طرح جھوٹے بہانے نہیں تراشے تھے۔

۶۰۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے، تو مدینہ طیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے محرومی ناگوار ہوئی اور عرض پیرا ہوئے "یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں" آپ نے ارشاد فرمایا! علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی؟ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" یہ حدیث امام بخاری و مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے۔

لہ مطلب یہ کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، کوہ طور پر تشریف لے گئے، تو ان کی حاضری میں حضرت ہارون علیہ السلام قوم میں ان کے نائب اور خلیفہ تھے اسی طرح سفر تبوک کی غیر حاضری میں تم مدینہ میں میرے نائب اور خلیفہ ہو گے، مگر حضرت ہارون علیہ السلام اس موقعہ پر دو حیثیتوں کے حامل تھے کہ ایک اولوالعزم نبی کے خلیفہ اور نائب بھی تھے اور خود نبی بھی اور تمہیں خلافت نبوت کی حیثیت تو حاصل ہو گی مگر نبوت کی نہیں، کیونکہ میری آمد پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا، میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا، نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ مستقل نہ غیر مستقل، نہ امتی نہ غیر امتی، نہ کلی نہ جزوی، نہ اصلی نہ ظلی و بروزی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی، میں تمہارے لئے مانگ لیتا، تاکہ ہارون علیہ السلام سے تمہاری مشابہت ہمہ پہلو مکمل ہو جاتی۔ واللہ اعلم (مترجم)

زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ راجح وہی ہے جو صحیحین، نسائی اور ابن ماجہ میں بروایت سعد بن ابی وقاص مذکور ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا، حافظ عراقیؒ نے اسی پر جزم کیا ہے اور حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن وحیہ نے اس کو راجح کہا ہے اور مصنف یعنی قسطلانی نے شرح بخاری میں اسی کو قطعی قرار دیا ہے۔ اور بعض نے محمدؓ بن مسلمہ کا بعض نے ابن ام کلثومؓ کا اور بعض نے سباعؓ بن عرفطہ کا نام ذکر کیا ہے، یہ تینوں قول واقدی نے ذکر کیے ہیں، مگر تم جان چکے ہو کہ راجح قول یہی ہے کہ حضرت علیؓ کو جانشین بنایا گیا، کیونکہ یہ صحیح حدیث میں مروی ہے اور جہابذۂ حفاظ نے اس کو ترجیح دی ہے"

۶۱۔ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لیجانے کے موقعہ پر عبداللہ بن اُبی ابن سلول اپنے سمیت متخلف رہا۔ خَذَلَهُمُ اللهُ۔

۶۲۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے لئے نکلنے کے موقعہ پر یہ معجزہ ہوا کہ ودیعہ بن ثابت نے منافقوں کے ایک ٹولے کیساتھ (خفیہ) اجتماع کیا، اور اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو ان لوگوں نے بطور استہزا کہا ذرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو، یہ حضرت، روم اور شام کے قلعے اور محلات فتح کرنے چلے ہیں، یہ کبھی نہ ہوگا ہرگز نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حرکت پر مطلع کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا، ان سے دریافت کرو کہ تم کیا گفتگو کر رہے تھے، اگر وہ انکار کریں تو انہیں بتاؤ کہ تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ حضرت عمارؓ نے ان سے پوچھا تو صاف مُکر گئے، انہیں بتایا کہ تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں تو معذرت کے لہجے میں بولے اجی، ہم بس یونہی ہنسی مزاح کر رہے تھے اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ	اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہدیں
اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ	گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی
قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ	کر رہے تھے، آپ (ان سے) کہہ دیجئے
وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ	کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ
لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ	اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے؟
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ	بس اب بہانے نہ بناؤ تم نے اپنے کو مومن
	کہہ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔
(التوبہ - ۶۵-۶۶)	
	(ترجمہ حضرت تھانویؒ بتصرف یسیر)

۴۳- اسی سال غزوۂ تبوک کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے موقعہ پر منافقوں نے آپس میں کہا اور کچھ مسلمانوں کو بھی تلقین کی کہ آج کل موسم بڑا گرم ہے، ایسی گرمی میں جہاد کے لئے مت نکلو۔ اس پر ذیل کی آیت نازل ہوئی:۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ	اور کہنے لگے کہ تم اس گرمی میں مت
قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ	نکلو، آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ (اس سے
الآیۃ (التوبۃ: ۸۱)	بھی) زیادہ گرم ہے۔

۴۴- اسی سال کچھ دیہاتیوں نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عذر معذرت کی کہ انہیں شرکت جہاد سے معاف رکھا جائے، مگر بیاسی۸۲ منافقوں نے، جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اتنی زحمت بھی گوارا نہیں کی بلکہ بغیر معذرت و اجازت طلبی کے بیٹھ رہے۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی:۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ	اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے
الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ	آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی) اجازت
وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا	مل جائے اور جنہوں نے خدا سے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — اور اس کے رسول سے دعوائے ایمان میں بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی بیٹھ رہے

الآیۃ (التوبۃ : ۹۰)

۶۵۔ اسی سال غزوۂ تبوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا گزر "حِجر" سے ہوا، یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی ...... تباہ شدہ بستی تھی، صحابہ کرام کھانے پکانے اور پینے کے لئے وہاں سے پانی لینے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا ان کی رہائش گاہوں میں جانا ہو تو روتے ہوئے جاؤ، اگر رونا نہ آئے تو مت جاؤ، تاکہ جو عذاب ان پر نازل ہوا وہ تم پر نازل نہ ہو۔ نہ وہاں کا پانی پیو، نہ وضو کے لئے استعمال کرو، کسی نے اس سے ہنڈیا پکائی ہو تو اسے گرا دے، کسی نے آٹا گوندھا ہو تو اونٹوں کو کھلا دے۔"

۶۶۔ اسی سال سفر تبوک کے دوران یہ معجزہ ہوا کہ جب لوگوں کو "حِجر" کا پانی پینے اور آٹا گوندھنے سے منع کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا، بارگاہِ نبوی میں اس کی شکایت کی گئی، آپ اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی، اللہ تعالیٰ نے یکایک بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا جو صحابہ کرام کی فرودگاہ پر برسا، بارش صرف حدِ لشکر تک محدود رہی، ادھر اُدھر نام و نشان تک نہ تھا، صحابہ نے خود بھی پیا، مویشیوں کو بلایا، اور برتن بھی بھر لئے، بعد ازاں بادل چھٹ گیا، ایک منافق نے، جو مسلمانوں کے ہمراہ تھا، کہا یہ بدلی جا رہی تھی، فلاں ستارے کی بدولت ہم پر برس پڑی۔ اس پر ارشادِ خداوندی نازل ہوا:۔

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (الواقعہ - ۸۲) — اور کرتے ہو تم حصہ اپنا یہ کہ تم جھٹلاتے ہو" (شاہ رفیع الدینؒ)

۶۷۔ اسی سال غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے جب آنحضرت صلی علیہ وسلم راستہ میں وادی القریٰ پہنچے۔ اس موضع کا ذکر سراپا کے باب میں گذر چکا ہے۔ تو وہاں ایک خاتون کا باغ تھا، اس نے آپؐ سے باغ کی پیداوار کا اندازہ لگانے کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا ہر شخص نے اپنا اپنا اندازہ پیش کیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا اندازہ پیش فرمایا۔ اور اس خاتون سے فرمایا کہ تمام اندازے محفوظ رکھے، واپسی پر اس سے دریافت فرمایا کہ باغ کی پیداوار کتنی ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ جو اندازہ آپؐ نے بتایا تھا بغیر کسی کمی بیشی کے ٹھیک وہی مقدار برآمد ہوئی۔

۶۸۔ اسی سال غزوۂ تبوک کو جاتے ہوئے وادی القریٰ میں بنو العریض نے آپؐ کی خدمت میں بطور ضیافت ہریسہ پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔ بعدازاں اس خدمت کی مکافات میں وادی القریٰ کی کھجوروں کے چالیس وسق انہیں ہر سال عطا فرماتے تھے۔

۶۹۔ اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حِجرِ ثمود یا تبوک میں صحابہ سے فرمایا کہ آج رات ہر شخص اپنے اونٹ کو عقال لگا دے اور کوئی شخص رفیق کے بغیر اپنی جگہ سے باہر نہ جائے۔ بنو ساعدہ کے دو شخصوں کے سوا سب نے اس حکم کی تعمیل کی، ان دونوں میں سے ایک تو قضائے حاجت کے لئے تنہا گیا اور اسی جگہ بیٹھے بیٹھے اسے خناق کا عارضہ لاحق ہو گیا، دوسرے کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش میں نکلا تو آندھی نے اٹھا کر اسے قبیلہ طیؔ کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا: میں نے تمہیں اس طرح نکلنے سے منع نہیں کیا تھا؛ صاحب خناق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے دعا فرمائی اور دست مبارک پھیرا، اسے فوراً شفا ہو گئی،

اور جو صاحب قبیلہ طیٔ کے پہاڑوں میں جا گرے تھے آپؐ کی مدینہ طیبہ واپسی کے بعد بنو طیٔ نے ان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

۷۰۔ اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ جب آپؐ حجر سے تبوک روانہ ہوئے تو آپؐ کی ناقہ "قصواء" گم ہو گئی۔ صحابہ نے تلاش کی مگر نہ مل سکی، اس پر زید بن لصیت منافق نے کہا کہ "محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آسمان کی خبر آتی ہے اور اونٹنی کی خبر نہیں کہ کہاں ہے"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس بات کے جو اللہ تعالیٰ مجھے بتا دے، اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور یہ کہ اس کی مہار درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے"۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو بھیجا تو انہوں نے اونٹنی کو اسی حالت میں پایا۔ اور اسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۷۱۔ اسی سفر تبوک کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بہت بڑا سانپ راستے میں نمودار ہوا، کچھ دیر راستہ کے درمیان کھڑا رہا، پھر راستہ سے ہٹ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو یہ سانپ کیسا تھا؟ عرض کیا: اللہ و رسولہ اعلم، فرمایا: یہ ان جنات میں سے ہے جو مکہ آکر میرے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اس کی رہائش اس جگہ ہے اور وہ مجھے سلام کرنے کے لئے آیا تھا اور تم کو بھی سلام کہا ہے، صحابہؓ نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۷۲۔ اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ قیام تبوک کے دوران ایک دن صحابہ کرامؓ آپؐ کے پاس جمع تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ سے فرمایا: بلال! ہمارے تھیلے میں جو کھجوریں ہیں لے آؤ۔ بلال تھیلا لائے اور کھجوریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھیر کر دیں، سب صحابہؓ نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، مگر کھجوریں جتنی پہلے تھیں اتنی ہی رہیں۔

۷۳۔ اسی سال غزوۂ تبوک میں جب پانی کی قلت ہوئی اور لوگوں کو پیاس نے ستایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا برکت سے چشمۂ تبوک کے پانی کی کثرت کا معجزہ ظاہر ہوا۔ بعدازاں وہ مدت العمر پورے جوش سے اُبلتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُعاذ بن جبل سے فرمایا تھا "معاذ! اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم اس پانی سے باغات سیراب ہوتے دیکھو گے۔"

۷۴۔ اسی سال غزوۂ تبوک میں یہ معجزہ ہوا کہ جب صحابہ کے پاس توشہ ختم ہو گیا، اور انہوں نے خوراک کے لیے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی شکایت کی گئی۔ آپؐ نے دسترخوان لگانے کا حکم فرمایا اور لشکر میں منادی کرائی گئی کہ کسی کے پاس کچھ توشہ باقی ہو تو لے آئے، چنانچہ کوئی شخص مُٹھی بھر جو لایا، کوئی مُٹھی بھر کھجور، کوئی روٹی کا ٹکڑا، الغرض دسترخوان پر تین "فرق" توشہ جمع ہو گیا (ایک فَرَق = تین صاع - ایک صاع = تقریباً ساڑھے تین سیر) بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اور دُعائے برکت فرمائی، اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا، مگر وہ بچ رہا، پھر سب نے توشہ دان بھرے، بوریاں بھریں، اور لشکر میں جو برتن بھی مل سکا اسے بھر لیا، مگر پھر بھی کچھ باقی بچ رہا۔

۷۵۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے فارغ ہوئے تو اس جگہ مسجد تعمیر فرمائی۔

۷۶۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ایک خطبہ دیا، ایسا فصیح و بلیغ کہ زبانیں اس کی فصاحت و بلاغت کو بیان کرنے سے عاجز اور عقلیں محوِ حیرت تھیں۔

۷۷۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر راستہ میں یہ معجزہ ہوا کہ صحابہ کرام شدید گرم

موسم میں سارا دن چلتے رہے مگر کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں پانی ہو کہ وہاں منزل کریں، اور لشکر میں بھی پانی نہیں تھا، قریب تھا کہ پیاس کے مارے انسان اور مویشی ہلاک ہوجائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزہ میں بہت ہی معمولی سا پانی تھا، آپؐ نے اسے رکوہ (چھاگل) میں ڈالا اور اس میں دست مبارک رکھا، انگشتان مبارک کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا، تمام لشکر سیراب ہوا، جس کی تعداد تیس ہزار یا ستر ہزار تھی، جیسا کہ غزوات کے بیان میں غزوۂ تبوک کے ذکر میں گذر چکا ہے۔ لشکر میں پندرہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے، ان کو بھی پلایا۔

۸، اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی میں جب تبوک اور وادیٔ مشقق کے مابین پہنچے اور صحابہ کو پیاس نے ستایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا برکت سے پانی میں اضافے کا ایک اور معجزہ ظاہر ہوا، ان کے پاس جو کسی قدر پانی تھا اسے ایک کہنہ مشکیزے میں جمع کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہاتھ منہ دھویا اور کلی کی، بعد ازاں وہ پانی دوبارہ اسی مشکیزے میں ڈال دیا اور دعا فرمائی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپؐ کی دعا کے طفیل وہ پانی بہہ نکلا، صحابہ کرام نے خود بھی پیا اور اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی پلایا۔

۹، اسی سال غزوۂ تبوک سے قبل ربیع الآخر، یا جمادی الاولیٰ یا اخریٰ میں — اور بقول بعض ۸ھ میں — کعب بن زہیر بن ابی سُلمیٰ (بضم سین مہملہ)، رضی اللہ عنہ، مدینہ آئے، یہ قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباح الدم قرار

دے دیا تھا[1]، بعد ازاں تائب ہو کر مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مشہور قصیدۂ لامیہ پڑھا، جس کا مطلع یہ ہے:

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ
مُتَيَّمٌ اثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُولُ

جب اس شعر پر پہنچے:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

(ترجمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک برہنہ شمشیر ہندی ہیں)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ردائے مبارک عطا فرمائی، جو ان کے لئے عظیم تبرک تھا، یہ چادر مدۃ العمر ان کے پاس محفوظ رہی، حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی تو حضرت معاویہؓ نے ان کے وارثوں کو بیس ہزار درہم دے کر یہ چادر ان سے حاصل کر لی، بعد ازاں یہ چادر یکے بعد دیگرے خلفا کو منتقل ہوتی رہی، اور پھر گم ہو گئی۔ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ آج یہ چادر موجود نہیں، بظاہر فتنۂ تاتار میں گم ہو گئی۔"

---

[1] یہ مطلب نہیں کہ یہ اسلام لا کر مرتد ہو گئے تھے بلکہ بحالت کفر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناشائستہ قصیدے کہے تھے جن کی بنا پر ان کو مباح الدم قرار دیا گیا، اور یہ خوف قتل کی بنا پر ادھر ادھر بھاگے پھرے، بالآخر توفیق الٰہی نے دستگیری کی رات کے اندھیرے میں مدینہ پہنچے اور پھر اچانک بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام کا اظہار کیا۔ مترجم۔

تنبیہ: حضرت کعب نے جس سعاد نامی خاتون کا ذکر آغازِ قصیدہ میں کیا ہے وہ ان کی اہلیہ تھیں اور عمِ زاد۔ چونکہ بھاگ جانے کی وجہ سے یہ بڑی مدت سے اپنے گھر والوں سے جدا تھے اس لئے قصیدہ کے آغاز میں بیوی کے ہجر و فراق کا رقت آمیز تذکرہ کیا۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں "لہٰذا بعض لوگوں کا یہ ادعا محض کوتاہ نظری ہے کہ "سعاد" ایک فرضی نام ہے جو شاعر نے اپنی محبوبہ کے لئے استعمال کیا، اسی لئے شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے، ادعاً فرضی نام نہیں" آھ

۸۰۔ اسی سال بُجَیر بن زُہَیر (دونوں نام بصیغۂ تصغیر) اسلام لائے، یہ کعب بن زہیر کے بھائی ہیں اور ان سے ایک مدت پہلے مسلمان ہوئے۔

۸۱۔ اسی سال غزوۂ تبوک کے ایام کا قصہ ہے کہ یعلیٰ بن اُمَیّہ صحابی ــ رضی اللہ عنہ کے نوکر کا کسی شخص سے لڑائی جھگڑا ہو گیا۔ اس شخص نے ان کے نوکر کو دانتوں سے کاٹ لیا۔ اس نے ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دونوں دانت گر گئے، وہ صاحب فریاد لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاوضہ دلانے کی درخواست کی، آپؐ نے فرمایا: "تجھے کوئی معاوضہ نہیں مل سکتا، کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے مُنہ میں چھوڑ دیتا کہ تو اسے اونٹ کی طرح چباتا رہتا؟"

۸۲۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں بیسؔ مسجدیں تعمیر کیں، ابن اسحاق نے اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اور سید سمہودی لکھتے ہیں کہ ان بیسؔ مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں۔ ان پر نشان لگا دیا گیا۔ اور مساجد بعد میں تعمیر ہوئیں۔

۸۳۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ کے قریب پہنچے اور جبل اُحد پر نظر پڑی تو فرمایا؛ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ، یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ارشاد خیبر سے مدینہ واپسی پر فرمایا تھا، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے[1]

۸۴۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ واپسی کے چند[2] دن بعد اللہ تعالیٰ نے ان تین صحابہ کی توبہ قبول فرمائی جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہے تھے، یعنی کعب بن مالک، ہلال بن اُمیّہ اور مُرارہ بن رَبیع رضی اللہ عنہم، چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے آیاتِ ذیل نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (الی ان قال) وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (الی قولہ) وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[3]	"اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں آپ کا ساتھ دیا" آگے چل کر فرمایا۔ اور ان تینوں شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب (انکی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی" یہاں تک کہ فرمایا۔ اور سچوں کے ساتھ رہو۔

۸۵۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہی ایام میں شاہانِ حمیر کی جانب سے قاصد ایک عریضہ لے کر حاضر ہوا، اور ان کے اسلام لانے کی اطلاع دی، ان حضرات کے نام یہ تھے، حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان۔ یہ ذو رعین، ہمدان اور معافر کے رئیس تھے۔

---

[1] راجح یہ ہے کہ یہ ارشاد تین موقعوں پر فرمایا، خیبر سے واپسی پر، غزوۂ تبوک سے واپسی پر اور حجۃ الوداع سے واپسی پر۔ مترجم [2] پچاس دن بعد۔ مترجم [3] پ۱۱ ع۳)

۸۶ - اسی سال تبوک سے واپسی پر جریر بن حارثہ الطائی، عروہ بن مضرس الطائی کے چچا اسلام لائے۔

۸۷ - اسی سال کا واقعہ ہے کہ ثَعْلَبَہ بن حاطب اور مُعَتِّبْ بن قُشَیْرْ نامی دو منافقوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ "اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے بہت سا مال، عطا فرمائے تو ہم خوب خیرات کریں گے، اور ہم دنیک کام کر کے خوب نیک بن جائیں گے" مگر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے سب کچھ دیدیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کی، اس پر وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ سے عَلَّامُ الْغُيُوْبِ تک چار آیتیں نازل ہوئیں۔ (پ ۱۰ ع ۱۶ - آیات ۷۵ تا ۷۸)

۸۸ - اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے، مدینہ طیبہ میں معاویہ بن معاویہ اللیثی المزنی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے دن جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر دی۔ حالانکہ مدینہ اور تبوک کے درمیان چودہ مرحلے کا فاصلہ تھا۔ اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے معاویہ کی نماز جنازہ کے لئے ستر ہزار فرشتے نازل کیے ہیں آپؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں؟ عرض کیا: کیونکہ وہ کھڑے بیٹھے اور چلتے پھرتے سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے، بعدازاں جبریل نے زمین کو سمٹا دیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے ان کا جنازہ پڑھا اور فرشتوں نے دو صفیں بنائیں اور جو پہاڑ اور ٹیلے درمیان میں حائل تھے انہیں ہاتھ کے اشارے سے ہٹادیا، یہاں تک کہ نماز کے دوران، جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آرہا تھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔

۸۹ - اسی سال غزوۂ تبوک کے ایام میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، مغیرہؓ بن شعبہ پانی کا برتن لے کر آپؐ

کے ساتھ ہو لئے، واپسی میں دیر ہو گئی، اور نماز وقت کا تنگ نظر آیا تو صحابہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امامت کے لئے آگے کر دیا، وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چنانچہ آپؐ نے ایک رکعت حضرت عبدالرحمٰن کی اقتدا میں ادا کی اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ سلام پھیرنے کے بعد پوری کی، صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسبوق دیکھا تو بہت گھبرا گئے، مگر آپؐ نے نماز سے فارغ ہو کر ان کی تسلی کے لئے فرمایا "تم نے ٹھیک کیا۔ اچھا کیا" یہ قصہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے عظیم ترین فضائل میں شمار ہوتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل کا مفضول کے پیچھے اور معصوم کا غیر معصوم کے پیچھے اقتدا کرنا صحیح ہے، اس سے شیعہ کے اس نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے کہ غیر معصوم کی اقتدا صحیح نہیں، اقتدا کنندہ خواہ معصوم ہو یا غیر معصوم۔

۹۰۔ اسی سال گزشتہ بالا قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے وضو میں موزوں پر مسح کیا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر صحاح میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے۔ اس سے شیعہ کے اس نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے کہ "موزوں کا مسح" سورۂ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہے۔ تردید کی وجہ یہ کہ آیت مائدہ ۵ھ میں نازل ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا ۹ھ کا واقعہ ہے۔ مؤخر کا نسخ مقدم سے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۹۱۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلہ کے نصرانی بادشاہ یُحَنَّہ بن رُؤبَہ کے نام دعوتِ اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ [یُحَنَّہ: بضم یا، وفتح حائے حطی، ونون مشدد و تائے تانیث۔ رُؤبَہ: بضم رائے مہملہ، وسکون ہمزہ، بائے موحدہ اور تائے تانیث۔ اس کو یحنہ بن علمار (بفتح عین وسکون لام) بھی کہا جاتا تھا، علمار اس کی والدہ کا نام ہے۔] چنانچہ جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تبوک میں قیام پذیر تھے، یُحَنَّہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ مگر اسلام سے مشرف نہیں ہوا بلکہ سالانہ تین سو دینار جزیہ دینا قبول کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے صُلح کی تحریر لکھدی۔

آیلہ: مصر اور مکہ کے درمیان شام کے علاقہ میں ساحل سمندر پر ایک شہر تھا کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں جس حاضرۃ البحر قریہ کا ذکر ہے، اس سے یہی شہر مراد ہے۔

۹۲۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جَربَا اور اَذرُح کے نام دعوت اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا، یہ شام کی دو بستیاں تھیں، وہاں کے لوگ بھی تبوک میں حاضر خدمت ہوئے اور سو دینار سالانہ جزیہ پر آپؐ سے مصالحت کی، آپؐ نے قبول فرما کر تحریر صُلح لکھ دی۔

جَرْبَا: بفتح جیم وسکون رائے مہملہ پھر بائے موحدہ۔ مَدّ اور قصر دونوں طرح صحیح ہے۔

اَذْرُح: بفتح ہمزہ وسکون ذال معجمہ وضم رائے مہملہ، پھر حائے مہملہ جَربا سے تین میل پر شام کا ایک شہر ہے۔

۹۳۔ اسی سال غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد سُہیل (بصیغہ تصغیر) ابن بیضا القرشی کا انتقال ہوا، بیضا ان کی والدہ کا لقب ہے جس کا نام دَعد تھا، ان کے والد کا نام عمرو بن وہب بن ربیعہ ہے، مگر وہ اپنی والدہ کی نسبت سے معروف ہیں، یہ مکہ کے قدیم الاسلام صحابی تھے، حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں، جنگ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے

۹۴۔ اسی سال غزوہ تبوک سے واپسی میں۔ اور بقول بعض غزوہ بنو مصطلق سے واپسی میں۔ یہ معجزہ ہوا کہ سفر کے دوران ایک رات بہت ہی سخت آندھی آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک بڑے منافق کی موت کی

وجہ سے آئی ہے۔ مدینہ آئے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا منافق اسی رات مرا تھا۔ اس منافق کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا، جو یہود کے قبیلہ بنو قینقاع کا ایک فرد تھا، بظاہر مسلمان مگر بباطن منافقوں کا سرغنہ تھا۔

فصل ۱۰ھ کے واقعات

۱۔ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا، جو حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام، حجۃ البلاغ، حجۃ التمام اور حجۃ الکمال کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد صرف یہی ایک حج کیا اور اس حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا، جو آپؐ کے چار مشہور عمروں میں سے ایک تھا، حجۃ الوداع کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ سے روانگی ۲۵ ذیقعدہ کو بروز شنبہ ظہر وعصر کے مابین ہوئی، چنانچہ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر ذوالحلیفہ پہونچکر قصر پڑھی اور مدینہ میں ابو دجانہ انصاری الساعدی کو، جن کا نام ضحاک بن خرشہ تھا، اور بقول بعض سباع بن عرفطہ الغفاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

۲۔ اس سال ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز یکشنبہ ۴ ذی الحجہ کی صبح مکہ پہنچے، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وقوف عرفات جمعہ کو ہوا۔

۳۔ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف واکناف میں اطلاع بھجوائی کہ آپؐ حج پر تشریف لے جارہے ہیں یہ سنکر ہر جانب سے لوگ آپؐ کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اُمنڈ آئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی رفاقت میں جو حضرات مکہ میں داخل ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی، یہ تعداد ان مسلمانوں کے علاوہ تھی جو مکہ ہی میں رہائش پذیر تھے اور جو یمن سے حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ آ گئے تھے،

(زرقانی شرح مواہب)

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہدی" کے اونٹوں کو، جو آپؐ نے ساتھ لئے تھے، قلادے پہنائے، یہ کل یک صد اونٹ تھے، احرام کھولنے کے دن ۶۳ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے، یہ تعداد آپؐ کی عمر شریف کے سالوں کے مطابق تھی، اور باقی ماندہ کے نحر پر حضرت علیؓ کو مامور فرمایا۔ اور آپؐ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے حج مفرد کا احرام باندھا، جب ذوالحلیفہ کے قریب وادی عقیق میں پہنچے تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا، اس مبارک وادی میں دو رکعتیں ادا کیجئے اور یہ کہیئے کہ حج میں عمرہ کی بھی نیت کرتا ہوں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج پر عمرہ کا احرام باندھ کر قران کر لیا[1]

۶۔ اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں فروکش تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی اہلیہ محترمہ اسماء بنت عمیس امید سے تھیں، وہیں محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرایا کہ انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا: غسل کر کے کپڑا باندھ لے اور احرام باندھ لے۔

---

[1] وادی عقیق ذوالحلیفہ ہی میں ہے، اس لئے تحقیق یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کی آمد حج کا احرام باندھنے سے قبل ہوئی اور آپ کو حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھنے کا مشورہ دیا، واللہ اعلم مترجم

۷۔ کہا گیا ہے کہ اسی سال سفر حجۃ الوداع کے دوران جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اَبْوَاء اور وَدَّان پہنچے تو صعب بن جثامہ اللیثی نے آپؐ کی خدمت میں زندہ گورخر ہدیہ کیا تھا جسے آپؐ نے قبول نہیں فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ سنہ ۶ھ کے واقعات میں ذکر کر چکا ہوں کہ راجح یہ ہے کہ یہ واقعہ سفر حدیبیہ میں پیش آیا اور یہ کہ سفر حجۃ الوداع میں اس واقعہ کے پیش آنے کا کوئی صحیح ثبوت نہیں، فتدبر۔

۸۔ اسی سال سفر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے اونٹوں کا حدی خوان براء بن مالک کو اور عورتوں کے اونٹوں کا حدی خوان انجشہ اسود حبشی کو، جس کی کنیت ابو ماریہ تھی، مقرر کیا تھا، انجشہ بڑے خوش الحان تھے، خواتین میں اُمہات المؤمنین اور حضرت انس کی والدہ اُم سلیم بھی شامل تھیں، انجشہ حدی خوانی کرتے تو اونٹ بہت ہی تیز چلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انجشہ! ذرا آہستہ چلاؤ، آبگینوں سے نرمی کرو" اور ایک روایت میں ہے کہ "آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچاؤ"، آبگینوں سے صنف نازک مراد تھی۔ یہ روایت صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔ علامہ ابن اثیرؒ اسد الغابہ

۹۔ اسی سال حجۃ الوداع کو جاتے ہوئے موضع "لَحْیِی جَمَل" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کے درمیان سینگی لگوائی، جبکہ آپؐ احرام میں تھے اور روزہ بھی تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، لَحْیِی جَمَل مکہ و مدینہ کے مابین ایک جگہ کا نام ہے، جو مدینہ طیبہ سے نسبتاً قریب تر ہے آپؐ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ قبل ازیں روزہ دار کیلئے پچھنے لگوانے کی جو ممانعت آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ارشاد "افطر الحاجم والمحجوم" میں فرمائی تھی وہ منسوخ ہے۔

سلہ پچھنے لگانے اور لگوانے والے کا روزہ جاتا رہا۔

۱۰۔ اسی سال حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اور ازواج مطہرات بھی تھیں، جو ہودجوں میں سوار تھیں۔ مکہ پہنچکر عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہوئیں تو حضرت عائشہؓ کے سوا ان سب نے احرام کھولدیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دخولِ مکہ سے قبل موضع "سَرِف" میں ایام شروع ہوگئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے عمرہ کو حج بنالیں (یعنی عمرہ کے بجائے حج کا احرام باندھ لیں) چنانچہ انہوں نے یہی کیا، اور احرام حج پر قائم رہیں اور حج سے فارغ ہوئیں تو احرام کھولا۔ انہوں نے اس بات پر غم واندوہ کا اظہار کیا کہ لوگ حج وعمرہ دو عبادتیں لے کر واپس ہونگے اور میں صرف حج لے کر جاؤں گی؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہمراہ بھیج کر تنعیم سے عمرہ کرایا۔

۱۱۔ اسی سال حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہوکر وقوفِ عرفات کیا۔

۱۲۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے میدان عرفات میں ایک عظیم وبلیغ خطبہ دیا جس میں لوگوں کو احکام حج اور شرائع اسلام کی تعلیم دی اور اس میں فرمایا کہ جاہلیت کے خون سب ساقط ہیں (لہٰذا کوئی شخص جو جاہلیت کے دور میں قتل ہوا، آئندہ اس کے خون کے مطالبہ نہیں ہوگا) نیز جاہلیت کے تمام سود ختم کئے جاتے ہیں، چنانچہ میں سب سے پہلے (اپنے چچازاد) ربیعہ بن حارث کا خون ساقط کرتا ہوں اور سب سے پہلے (اپنے چچا) عباس بن عبدالمطلب کا سود ساقط قرار دیتا ہوں۔

۱۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز عرفہ، عرفات میں ظہر وعصر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں جمع کیں۔ یہ "جمعِ تقدیم" کہلاتی ہے۔

۱۴۔ اور اسی دن کی شام کو مزدلفہ میں مغرب و عشاء ایک اذان اور ایک اقامت۔ اور بقول بعض دو اقامتوں کے ساتھ عشاء کے وقت میں جمع کیں، یہ جمع تاخیر، کہلاتی ہے۔

۱۵۔ اسی سال ۹ ذی الحجہ کو خطبہ عرفات کے دوران یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (المائدہ)	آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

۱۶۔ اسی سال خطبہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب تک وقوف کیا پھر مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔

۱۷۔ اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے ایک شخص حاضر خدمت ہوا، اور دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کون کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ فرمایا "نہ قمیص پہنے، نہ شلوار، نہ دستار، نہ ٹوپی، نہ موزے۔ الا یہ کہ کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو موزے ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اور ایسا کپڑا بھی نہ پہنے جس کو ورس یا زعفران لگا ہوا ہو" اور بعض نے کہا ہے کہ حجۃ الوداع کیلئے روانگی سے قبل مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا تھا، یہ بات اس میں ارشاد فرمائی تھی۔ قسطلانی شرح بخاری میں کہتے ہیں "تو پھر اسے تعدد پر محمول کیا جائے گا" اھ

۱۸۔ اسی سال وقوف عرفات کے دوران ایک صاحب اونٹ سے گر گئے اور گردن ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کفن میں، اس کا منہ اور سر نہ ڈھکو، نہ اسے خوشبو لگاؤ کہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا اٹھے گا"

الحدیث ۔ یہ واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے ۔ اس حدیث کی توجیہ میں —
حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ ہر مُحرِم کا یہی حکم ہے کہ اگر
احرام کی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا سَر اور چہرہ ڈھکنا اور اس کو
خوشبو لگانا ممنوع ہے ، اور حنفیہ کا کہنا ہے کہ یہ حکم انہی صاحب کے ساتھ
خاص تھا ، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الفاظ نہیں فرمائے بلکہ خاص
الفاظ فرمائے ہیں ، چنانچہ یہ فرمایا " اس کا چہرہ " " اس کا سَر " " اس کو خوشبو نہ لگاؤ "
" کیونکہ وہ " اور یہ نہیں فرمایا " مُحرِم کا چہرہ " " مُحرِم کا سَر " " مُحرِم کو خوشبو
نہ لگاؤ " " کیونکہ مُحرِم " لفظ عام ہوتا ۔

۱۹ ۔ اسی سال عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے پیچھے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہا کو سوار کیا ۔

۲۰ ۔ اسی سال یوم النحر کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوفِ مزدلفہ کیا ، اور
ایک دوسرا عظیم الشان خطبہ دیا ۔

۲۱ ۔ اسی سال مذکورہ بالا خطبہ سے فارغ ہو کر مزدلفہ سے منیٰ تشریف لے گئے ۔ اور
وہاں جمرۂ عقبہ کی رمی کی ۔

۲۲ ۔ اسی سال یوم النحر کو مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سوار کیا ۔

۲۳ ۔ اسی سال جب کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپؐ کے پیچھے سوار تھے ۔ قبیلۂ خثعم
کی ایک خاتون جس کا نام معلوم نہیں ، حاضرِ خدمت ہوئی ، اور عرض کیا کہ
کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے ذمہ جو فریضۂ حج ہے اس نے میرے والد کو
اس حالت میں پایا کہ وہ بہت ہی بوڑھے ہیں ، سواری پر نہیں بیٹھ سکتے ، کیا میں
اس کی جانب سے حج و عمرہ کر سکتی ہوں ؟ فرمایا : ہاں اپنے باپ کی جانب

سے حج دعمرہ کرے۔

۴۲۔ اسی سال یوم النحر کو جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ایک عظیم و بلیغ خطبہ دیا، جس میں بیان فرمایا کہ "تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی محترم ہے جس طرح کہ اس دن کی اس شہر اور اس مہینے میں حرمت ہے۔" اور یہ بھی فرمایا کہ "حرمت کے مہینے چار ہیں" اور فرمایا کہ "زمانہ گھوم کر اسی حالت پر آگیا ہے جس طرح کہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا"، لہ علاوہ ازیں اور بہت سے احکام بیان فرمائے۔

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "زمانہ گھوم کر اسی حالت پر آگیا الخ"، بڑی تشریح و وضاحت کا متقاضی ہے۔ مختصر یہ کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مصلحت کی خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے تھے، جس کی وجہ وہ عبادات جو مخصوص ایام میں ادا کی جاتی ہیں، بے وقت ہو جاتی تھیں، مثلاً حج جو ذی الحجہ کی خاص تاریخ میں ہوتا ہے، کبھی ذی الحجہ کے بجائے ذیقعدہ میں اور کبھی محرم میں چلا جاتا۔ اور کبھی حسن اتفاق سے اپنے ٹھیک وقت پر بھی ادا ہوتا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے سال حج اپنے صحیح وقت پر ہوا، اور اسلام کی بدولت مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کی جاہلی رسم ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس طرح گھوم پھر کر زمانہ کی چولیں اپنی فطری جگہ بیٹھ گئیں اور قیامت تک کے لئے یہ ضمانت مل گئی کہ اب انہیں اپنی جگہ سے کبھی نہیں ہلایا جا سکے گا۔ اور کبھی ایسا نہ ہو گا کہ اوقات سے متعلقہ عبادات بے وقت اور بے موقعہ ادا کی جائیں۔ (مترجم)

۲۵- اسی سال یوم النحر کو رمی جمرہ اور خطبہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے ۶۳ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے، جن کی تعداد آپؐ کی عمر مبارک کے سالوں کے برابر تھی، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

۲۶- ہدی کے نحر سے فارغ ہو کر ہر جانور کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر پکانے کا حکم فرمایا، چنانچہ سب کو ملا کر ایک ہنڈیا میں پکایا گیا۔ اور آپؐ نے اور حضرت علیؓ نے گوشت اور شوربا تناول فرمایا۔

۲۷- نیز نحر سے فارغ ہوئے تو سر مبارک کا حلق کرایا اور احرام کھول دیا۔

۲۸- اسی سال یوم النحر کو احرام کھولنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف زیارت کے لئے مکہ تشریف لے گئے، ظہر کے وقت طوافِ رکن ادا کیا، بعد ازاں چاہِ زمزم پر گئے، اور پانی نوش فرمایا، اور اس کے بعد منیٰ واپس آئے، وہاں تین دن رہ کر جمرات کی رمی کرتے رہے، یہ اتوار، پیر اور منگل کے دن تھے (منگل کو منیٰ واپس سے محصب تشریف لائے) اور بدھ کی رات کو طلوعِ صبح صادق سے قبل طوافِ وداع کیا، اور مکہ سے رخصت ہو کر عازم مدینہ ہوئے۔

۲۹- اسی سال حجۃ الوداع میں یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ، اس کی پیدائش کے دن، لایا گیا، آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا "میں کون ہوں؟" یکروزہ بچے نے عرض کیا "آپؐ اللہ کے رسول ہیں"۔ فرمایا "تو نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت فرمائے" بعد ازاں یہ بچہ سیانا ہونے تک بدستور کلام کرتا رہا، اور اس کا نام "مبارک یمامہ" ہوا۔

۳۰- اسی سال حجۃ الوداع میں، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی

رات منیٰ میں فروکش تھے، منیٰ کی مسجد خیف کے قریب ایک غار میں آپؐ پر سورۃ "المرسلات" نازل ہوئی، آپؐ صحابہ کے سامنے اس نئی تازہ سورت کی تلاوت فرما رہے تھے کہ آپؐ کی تلاوت سننے کے لئے ایک سانپ نکل آیا، صحابہ اسے مارنے کے لئے دوڑے، مگر وہ غائب ہوگیا، آپؐ نے فرمایا کہ وہ تمہارے شر سے بچ گیا، جیسا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے۔ صحیح بخاری اور اس کی شروح میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

۴۱۔ اسی سال حجۃ الوداع سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم پہنچے، جو جُحفہ کے نواح میں واقع ہے، تو وہاں ظہر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد خطبہ دیا، جس میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ میرے مولیٰ (محبوب، دوست، حامی اور مددگار) ہیں۔ اور میں ہر مومن کا مولیٰ (محبوب) ہوں۔" پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "جس کا میں دوست ہوں، علیؓ بھی اس کے دوست ہیں، اے اللہ جو شخص اس سے دوستی کرے اس سے دوستی کر، اور جو شخص اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو اس کی مدد سے ہاتھ کھینچے تو اس کو بے مدد چھوڑ، اور وہ (حضرت علیؓ) جہاں بھی ہو حق کو اس کے ساتھ پھیر دے (کہ جدھر حضرت علیؓ ہوں حق اسی جانب ہو)۔"

۴۲۔ اسی سال حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپس آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سنان انصاریہ زوجۂ ابوسنان سے فرمایا "تو ہمارے ساتھ حج پر کیوں نہ گئی"؟ اس نے عذر کیا کہ سفر حج کے لئے سواری نہیں تھی، فرمایا "رمضان میں عمرہ کر لیجیو، کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ "میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔" دونوں روایتیں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

۴۳۔ اسی سال حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی۔ حضرت ریحانہ کا انتقال ہوا، وہ حجۃ الوداع میں آپ کے ہمراہ تھیں، مدینہ آکر جاں بحق ہوئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

۴۴۔ اسی سال۔ اور بقول بعض ۹ھ میں، لوگوں کو دین کی تعلیم دینے کے لئے جبریل علیہ السلام کی آمد ہوئی۔ اس کی تفصیل ۹ھ کے واقعات میں گذر چکی۔

۴۵۔ اسی سال مُسَیلمہ کذاب خذلہ اللہ تعالیٰ اپنی قوم بنو حنیفہ کے چودہ افراد کے ہمراہ یمامہ سے مدینہ آیا، اس کی قوم کے لوگ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے، مگر مسیلمہ، اسلام لانے سے متخلف رہا، اور کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد خلافت میرے سپرد کر دیں تو میں اسلام قبول کر کے پیروی کر لوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی، اس کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: "تو اگر مجھ سے کھجور کی ایسی شاخ بھی مانگے تو تجھے نہیں دوں گا، اور تو اپنی قدر سے تجاوز نہیں کرے گا" ایک قول یہ ہے کہ وہ اسلام لا کر مرتد ہو گیا تھا، بعد ازاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، کے دورِ خلافت میں ۱۱ھ میں قتل ہوا، جیسا کہ ۱۱ھ کے واقعات میں آئے گا۔ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کے ہاتھ پر اس کے مدعا کے خلاف خوارق استدراجات ظاہر ہوتے تھے، کسی کی درازیٔ عمر کی دعا کرتا تو وہ فوراً مر جاتا، کسی کی بینائی کی دعا کرتا وہ اندھا ہو جاتا، ایک بار پانی میں برکت کے لئے کنوئیں میں تھوکا تو پانی بالکل ہی خشک ہو گیا، ایک بار ایک بینا کی آنکھ پر لعاب دہن لگایا وہ اندھا ہو گیا۔ بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو ان کا دودھ

خشک ہوگیا ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بُری طرح گنجا ہوگیا، ایک شخص کے دو لڑکوں کے لئے عمر میں "برکت" کی دُعا کی، وہ گھر گیا تو ایک لڑکا کنوئیں میں گرکر مر گیا، اور دوسرے کو بھیڑیئے نے کھالیا۔

۳۶۔ اسی سال یمن میں اسود بن کعب العنسی (بفتح عین وسکون نون) کذاب ظاہر ہوا، خذلہ اللہ تعالیٰ۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دعوائے نبوت کیا تھا۔ اس کا خروج حجۃ الوداع کے بعد ہوا۔ اسود کا نام عبہلہ بن کعب تھا اور "ذوالخمار الاسود" (خائے معجمہ کے ساتھ) کے لقب سے معروف تھا، کیونکہ وہ ہمیشہ سیاہ اوڑھنی سے چہرہ ڈھانکے رہتا تھا، اور بعض نے ذوالحمار (حائے مہملہ کے ساتھ) اس کا لقب بتایا ہے، اس کے پاس ایک کالا گدھا تھا، اسے سدھا رکھا تھا حتیٰ کہ وہ گدھا اس کے آگے سجدہ کیا کرتا تھا۔

۳۷۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کے نام دعوت اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا، نجران، مکہ سے سات مرحلے کے فاصلہ پر یمن میں ایک بڑا شہر تھا جس سے ملحق کئی بستیاں اور کھیت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا تو وہاں کے چوبیس رؤسا کا وفد حاضر بارگاہ عالی ہوا، اس وفد میں عاقب اور سیّد بھی شامل تھے، اول الذکر کا نام عبدالمسیح اور عاقب اس کا لقب تھا، اور مؤخر الذکر کا نام ایہم (یائے تحتانی کیساتھ) اور سیّد اس کا لقب تھا، سورۂ آلِ عمران کے اوّل کی بہت سی آیات انہی کے بارے میں نازل ہوئیں ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو اور مباحثہ کیا، جس پر آیت مباہلہ: فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا الآیات نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تو انہوں نے

توقف کیا، اور اس شرط پر مصالحت کی پیشکش کی کہ وہ دو ہزار جوڑے۔ ہر جوڑا قیمتی چالیس درہم۔ اور ہر جوڑا ایک اوقیہ، تیس اونٹ، تیس گھوڑے، تیس زرہیں اور تیس نیزے سالانہ پیش کیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر صلح کی دستاویز لکھ دی۔ بہرحال یہ اسلام سے محروم رہے،

۳۸۔ اسی سال باذان بن ساسان کا انتقال ہوا، یہ بہرام کی اولاد میں سے تھے، جو فارس کا ایک ساسانی بادشاہ ہو گذرا ہے، باذان کسریٰ کی جانب سے یمن کے گورنر تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسریٰ پرویز کی موت واقع ہوئی تو یہ یمن ہی میں اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور اپنے اسلام لانے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھجوائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی امارت پر برقرار رکھا یہ اسلام میں یمن کے پہلے گورنر تھے اور شاہان عجم میں سے پہلے شخص تھے۔ جو اسلام لائے۔

۳۹۔ اسی سال ربیع الاول سنہ ۱۰ھ میں ۔ اور بقول بعض سنہ ۹ھ کے اواخر میں تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا، اور ان سے فرمایا۔ آسانی کیجیو، تنگی نہ کیجیو، خوشخبری دیجیو، نفرت نہ دلائیو، دونوں کو الگ الگ علاقوں پر مقرر فرمایا یہ دونوں وہاں کچھ مدت رہ کر واپس آ گئے۔

۴۰۔ اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مشایعت کے لئے نکلے، اور انہیں دین اور شرائع اسلام سے متعلق بہت سی وصیتیں کیں۔ حضرت معاذ کی قدر افزائی کا اندازہ کیجیے کہ حضرت معاذ سوار تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری

کے ساتھ پا پیادہ چل رہے تھے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہیں۔ اجازت دیجئے کہ میں بھی نیچے اتر جاؤں۔ فرمایا: میں ان قدموں کو فی سبیل اللہ شمار کرتا ہوں۔

۴۱۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کی دعوتِ اسلام کے لئے یمن بھیجا، وہ لوگ ان کی دعوت پر اسلام لے آئے تو حضرت علیؓ وہاں رہ کر انہیں قرآن کریم اور شرائع اسلام کی تعلیم دیتے رہے تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ایام میں ان کو طلب فرمایا اور یہ مکہ آکر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوتے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی واپس آگئے تھے اور وہ بھی حجۃ الوداع میں شریک ہوئے مگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہیں رہے۔

۴۲۔ اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا، مٹی بسمیت ارسال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار اشخاص یعنی عُیَیْنَہ بن حصن فزاری، اقرع بن حابس تمیمی، زید الخیر بن مہلل الطائی اور علقمہ بن علاثہ عامری کے درمیان تقسیم کر دیا تھا، ان کا شمار مؤلفۃ القلوب میں تھا۔

۴۳۔ اسی سال سعد بن خولہ عامری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ جو بنو عامر بن لُؤَیّ کے فرد اور بقول بعض ان کے حلیف تھے، اور سُبَیْعہ بنت حارث الاسلمیہ کے شوہر تھے، ان کی وفات حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ میں ہوئی تھی، اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اظہار افسوس کیا کہ ان کی وفات مکہ

میں ہوئی [1]

ان کی بیوی سُبیعہ حاملہ تھی، ان کی وفات کے پندرہ بیس دن بعد وضع حمل ہوا تو اس کی عدت کے مسئلہ میں اختلاف ہوا کسی نے کہا کہ وضع حمل سے اس کی عدت ختم ہو گئی" اور کسی نے کہا نہیں، بلکہ اس کو وفات کی عدت چار مہینے دس دن پوری کرنی ہوگی، سُبیعہ نے یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا، تو وضع حمل کے ساتھ عدت سے فارغ ہو چکی ہے، جس سے چاہے، نکاح کر لے۔

۵۴۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، کو ذوالکلاع کے پاس بھیجا۔ یہ یمن اور طائف کے روسا میں سے تھا، اور تعلی پسندی میں یہاں تک ترقی کر گیا تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا جب اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ موصول ہوا تو اطاعت بجا لایا اور بارگاہ نبوی میں حاضری کے لئے روانہ ہوا، اثنائے راہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو حضرت جریرؓ تو مدینہ آگئے اور ذوالکلاع اپنے وطن کو لوٹ گیا، اور وہیں رہا، تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے

---

[1] مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے والے حضرات کو دوبارہ مکہ میں آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی کہ اس سے ہجرت ختم ہو جاتی تھی سعد بن خولہ بھی مہاجر تھے، مگر مکہ میں اُن کی وفات نے انہیں پس از مرگ قیامت تک مکہ رہنے پر مجبور کر دیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس فرمایا۔

دورِ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔ بارہ ہزار غلام ساتھ لایا تھا۔ ان میں سے چار ہزار آزاد کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ باقی ماندہ غلام میرے ہاتھ فروخت کر دو، کہا، نہیں، بلکہ وہ سب لوجہ اللہ آزاد ہیں۔ حافظ ابو عمرو بن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں "مجھے ذوالکلاع کی صحابیت کا علم نہیں، البتہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام لائے، اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ حاضر ہوئے اور ان سے روایت کی۔ رضی اللہ عنہما"۔

۴۶۔ اسی سال حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موضع سُرف پہنچے، جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے، تو صحابہ کو حکم فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں، وہ حج کا احرام فسخ کر کے اسے عمرہ کے احرام میں تبدیل کر لیں۔ اس حکم کا منشا جاہلیت کے اس نظریہ کا ابطال تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ جائز نہیں۔

۴۷۔ اسی سال حجۃ الوداع میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۳ ذی الحجہ کو بروز ہفتہ موضع سرف پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایام شروع ہوئے۔ اور یوم النحر کو پاک ہوئیں تو آپؐ نے ان کے ساتھ ان کے حقیقی بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا کہ انہیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لائیں۔ یہ ۱۴ ذی الحجہ بدھ کی رات کا واقعہ ہے، اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

۴۸۔ اسی سال حجۃ الوداع سے قبل جب حضرت علیؓ دوبارہ یمن گئے تو وہاں ان کے قیام کے دوران ایک عجیب حادثہ پیش آیا، قصہ یہ ہوا کہ یمن کے کچھ لوگوں نے اسود عنسی کو قتل کرنے کے لئے ایک کنواں کھودا، اور اس کی جگہ کو مخفی رکھنے کے واسطے اوپر سے چھپا دیا، اس کنوئیں میں ایک شیر گر گیا، لوگ شیر کو دیکھنے آئے تو ایک آدمی اس میں گر گیا، اس نے گرتے ہوئے ایک دوسرے شخص کو پکڑا اور اسے بھی گرا لیا، دوسرے نے

تیسرے کو پکڑا اور وہ بھی کنوئیں میں گیا، تیسرے نے چوتھے کو پکڑا اور اسے بھی گرا لیا چاروں کنوئیں میں گرے تو شیر نے سب کو مار ڈالا، باہر سے ایک شخص نے شیر کے نیزہ مارا اور اسے بھی ختم کر دیا، ان چاروں اشخاص کے وارثوں نے حضرت علیؓ کی عدالت میں مقدمہ کیا حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارے لئے کنواں کھودنے والے کے ذمہ چوتھائی دیت، تہائی دیت، آدھی اور پوری دیت لازم ہے چوتھائی دیت پہلے شخص کی، کیونکہ اس کے اوپر تین آدمی مرے، تہائی دیت دوسرے شخص کی، کیونکہ اس پر دو آدمی گر کر مرے۔ نصف دیت تیسرے شخص کے لئے، کیونکہ اس پر ایک آدمی گر کر مرا، اور چوتھے شخص کی پوری دیت اگر تم اس پر راضی ہو تو یہی فیصلہ ہے، ورنہ جاؤ، مدینہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرالو۔ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر راضی نہ ہوئے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا، میں انشاء اللہ تمہارا فیصلہ کرونگا ان میں سے کسی نے کہدیا، یا رسول اللہ! حضرت علیؓ اس کا فیصلہ دے چکے ہیں فرمایا، انہوں نے کیا فیصلہ کیا؟ آپؐ کو حضرت علیؓ کا فیصلہ بتایا گیا تو فرمایا، بس یہی فیصلہ ہے جو علیؓ نے کیا۔

۴۹۔ اسی سال فروہ بن عمر الجذامی اسلام لائے، یہ شاہ روم کی جانب سے ملک شام میں بلقار کے عامل تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اسلام کی اطلاع کا عریضہ لکھا اور خط کے ساتھ مندرجہ ذیل تحائف بھیجے۔ فضہ نامی سیاہ وسفید خچر، ظرف نامی گھوڑا، یعفور نامی حمار۔ وہ یعفور دوسرا تھا، جو مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا، سندس کی ایک قبا جس پر سنہری کام ہوا تھا، اور ان کے علاوہ بہت سے کپڑے اور دیگر اشیاء بھی ہدیہ میں بھیجیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحائف

قبول فرمائیے، فروہ کا انتقال اسلام پر ہوا۔

۵۰۔ بعض وفود جو گزشتہ سال ۹ھ میں حاضر نہیں ہو سکے تھے اس سال بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

۵۱۔ اسی سال شعبان میں عدی بن حاتم حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ قبل ازیں وہ شام کو بھاگ گئے تھے، مگر ان کی ہمشیرہ سفانہ بنت حاتم نے انہیں پیغام بھیجا کہ اسلام قبول کر لو کہ دُنیا و آخرت میں تمہاری نجات کا وہی ذریعہ ہے، چنانچہ بہن کے مشورہ سے وہ شام سے لوٹ آئے۔ ان کی بہن کے اسلام لانے کا قصہ اور نام کا ضبط ۹ھ کے سرایا کے باب میں گذر چکا ہے۔

۵۲۔ اسی سال حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ بنو حارث بن کعب کا وفد حاضر ہوا۔ یہ لوگ حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے، جیسا کہ ۱۰ھ کے سرایا کے باب میں بضمن سریۂ خالد گذر چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کی قوم کے ایک صاحب قیس بن حصین کو ان پر امیر مقرر کر دیا، ان کی امارت کو چار ماہ گذرے تھے کہ وفاۃ نبوی کا حادثہ پیش آیا۔

۵۳۔ اسی سال شوال میں سلامان کا ، رکنی وفد، جس کے قائد حبیب بن عمرو سلامانی تھے، حاضر خدمت ہوا، یہ حضرات اسلام کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر وطن کو لوٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فی کس پانچ اوقیہ چاندی کا عطیہ مرحمت فرمایا (ایک اوقیہ = چالیس درہم)

۵۴۔ اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ مذکورہ بالا وفد سلامان نے اپنے علاقے کے قحط اور خشک سالی کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ!

ان کو ان کے علاقے میں بارش عطا فرما، یہ وطن واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی دن اور اسی وقت، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، ان کے علاقے میں بارش ہوئی۔

۵۵۔ اسی سال حجۃ الوداع کے ایام میں بنو محارب کا دس رکنی وفد حاضر خدمت ہوا، ان میں حارث بن سواء اور ان کے صاحبزادہ خزیمہ بھی شامل تھے، اسلام سے مشرف ہو کر واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول ان کو بھی عطیات سے نوازا۔

۵۶۔ اسی سال وفد ہمدان [ہا کے فتحہ، میم کے سکون اور دال کے ساتھ] حاضر خدمت ہوا، ہمدان قحطانی نسل کا ایک بہت بڑا قبیلہ تھا، ان کی آمد تبوک سے واپسی کے بعد ہوئی تھی، وفد میں مالک بن النمط بھی شامل تھے، سب اسلام قبول کر کے وطن کو واپس ہوئے اور آپ نے مالک کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

۵۷۔ اسی سال قبیلہ آزد کا پندرہ رکنی وفد صرد بن عبداللہ الازدی کی قیادت میں حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا،

۵۸۔ اسی سال آزد کی ایک شاخ غسان کا سہ رکنی وفد حاضر خدمت ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آنے والے وفود کو عطیات و تحائف دیا کرتے تھے، حسب معمول ان کو بھی نوازا گیا، اور یہ لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس ہوئے۔

۵۹۔ اسی سال قبیلہ زبید کا وفد، جن میں عمرو بن معدیکرب بھی شامل تھے، حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا۔

۶۰۔ بقول بعض اسی سال وفد عبدالقیس کی آمد ہوئی، ان کا مختصر سا ذکر ۵ھ اور ۹ھ

کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

۶۱۔ اسی سال قبیلہ کندہ کا ساٹھ یا اسی سواروں پر مشتمل وفد حاضر ہوا، ان میں اشعث بن قیس الکندی اور مشہور شاعر امرء القیس بن عابس الکندی بھی شامل تھے، سب اسلام سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زمانۂ ردّۃ میں اشعث بن قیس مرتد ہو گیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے لشکر نے اس کو قید کر لیا تو دوبارہ اسلام لایا اور پھر تا دمِ مرگ اسلام پر قائم رہا۔ رضی اللہ عنہ۔

۶۲۔ اسی سال بنو حنیفہ کا وفد، جو سترہ افراد پر مشتمل تھا، یمامہ سے حاضر ہوا، جس میں مسیلمۂ کذاب بھی شامل تھا۔ خذلہ اللہ مسیلمہ کے سوا باقی سب اسلام لائے اور بقول بعض وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا مگر بعد ازاں دعویٰ نبوت کر کے، مرتد ہو گیا، اور صدیقؓ دورِ خلافت میں کفر پر قتل ہوا، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے

۶۳۔ اسی سال رمضان میں بنو بُجَیلہ کا وفد، جو ۱۵۰ افراد پر مشتمل تھا، حاضر ہوا، ان میں جریر بن عبداللہ البجلی بھی شامل تھے، حضرت جریر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، (اسلام پر قائم رہنے)، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ ان کے دیگر رفقاء بھی اسلام لائے۔

۶۴۔ اسی سال یا ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو ذوالخلصہ نامی بت توڑنے کی مہم پر بھیجا، اس کا ذکر ۱۱ھ کے سرایا میں ذکر ہو چکا ہے۔

۶۵۔ اسی سال وفد رہاویین کی آمد ہوئی۔

۶۶۔ اسی سال وفد بنو تغلب کی آمد ہوئی۔

۶۷۔ اسی سال وفد نجران کی آمد ہوئی، جن میں عاقب اور السید بھی شامل تھے، آپؐ نے انہیں صلح کی تحریر لکھ کر دی، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

۶۸۔ اسی سال وفد بنو عبس (بفتح عین و سکون با) کی آمد ہوئی، یہ سات نفر تھے۔ وہ قبل ازیں اسلام لاچکے تھے، مگر انہوں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ جس نے ہجرت نہیں کی اس کا اسلام معتبر نہیں، اس لئے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک ہجرت کی رخصت طلب کی، آپؐ نے رخصت دیدی اور فرمایا تم جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، وہ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا۔

۶۹۔ اسی سال یمن سے وفد بنو غامد کی آمد ہوئی، غامد، قبیلہ ازد کی ایک شاخ تھی، وفد میں دس آدمی شامل تھے، انھوں نے اسلام کا اقرار کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرائع اسلام پر مشتمل ایک تحریر عطا فرمائی، یہ حضرات چند روز مدینہ رہ کر واپس ہوئے۔

۷۰۔ اسی سال شعبان میں وفد خولان کی آمد ہوئی، یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا، وفد میں دس آدمی شامل تھے اسلام سے مشرف ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دین کے فرائض و احکام کی تعلیم فرمائی اور وصیت فرمائی کہ اپنے یہاں کے بت کو منہدم کر دیں، چنانچہ انہوں نے واپس جاکر اسے منہدم کر دیا۔ قبل ازیں ان لوگوں نے اپنے اموال کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک حصہ اپنے بُت کے لیے تجویز کر رکھا تھا، انہی کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (پ ۸ ع ۳)	کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔

۷۱ - اسی سال وفد عامر بن صعصعہ کی آمد ہوئی، اس وفد میں دوسرے لوگوں کے علاوہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ بھی شامل تھے، یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ طور پر اچانک شہید کر دینے کا منصوبہ لے کر آئے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ آپ کو تو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اور ان کو اپنی قدرت کاملہ سے ہلاک کر ڈالا چنانچہ اربد کو تو آسمانی بجلی سے ہلاک کر دیا، اور عامر کے جسم میں بہت خطرناک پھوڑا نکلا، جو اونٹوں کے طاعونی پھوڑے کے مشابہ تھا، یہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے وطن کو بھاگا، مگر اللہ تعالیٰ نے راستہ ہی میں اس کو گھوڑے کی پشت پر ہلاک کر دیا۔

۷۲ - اسی سال بدیل بن ابی ماریہ رضی اللہ عنہ - جو عاص بن وائل کے آزاد شدہ غلام تھے، تجارت کے لئے ملک شام گئے، تمیم داری اور عدی بن بدا ان کے رفیق سفر تھے، یہ دونوں نصرانی تھے، اس سفر میں بدیل کا انتقال ہو گیا، اس نے ایک خفیہ وصیت نامہ لکھ کر اپنے مال میں رکھ دیا (جس میں انکے متروکہ سامان کی فہرست درج تھی) یہ دونوں اس کا مال لے کر آئے تو ایک جام (جو خفیہ فہرست میں شامل تھا) موجود نہیں تھا، یہ تمیم اور عدی نے (بطور خیانت) لے لیا تھا۔ ان کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ (پ ۷ ع ۴)	اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخصوں کا وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے بعد از عصر حلف لیا اور قصہ ختم ہوا۔ بعدازاں وجب وہ جام مدینہ طیبہ میں فروخت ہوتا ہوا پکڑا تو ان دونوں کی غلط بیانی کا انکشاف ہوا۔ اب متوفی کے وارثوں (عبداللہ بن عمرو بن عاص اور مطلب بن ابی وداعہ نے حلف اٹھایا اور وہ جام کے مستحق قرار پائے۔

۳، ۱۰۔ اسی سال رمضان میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، اپنے ایک سو پچاس رفقاء سمیت مشرف باسلام ہوئے ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے کا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس۴۰ روز قبل الھ کا ہے مگر صحیح اور راجح پہلا قول ہے۔

۴، ۱۰۔ اسی سال مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:۔

یَاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِینَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ	اے ایمان والو! تمہارے غلاموں کو اجازت لے کر آنا چاہیے الخ

۵، ۱۰۔ اسی سال ۱۰ ربیع الاول کو بروز سہ شنبہ۔ اور بقول بعض حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد اواخر ذی الحجہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ، کی وفات ہوئی، ان کی عمر قول اول کے مطابق اٹھارہ مہینے اور بقول بعض چوبیس۲۴ مہینے ہوئی۔

۶، ۱۰۔ اسی سال صاحبزادۂ گرامی حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن آفتاب کو گہن ہوا، اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ سورج گہن ابراہیمؓ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے" یہ سورج گہن ہجرت

کے بعد دوسری مرتبہ ہوا، پہلی مرتبہ سنہ ھ میں ہوا تھا، جیسا کہ سنہ کے واقعات میں گذر چکا ہے سلہ

فصل سنہ ۱۱ھ کے واقعات

۱۔ اس سال ماہ محرم یا نصف ماہ رجب میں وفد نخع (بفتح نون وخاء) باریاب ہوا، نخع، یمن کے قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھی، یہ آخری وفد تھا۔ جسے شرف باریابی نصیب ہوا، یہ وفد یکصد افراد پر مشتمل تھا، جن میں زرارہ بن عمرو النخعی۔ عمرو بن زرارہ کے والد۔ اور زرارہ بن قیس بن حارث وغیرہ شامل تھے، یہ حضرات قبل ازیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے، باقرار اسلام صرف شرف زیارت واستفادہ کے لئے حاضر ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہوئے، انہیں دعائیں دیں اور ان کی تعریف فرمائی۔

۲۔ اسی سال ربیع الاول میں۔ یہی مہینہ آپ کے سانحہ ارتحال کا ہے۔ ایک لونڈی، جو حضرت زینب بنت جحش رض نے آپ کو ہبہ کی تھی، باندی کی حیثیت حرم نبوی میں داخل ہوئی۔ اس کا نام نفیسہ تھا۔

۳۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا اور استغفار کیا، جبکہ ان حضرات کی وفات کو آٹھ سال گذر چکے تھے۔

سلہ اور وہاں محققین کی یہ رائے بھی حاشیہ میں گذر چکی ہے کہ کسوف آفتاب کا واقعہ ہجرت کے بعد صرف ایک ہی بار ہوا واللہ اعلم (مترجم)

۴- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو اپنے مولیٰ (آزاد شدہ غلام) ابو مُوَیہبہ کے ساتھ بقیع کی طرف نکلے، ان سے فرمایا: میرے ساتھ چل! مجھے اہل بقیع کے لئے استغفار کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ بقیع میں تشریف لا کر دیر تک ان کے لئے دُعا فرماتے ہیں، پھر فرمایا "ابو مُوَیہبہ! تاریک رات کے سیاہ ٹکڑوں جیسے تاریک فتنے یکے بعد دیگر آ رہے ہیں اور پچھلا، پہلے سے بدتر ہے" نیز فرمایا: مجھے دنیا کے خزانے عطا کئے گئے، اور مجھے اختیار دیا گیا کہ دنیا میں رہنا پسند کروں یا دار الخلد کی جنت میں جا کر اپنے رب سے ملاقات کروں اور میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو پسند کر لیا ہے۔

۵- اسی سال ۳۰ صفر بروز چہارشنبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، مرض کا آغاز، معتمد قول کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوا تھا، اور مشہور قول کے مطابق جس کو اکثر اصحاب سیر نے اختیار کیا ہے، آپؐ کے مرض کی مدت تیرہ روز تھی،

۶- اسی سال مرض کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ لعنت کرے یہود پر، کہ انہوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

۷- اسی سال مرض ہی کے دوران یہ بھی فرمایا: نماز (کی پابندی) اور غلاموں (سے حسن سلوک) کا دھیان رکھیو۔

۸- اسی سال مرض کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تحریر لکھنے کا ارادہ فرمایا تاکہ لوگ آپؐ کے بعد اس معاملہ میں اختلافات نہ کریں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پانچ روز قبل کا واقعہ ہے، اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی بہت ہی شدت تھی۔ شدت مرض کو دیکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریر کی زحمت نہ دو۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کا ارادہ ترک فرما دیا۔ اور فرمایا۔

يَأْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ — اللہ تعالیٰ اور امت مسلمہ ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کرے گا۔

جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ شیعہ کا یہ دعویٰ محض خیالِ باطل ہے کہ یہ تحریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے لئے لکھوانا چاہتے تھے، حدیث و سنت کی کتابوں میں اس کا کوئی وجود نہیں، اس سلسلے میں حدیث صحیح یا حسن تو کجا؟ کوئی ضعیف روایت بھی مروی نہیں یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے، لہٰذا نہ قابل اعتماد ہے نہ لائق التفات۔ خصوصاً جب کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند بزار اور مشکوٰۃ وغیرہ بہت سی کتب حدیث میں تصریح موجود ہے کہ یہ تحریر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق ہے۔

۹۔ اسی سال مرض الوفاۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت چاہی کہ آپ مرض کے بقیہ ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گذاریں چنانچہ ازواج مطہرات نے بخوشی اس کی اجازت دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۵ ربیع الاول کو بروز دوشنبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئے، یہ دن انہی کی باری کا تھا، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن انہی کے گھر رہے اور آخری لمحہ حیات تک وہاں سے دوسری جگہ نہیں گئے (اور اب تک بھی وہیں ہیں۔ مترجم)

۱۰۔ اسی سال ایام مرض میں بروز پنجشنبہ ۸ ربیع الاول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے اور عذر کی بنا پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور اس میں بہت سے امور کی وصیت فرمائی جن کی امت کو ضرورت تھی۔

۱۱- اسی خطبہ میں فرمایا: اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل (دوست، محبوب) بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا، (بہرحال "خلیل" تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں) لیکن (ابوبکرؓ سے) اسلام کی اخوت و مودت ہے، اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: لیکن اسلام کی خلت اور مودت ہے۔

۱۲- اسی خطبہ میں یہ بھی فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہنے کو اختیار کرے یا عالم بقا میں پہنچ کر جنت اور اللہ کی ملاقات کو ترجیح دے اس بندے نے اپنے رب اور اس کے پاس کی چیزوں کو اختیار کیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ اس بات کو ابوبکر کے سوا ہم میں سے کوئی نہ سمجھا، ابوبکرؓ یہ سنکر رونے لگے۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی بات کر رہے تھے، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہم سب سے بڑے عالم تھے۔

۱۳- اسی خطبہ میں فرمایا: ابوبکر کے سوا باقی سب کی کھڑکیاں (جو مسجد کی طرف کھلتی ہیں) بند کر دی جائیں چنانچہ خوخہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب خوخے بند کر دیئے گئے۔

(مصنف فرماتے ہیں) اور یہ خوخہ مسجد نبوی کی غربی جانب اب تک موجود ہے اور اس پر سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے۔

هٰذِهٖ خَوْخَةُ سَيِّدِنَا اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

۱۴- اسی خطبہ میں فرمایا: مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے جو انھوں نے اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ذریعہ کیا ہے۔

۱۵- اسی خطبہ میں انصار کے حق میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: تم کو انصار کے ساتھ خیر اور حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، اور یہ کہ ان کے نیکوکاروں سے (ان کی خدمات) قبول کرو، اور ان کے خطاروں سے درگذر کرو۔

۱۶- اسی سال مرض کے دوران آنحضرت صلی علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو ان کے کان میں آہستہ سے فرمایا کہ اسی مرض میں سفر آخرت ہوگا، اس پر وہ رو پڑیں۔ دوبارہ اُن کے کان میں فرمایا کہ "میرے اہل بیت میں مجھے سب سے پہلے تم آکر ملوگی" اس پر وہ ہنس پڑیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو خواتین اہل جنت کی سردار ہو" دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ دونوں باتیں ارشاد فرمائی ہوں گی کیونکہ دونوں میں کوئی منافات نہیں۔

۱۷۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے دوران چالیس غلام آزاد فرمائے۔

۱۸۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مقیم تھے صحابہ کرام کو وصیت فرمائی۔

"انتقال کے بعد مجھے غسل دو، کفن پہناؤ، اور میری چارپائی میری قبر کے کنارے، جو اسی مکان میں ہوگی، رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے باہر نکل جاؤ، میرا جنازہ سب سے پہلے [illegible] پڑھیں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر عزرائیل ہر ایک کے ہمراہ فرشتوں کے عظیم لشکر ہوں گے، پھر بغیر امام کے میرے اہل بیت کے مرد پھر عورتیں (تنہا تنہا) جنازہ پڑھیں، پھر تم اگ گروہ درگروہ آکر (تنہا تنہا) مجھ پر نماز پڑھو"

چنانچہ یہی ہوا، اول ملائکہ نے آپ پر نماز پڑھی، پھر اہل بیت کے مردوں نے، پھر اہل بیت کی خواتین نے پھر مہاجر مردوں نے، پھر انصاری مردوں نے، پھر عورتوں نے

پھر بچوں تے۔ سب نے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لی کوئی شخص امام نہیں تھا۔

۱۹۔ اسی سال ۹ ربیع الاول شب جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی، جس کی وجہ سے تین بار بیہوشی کی نوبت آئی اور نماز عشاء کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لیجا سکے۔ اور تین بار فرمایا: ابوبکر رضؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ عشاء کی یہ نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ نے پڑھائی، اور باقی تین روز بھی وہی امام رہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ابوبکر نے کل سترہ نمازیں پڑھائیں، جن کا سلسلہ شب جمعہ کی نماز عشاء سے شروع ہوکر ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کی نماز فجر پر ختم ہوتا ہے۔

۲۰۔ ان تین ایام میں سے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے سے نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے قدم مبارک سے زمین پر (گھسٹنے کے) نشان بن رہے تھے ابوبکرؓ پڑھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف تک پہنچے (اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے) اور نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپؐ اس نماز میں امام تھے، یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں یہ نماز ادا فرمائی تھی؟ دونوں قول مشہور ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

۲۱۔ ان تین ایام کے آخری دن دوشنبہ کو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری دن تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز فجر کے وقت اپنے حجرہ کے دروازے کا پردہ اٹھایا، حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کر رہے تھے، اور لوگ ان کے پیچھے صف آرا تھے، آپؐ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور تبسم فرمایا بعد ازاں پردہ چھوڑ دیا۔ اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم فانی سے رخصت ہوئے۔

۲۲ - ایامِ مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو گفتگو بند کردی، تیمار داروں نے یہ سمجھ کر آپ کو ذات الجنب کا عارضہ ہے "لدود" کے ذریعہ آپ کا علاج کرنا چاہا، "لدود" ایک دوائی ہوتی ہے جو منہ کے اندر دونوں جانب لگائی جاتی ہے۔ آپؐ نے اشارے سے منع بھی فرمایا، مگر صحابہ نے یہ سمجھ کر کہ مریض کو دوا سے ناگواری ہوا ہی کرتی ہے، آپؐ کے "لدود" کر دیا جب افاقہ ہوا تو فرمایا "ذات الجنب شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے معصوم رکھا ہے"، نیز اس کا بدلہ لینے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا "گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو "لدود" کیا جائے، البتہ عباس اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ اس موقعہ پر حاضر نہیں تھے" چنانچہ بطور قصاص سب کو "لدود" کیا گیا۔ سوائے حضرت عباس کے ــــ گارزدنی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ "لدود" کا یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول یکشنبہ کا ہے۔

۲۳ - ایامِ مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سات مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے لائے جائیں۔ اور ان کے بندھن نہ کھولے جائیں چنانچہ سات پانی کے مشکیزے لائے گئے اور آپؐ نے ان سے غسل فرمایا۔

۲۴ - ایامِ مرض کے آخری دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تازہ مسواک دیکھی اور اسے استعمال فرمایا۔

۲۵ - ایامِ مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ — اے اللہ! میری بخشش فرما، مجھ پر رحم فرما

وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی — اور مجھے "رفیق اعلیٰ" سے ملا دے۔

"رفیق اعلیٰ" سے مراد اللہ جل شانہٗ کی ذاتِ عالی ہے بقول بعض اس سے

انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین مراد ہیں، جن کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ "یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق ہیں"

۲۶- اسی سال یہ واقعہ ہوا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذیل کے الفاظ میں بیان فرمایا۔

اِنِّیْ کُنْتُ مُسْنِدَۃً رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدْرِیْ فَتُوُفِّیَ بَیْنَ نَحْرِیْ وَسَحْرِیْ وَفِیْ یَوْمِیْ وَفِیْ بَیْتِیْ ۔	میں آنحضرت صلی علیہ وسلم کو اپنے سینے پر سہارا دیئے ہوئے تھی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میری گردن اور سینے کے درمیان، میرے دن میں اور میرے گھر میں ہوا۔

۲۷- اسی سال وصال نبوی سے تین روز قبل ملک الموت حاضر خدمت ہوئے۔ اور آپؐ سے قبض روح کی اجازت طلب کی۔ اور عرض کیا اگر آپ کی اجازت ہو تو روح مبارک قبض کروں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اور تین دن بعد آکر ملک الموت نے روح مبارک قبض کی، ملک الموت نے اس سے قبل کسی سے قبض روح کی اجازت طلب نہیں کی تھی [1] اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شامل ہے۔

۲۸- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بقول مشہور ۱۲ ربیع الاول کو ہوا، اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ دوشنبہ (پیر) کا دن تھا۔ وقت وفات میں دو روایتیں ہیں، اول یہ کہ گرمیٔ چاشت کے وقت ہوئی، دوم یہ کہ زوال آفتاب کے بعد۔ دونوں کے درمیان یوں تطبیق دی گئی ہے کہ گرمیٔ چاشت سے

---

[1] یہ بات محل نظر ہے۔ مترجم۔

قبل از زوال کا وقت مراد نہیں بلکہ بعد از زوال کا وقت مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بوقت وصال تریسٹھ[۶۳] سال تھی، اور ایک روایت کے مطابق پینسٹھ[۶۵] سال ــــ دونوں میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ آخر الذکر روایت میں سن ولادت و وفات کو بھی شمار کر لیا گیا ہے، اور پہلی روایت میں نہیں کیا گیا۔ اندریں صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چوسٹھ سال ہوتی ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ سلہ

۲۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سنح، گئے ہوئے تھے (کیونکہ شروع دن میں طبیعت مبارک بڑی حد تک سنبھلی ہوئی تھی، اس لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، کو اجازت مرحمت فرمائی کہ سنح، جا کر اپنے اہل و عیال کو دیکھ آئیں، یہ حوائے مدینہ کی آبادی تھی) ان کو وہاں اطلاع کرائی گئی، تشریف لائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک کر پیشانی مبارک کو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، اور فرمایا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے، جو رحلت مقدر تھی وہ آپ پر آچکی ہے بعد ازاں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، کی زبان سے جس نے بھی یہ آیت سنی اس کی تلاوت شروع کر دی۔

سلہ چونسٹھ[۶۴] برس کا قول عزیب ہے، صحیح تر یہی کہ سن مبارک ۶۳ سال ہوا۔ مترجم۔

۲۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا۔ اور یہ مندرجہ ذیل حضرات ان کی مدد کر رہے تھے، حضرت عباس، ان کے صاحبزادے فضل اور قثم۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی میں سے دو صاحب، یعنی حضرت اسامہ اور حضرت شُقران (بضم شین، وسکون قاف) رضی اللہ عنہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "سحول" کے ساختہ تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں کرتا، عمامہ اور شلوار شامل نہیں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ٹھیک اس جگہ تیار کی گئی جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپؐ کا بستر لگا ہوا تھا، جن حضرات نے غسل دیا تھا، حضرت اسامہؓ کے سوا وہی آپؐ کی لحد مُبارک میں اترے، لحد مبارک خام اینٹوں سے بند کی گئی اور اس پر نو اینٹیں چُنی گئیں۔

۲۱۔ اسی سال ابوعبداللہ الصنابحی [بضم صاد مہملہ، پھر نون، پھر الف، پھر بائے موحدہ، پھر حائے مہملہ] اسلام لائے، یہ بڑے قابل احترام تابعی ہیں۔ نام عبدالرحمٰن بن عُسیلہ ہے اور یمن کے قبیلہ صنابح کی نسبت سے "صنابحی" کہلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسلام اور شرفِ زیارت کے لئے مدینہ کا سفر کر رہے تھے، جحفہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ دن ہوئے رحلت فرما چکے ہیں۔ چنانچہ اس حادثہ جانکاہ کے پانچ روز بعد مدینہ پہنچے۔

۲۲۔ اسی سال سوید بن غَفَلہ [غین اور فا دونوں کا فتحہ] ابن عوسجہ قصدِ زیارت سے حاضر ہوئے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے موقعہ پر مدینہ پہنچ سکے، انھوں نے جاہلیت کا طویل زمانہ دیکھا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام لائے تھے، مگر شرفِ زیارت نصیب نہیں ہوا۔ ان

کی پیدائش "عام الفیل" میں ہوئی تھی اور کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔

۴۳- اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، سے بیعتِ خلافت ہوئی۔ حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ "۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، سے بیعت خلافت ہوئی۔"

۴۴- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ رضی اللہ عنہا کا ۳ رمضان ۱۱ھ کو شب سہ شنبہ میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینے بعد، انتقال ہوا، اس وقت ان کا سن مبارک ۲۹ یا ۲۴ سال تھا۔ یہ اختلاف ان کے سن ولادت میں اختلاف کی بنا پر ہے، چنانچہ ایک قول یہ ہے ان کی ولادت قبل از نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے پینتیسویں سال ہوئی، جن دنوں قریش تعمیر کعبہ میں مصروف تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال یعنی ۱ھ نبوت میں ہوئی تھی۔ علامہ ابن علان، "شرح اذکار نووی" میں کہتے ہیں کہ "ان کے سن پیدائش کے بارے میں پہلا قول ہی صحیح ہے۔" اسی اختلاف پر یہ اختلاف بھی مبنی ہے کہ جس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے ان کی شادی ہوئی تھی اس دن ان کا سن مبارک کیا تھا؟ چنانچہ ایک قول ۱۹ سال ایک ماہ پندرہ دن کا ہے اور دوسرا قول پندرہ۱۵ سال پانچ مہینے پندرہ۱۵ دن کا۔

۴۵- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کنندہ اور آپؐ کی آزاد کردہ باندی حضرت امّ ایمن حبشیہ کا انتقال ہوا ان کا اسم گرامی بُرکہ تھا۔ ان کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ یا چھ مہینے بعد ہوئی۔ وہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں اسلام لائی تھیں، اولاً حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر ہجرت کرکے مدینہ آئیں، ان

کے اسلام لانے کا واقعہ سلہ نبوت کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

۲۶۔ اسی سال حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ، قتل ہوئے۔

۲۷۔ اسی سال جنگ یمامہ ہوئی، اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کی جانب سے مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی نُصرت اور لُطف سے انہیں فتح عطا فرمائی۔

۲۸۔ اسی سال صفر میں اسود عنسی کذاب جس کا ذکر سنلہ ھ کے ذیل گذر چکا ہے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ، کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا، فیروز رضی اللہ عنہ، کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی مہم پر روانہ فرمایا تھا فیروز اس کے شہر صنعاء یمن، پہنچ کر چھُپ گئے، رات کے وقت اسود کے مکان کو نقب لگائی، اور اسے قتل کر دیا، جب کہ اس کے دروازے پر ایک ہزار آدمی پہرہ دے رہے تھے، فیروز رضی اللہ عنہ، نے اس کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی، مگر قاصد کے مدینہ پہنچنے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک دن رات قبل بذریعہ وحی اس کا علم ہو چکا تھا، اور آپؐ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ آج "اسود عنسی" قتل کر دیا گیا، اسے مبارک آدمی نے قتل کیا ہے، جو مبارک گھرانے کا ایک فرد ہے، عرض کیا گیا، وہ کون صاحب ہیں؟ فرمایا: "فاز فیروز" (فیروز کامیاب ہوگیا) کازرنی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ اسود کے ظہور اور قتل کے مابین صرف چار ماہ کا عرصہ گذرا۔

۲۹۔ اسی سال غزوۂ یمامہ میں کفار میں سے مسیلمہ کذاب قتل ہوا، جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اس کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ، نے قتل کیا، یہ وہی وحشی ہیں جن کے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے عمّ محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے تھے، مسیلمہ کی عمر اس وقت ایک سو پچاس سال تھی۔

۴۰۔ اسی سال جہاد میں صحابۂ کرام میں سے حضرت زید بن خطّاب رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، یہ حضرت عمر بن خطاب کے برادر اکبر اور ان سے قدیم الاسلام تھے، رضی اللہ عنہما۔

۴۱۔ اسی سال اسی جہاد میں صحابہ میں سے ثابت بن قیس بن شماس خطیب الانصار اور عباد بن بشر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

۴۲۔ اسی سال اس جہاد میں مسیلمۂ کذاب کی جماعت کے بیس ہزار کافر قتل ہوئے، اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے رفقا میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے، جن میں مذکور الصدر صحابہ کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ بھی شامل تھے ابوؓ حذیفہ بن عتبہ، سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ، شجاعؓ بن وہب، عبدؓ اللہ بن سہل، مالکؓ بن عمرو، طفیلؓ بن عمرو الاوسی، یزیدؓ بن قیس، عامرؓ بن بکیر، عبدؓ اللہ بن مخرمہ — سائبؓ بن عثمان بن مظعون، معنؓ بن عدی، ابوؓ دجانہ سماک بن خرشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

۴۳۔ اسی سال شوال میں عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا۔

۴۴۔ اسی سال ذوالحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع کا انتقال ہوا۔

خاتمۂ کلام :-

یہاں ہمارے ذکر کردہ کلام کا اختتام ہوتا ہے، ۴ھ ، صفر ۱۱۹۶ھ کو شب چہار شنبہ

میں اس کی تسوید سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بہتر فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلَى التَّمَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَنَامِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۳۹۴ھ، شب دوشنبہ، بوقت اذان عشاء ترجمہ کی تسوید سے فراغت ہوئی۔ والحمد للہ اولاً وآخراً

محمد یوسف عفا اللہ عنہ وعافاہ

علامہ سید سلیمان ندوی

سیرتِ نبوی کی جامعیت

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

حضرات! خدا کی محبت کا اہل اور اس کے پیار کا مستحق بننے کے لئے ہر مذہب نے ایک ہی تدبیر بتلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس مذہب کے شارع اور طریقہ کے بانی نے جو عمدہ نصیحتیں کی ہیں ان پر عمل کیا جائے لیکن اسلام نے اس سے بہتر تدبیر اختیار کی ہے اُس نے اپنے پیغمبر کا عملی مجسمہ سب کے سامنے رکھ دیا ہے اور اس عملی مجسمہ کی پیروی اور اتباع کو خدا کی محبت کے اہل اور اس کے پیار کے مستحق بننے کا ذریعہ بنایا ہے چنانچہ اسلام میں دو چیزیں ہیں کتاب اور سنت، کتاب سے مقصود خدا کے احکام ہیں جو قرآنِ مجید کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں، اور سنت جس کے لغوی معنی راستہ کے ہیں وہ راستہ جس پر پیغمبر علیہ السلام خدا کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گذرے یعنی آپ کا عملی نمونہ جس کی تصویر احادیث میں بصورتِ الفاظ ہے، الغرض ایک مسلمان کی کامیابی اور تکمیلِ روحانی کے لئے جو چیز ہے وہ سنتِ نبوی ہے۔

وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوں ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنفِ انسانی سے متعلق ہوں اس دنیا کی بنیاد ہی اختلافِ عمل پر ہے، باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعہ سے یہ دنیا چل رہی ہے اس میں بادشاہ یا رئیس جمہور اور حکام بھی ضروری ہیں اور محکوم مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی، امن و امان کے قیام کے لئے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضروری ہے، اور فوجوں کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی، غریب بھی ہیں اور دولتمند بھی، رات کے عابد و زاہد بھی ہیں اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی، اہل و عیال بھی ہیں اور دوست و احباب بھی، تاجر اور سوداگر بھی ہیں اور امام و پیشوا بھی، غرض اس دنیا کا نظم و نسق ان مختلف اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لئے عملی مجسمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے، اسلام ان تمام انسانوں کو سنتِ نبوی کی دعوت دیتا ہے اس کے

صاف معنی یہ ہیں کہ مختلف طبقاتِ انسانی کے لئے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے، اسلام کے صرف اسی نظریہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جامعیت ہے یعنی انسانوں کے ہر طبقہ اور صنف کے لئے اس کی سیرت پاک میں نصیحت پذیری اور عمل کے لئے درس اور سبق موجود ہیں۔ ایک حاکم کے لئے محکوم کی زندگی اور ایک محکوم کے لئے حاکم کی زندگی، ایک دولتمند کے لئے غریب کی زندگی اور ایک غریب کے لئے دولتمند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی، اس لئے ضرورت ہے کہ عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی ان تمام مختلف مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہو۔

اصنافِ انسانی کے بعد دوسری جامعیت خود ہر انسان کے مختلف لمحوں کے مختلف افعال کی ہے۔ ہم چلتے پھرتے بھی ہیں، اُٹھتے بیٹھتے بھی، کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے جاگتے بھی، ہنستے بھی ہیں روتے بھی، پہنتے بھی اور اتارتے بھی، نہاتے بھی ہیں دھوتے بھی، لیتے بھی ہیں دیتے بھی، سیکھتے بھی ہیں سکھاتے بھی، مرتے بھی ہیں مارتے بھی، کھاتے بھی ہیں اور کھلاتے بھی، احسان لیتے بھی ہیں اور کرتے بھی، اپنی جان دیتے بھی ہیں اور بچاتے بھی، عبادت و دعا بھی کرتے ہیں اور کاروبار بھی، مہمان بھی بنتے ہیں اور میزبان بھی۔ ہم ان کو تمام امور کے متعلق جو ہمارے مختلف افعالِ جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں عملی نمونوں کی ضرورت ہے جو ہم کو ہر نئی حالت کے پیش آنے میں ایک نئی ہدایت کا سبق اور نئی رہنمائی کا درس دیں۔

ان افعال کے بعد جن کا تعلق اعضاء سے ہے وہ افعال ہیں جن کا تعلق دل و دماغ سے ہے اور جن کی تعبیر ہم اعمالِ قلب یا جذبات اور احساسات سے کرتے ہیں، ہر آن ہم ایک نئے قلبی عمل یا جذبہ یا احساس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم کبھی راضی ہیں کبھی ناراض، کبھی خوش ہیں کبھی غمزدہ، کبھی مصائب سے دوچار ہیں اور کبھی نعمتوں سے مالامال، کبھی ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب، ان سب حالتوں میں ہم مختلف جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں، اخلاقِ فاضلہ کا تمام تر انحصار انہی جذبات اور احساسات کے اعتدال اور باقاعدگی پر ہے، ان سب کے لئے ہم کو ایک عملی سیرت کی حاجت ہے جس کے ہاتھ میں ہماری اندرونی سرکش اور بے قابو قوتوں کی باگ ہو جو انہی راستوں پر ہمارے نفس کی

غیر معتدل قوتوں کو لے چلے جن پر سے مدینے کا بے نفس انسان کبھی گذر چکا ہے۔

عزم، استقلال، شجاعت، صبر، شکر، توکل، رضا بتقدیر، مصیبتوں کی برداشت، قربانی، قناعت، استغناء، ایثار، جود، تواضع، خاکساری، مسکنت، غرض نشیب وفراز، بلند و پست تمام اخلاقی پہلوؤں کے لئے جو مختلف انسانوں کو مختلف حالتوں میں یا ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں ہم کو عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت ہے مگر وہ کہاں مل سکتی ہے؟ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس! حضرت موسیٰ کے پاس ہم کو سرگرم شجاعانہ قوتوں کا خزانہ مل سکتا ہے مگر نرم اخلاق کا نہیں، حضرت عیسیٰ کے ہاں نرم اخلاق کی بہتات ہے مگر سرگرم اور خون میں حرکت پیدا کرنے والی قوتوں کا وجود نہیں، انسان کو اس دنیا میں دونوں قوتوں کی معتدل حالت میں ضرورت ہے اور دونوں قوتوں کی جامع اور معتدل مثالیں صرف پیغمبر اسلام ہی میں مل سکتی ہیں۔

غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ ہے۔ اگر دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوہ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو،

اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے کاروانِ سالار کی مثالیں ڈھونڈلو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچائیتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظرِ انصاف میں شاہ و گدا، امیر و غریب برابر تھے۔

اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا پاک کا حال پوچھو غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے اس لئے طبقہ انسانی کے ہر طالب اور نورِ ایمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اس کے سامنے نوح و ابراہیم، ایوب و یونس، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا دوسرے تمام انبیا علیہم السلام کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دکانیں ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلبگار کے لئے بہترین سامان موجود ہے۔

آج سے تیس چالیس سال پہلے پٹنہ کے مشہور واعظ اسلام ماسٹر حسن علی مرحوم "نورِ اسلام" نام کا ایک رسالہ نکالتے تھے اس میں انہوں نے ایک ہندو دوست جو تعلیمیافتہ تھا کی رائے لکھی ہے کہ اس نے ایک دن ماسٹر صاحب سے کہا کہ میں آپ کے پیغمبر کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان سمجھتا ہوں، انہوں نے پوچھا ہمارے پیغمبر کے مقابلہ میں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا سمجھتے ہو؟ اس نے جواب دیا جیسے کسی دانائے روزگار کے سامنے ایک بھولا بھالا بچہ بیٹھا ہوا میٹھی میٹھی باتیں کر رہا ہو، انہوں نے دریافت کیا کہ تم کیوں پیغمبرِ اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان سمجھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو ان کی زندگی

میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔ بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اُس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ خدا کے قبضہ میں، دولتمند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آ رہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گذر جاتے ہیں، سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑتا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پُرجوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون و چرا دستخط کر دیتا ہو، شجاع اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی اُس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، با تعلق ایسا کہ عرب کے ذرّہ ذرّہ کی اس کو فکر اور بیوی بچوں کی اس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کو بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو، اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی اس کو یاد نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو، اس نے کبھی اپنی ذات کے لئے اپنے کو بُرا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا، اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا اور عذابِ الٰہی سے ڈراتا رہا، عین اس وقت جب ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکا ہوتا ہو وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے، عین اُس وقت جب اُس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اس کو شاہِ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ عین اُس دن جب عرب کے اطراف سے آ آ کر اس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے، عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بنا کر بھیجے جا رہے ہیں فاطمہؓ بنت رسول اللہ جا کر اپنے ہاتھوں کے چھالے اور سینہ کے داغ باپ کو

دکھاتی ہیں جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گئے تھے، عین اُس وقت جب آدھا عرب اس کے زیرِ نگیں ہوتا ہے حضرت عمرؓ حاضرِ دربار ہوتے ہیں اِدھر اُدھر نظر اٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں آپؐ کھُردری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، جسم مبارک پر بان کے نشان پڑ گئے ہیں، ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہیں ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے، سرورِ کائناتؐ کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہیں سبب دریافت ہوتا ہے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہؐ! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لُوٹ رہے ہیں اور آپؐ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں، ارشاد ہوتا ہے اے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔

ابوسفیانؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حریف تھے فتح مکہ کے دن وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر اسلامی لشکر کا تماشہ دیکھ رہے تھے رنگ برنگ کی بیرقوں جھنڈیوں کے سایہ میں اسلام کا دریا امنڈتا آرہا ہے، قبائلِ عرب کی فوجیں جوش مارتی ہوئی بڑھتی چلی آرہی ہیں ابوسفیان کی آنکھیں اب بھی دھوکا کھا جاتی ہیں وہ حضرت عباسؓ سے کہتے ہیں عباسؓ! تمہارا بھتیجا تو بڑا بادشاہ بن گیا! عباسؓ کی آنکھیں کچھ اور دیکھ رہی تھیں فرمایا ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں نبوت ہے۔

عدیؓ بن حاتم قبیلہ طے کے رئیس مشہور حاتم طائی کے فرزند تھے اور مذہباً عیسائی تھے وہ حضورؐ کے دربار میں آتے ہیں، صحابہؓ کی عقیدتمندیوں اور جہاد کا ساز و سامان دیکھ کر ان کو اس فیصلہ میں دقت ہوتی ہے کہ محمدؐ بادشاہ ہیں یا پیغمبر! دفعتہً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آکر کھڑی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ حضورؐ سے کچھ عرض کرنا ہے فرماتے ہیں دیکھو مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری باتیں سُن سکتا ہوں، یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں، اس ظاہری جاہ و جلال کے پردہ میں یہ عجز! یہ خاکساری! یہ تواضع دیکھ کر عدی کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دل میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہے فوراً گلے سے صلیب اتار دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ

کا حلقہ اطاعت اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں۔

غرض میں نے جو کچھ کہا وہ محض شاعرانہ انشا پردازی نہیں بلکہ تاریخی واقعات ہیں ایسی کامل و جامع ہستی جو اپنی زندگی میں ہر نوع اور ہر قسم ہر گروہ اور ہر صنفِ انسانی کے لئے ہدایت کی مثالیں اور نظیریں رکھتی ہو وہی اس لائق ہے جو اس اصناف و انواع سے بھری ہوئی دنیا کی عالمگیر اور دائمی رہنمائی کا کام انجام دے جو غیظ و غضب اور رحم و کرم، جود و سخا اور فقر و فاقہ شجاعت و بہادری اور رحمدلی و رقیق القلبی خانہ داری اور خدادانی، دنیا اور دین دونوں کے لئے ہم کو اپنی زندگی کے نمونوں سے بہرہ مند کر دے جو دنیا کی بادشاہی کے ساتھ آسمان کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی کے ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دے اور دونوں بادشاہیوں کے قواعد و قوانین اور دستور العمل کو اپنی زندگی میں برت کر دکھا دے، عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا میں صرف عفو و درگذر، معافی اور نرمی انسانیت کی تکمیل کے سب سے بڑے ذریعے ہیں اس لئے جس ہستی میں صرف یہی ایک پہلو ہو وہی انسانیت کی سب سے بڑی معلم اور محسن ہے لیکن ہمیں یہ بتاؤ کہ انسان کے اخلاق میں کیا فقط یہی قوتیں ودیعت ہیں یا اس کے مقابل کی قوتیں بھی ہیں، ایک انسان میں دیکھو تو غصہ اور کرم محبت اور عداوت، خواہش اور قناعت، انتقام اور عفو ہر قسم کے فطری جذبات موجود ہیں اس لئے ایک کامل معلم وہی ہو سکتا ہے جو انسانیت کے ان تمام قویٰ اور جذبات میں اعتدال پیدا کر کے ان کے صحیح مصرف کو متعین کر دے، جن مذاہبوں کو یہ دعویٰ ہے کہ ان کے پیغمبروں کی سیرتیں صرف رحم و کرم اور عفو و درگذر پر مبنی ہیں وہ مجھے بتائیں کہ اجتماعی حیثیت سے وہ کتنے دن ان سیرتوں کے مطابق عمل کر سکے؟ قسطنطین پہلے عیسائی بادشاہ سے لیکر آج تک عیسائی مذہب میں کتنے صاحب تخت و تاج پیدا ہوئے اور کتنی بادشاہیاں قائم ہوئیں مگر ان میں سے کس نے اپنی سلطنت کا قانون صرف اپنے پیغمبر کی سیرت کی پیروی کو قرار دیا؟ پھر ایسی سیرت جو عملی دنیا میں ہر حیثیت سے اپنے پیروؤں کے لئے نمونہ نہ ہو وہ کیونکر جامع کہی جا سکتی ہے؟

حضرت نوحؑ کی زندگی کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے، حضرت ابراہیمؑ کی حیاتِ طیبہ بت شکنیوں کا منظر دکھاتی ہے، حضرت موسیٰؑ کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد،

شاہانہ نظم ونسق اور اجتماعی دستور و قوانین کی مثال پیش کرتی ہے، حضرت عیسیٰؑ کی لائف صرف خاکساری، تواضع، عفو و درگذر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے، حضرت سلیمانؑ کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کی جلوہ گاہ ہے، حضرت ایوبؑ کی حیات صبر و شکر کا نمونہ ہے، حضرت یونسؑ کی سیرت ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے، حضرت یوسفؑ کی زندگی قید و بند میں بھی دعوتِ حق اور جوشِ تبلیغ کا سبق ہے، حضرت داؤدؑ کی سیرت گریہ و بکا، حمد و ستائش اور دعا و زاری کا مجموعہ ہے، حضرت ایوبؑ کی زندگی امیدِ خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو دیکھو کہ اس میں نوحؑ اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ و اور عیسیٰؑ، سلیمانؑ اور داؤدؑ، ایوبؑ اور یونسؑ، یوسفؑ اور یعقوبؑ سب کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔

محدث خطیب بغدادیؒ کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت ندا آئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ دنیا ان کے نام و نشان کو پہچان لے۔ جن و انس، چرند و پرند بلکہ ہر جاندار کے سامنے ان کو لے جاؤ ان کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحٰقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی اطاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحیٰیؑ کی پاکدامنی اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں غوطہ دو۔" جن علماء نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے ان کا منشاء درحقیقت یہی ہے کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کی صفتِ جامعیت کو نمایاں کریں کہ جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور سے عطا ہوا تھا وہ سب مجموعی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں دیکھو، یہ جامعیت کی صفتِ کاملہ پورے طور پر نمایاں ہو جائے گی، مکہ کے پیغمبر کو جب مکہ سے یثرب جاتے دیکھو تو کیا وہ پیغمبر تم کو یاد نہ آئے گا جو مصر سے مدین جاتا نظر آتا ہے، کوہ حرا کے غار نشین اور کوہ سینا کے تماشائی میں ایک حیثیت سے کیسی یکسانی نظر آتی ہے مگر جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ

حضرت موسیٰؑ کی آنکھیں کھلی تھیں اور آنحضرتؐ کی بند، حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر دیکھ رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر، کوہ زیتون پر وعظ کہنے والے پیغمبر (حضرت عیسیٰؑ) اور صفا پر چڑھ کر یا معشر القریش! کہہ کر پکارنے والے میں کتنی مشابہت ہے، بدر وحنین اور احزاب وتبوک والے سپہ سالار اور مواہیوں اور عمونیوں اور اموریوں سے نبرد آزما پیغمبر موسیٰؑ میں کس قدر مماثلت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے سات سرداروں کے حق میں بد دعا کی تو آپؐ کی زندگی حضرت موسیٰؑ کے مثل تھی جب انہوں نے ان فرعونیوں پر بد دعا کی جو معجزات پر معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے، اور جب آپؐ نے اُحد میں اپنے قاتلوں اور دشمنوں کے حق میں دُعائے خیر کی تو اس وقت گویا آپؐ حضرت عیسیٰؑ کے قالب میں تھے جنہوں نے کبھی اپنے دشمنوں کا بُرا نہیں چاہا، جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم مسجد نبوی کی عدالت گاہ اور پنچایتوں میں یا غزوات اور لڑائیوں میں دیکھو تو حضرت موسیٰؑ کی سیرت کا نقشہ کھنچ جائے گا۔ لیکن جب آپؐ کو مسکانوں کے حجروں میں، پہاڑوں کی غاروں میں، رات کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں دیکھو تو حضرت عیسیٰؑ کا جلوہ نظر آئے گا، شب وروز کے چوبیس گھنٹوں میں آپؐ کی زبانِ مبارک کی دعاؤں اور مناجاتوں کو سنو تو زبور والے داؤدؑ کا تم کو خیال آئے گا، فتح مکہ کے خدم وحشم اور بیرک وعَلم کے سایہ میں آپؐ کو دیکھو تو تزک واحتشام اور فوجوں والے سلیمانؑ کا مغالطہ ہوگا، اور شعب ابی طالب میں آپؐ کو تین برس اس طرح محصور دیکھو کہ کھانے کا سامان تک بھی وہاں نہ پہنچ سکے تو مصری قید خانے کے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کا جلوہ دکھائی دے گا ؎

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰؑ ید بیضا داری
آنچہ ہمہ خوباں دارند تو تنہا داری

حضرت موسیٰؑ قانون لے کر آئے، حضرت داؤدؑ دُعا اور مناجات لے کر حضرت عیسےٰؑ زہد واخلاق لے کر، مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قانون بھی لائے دُعا اور مناجات بھی، اور زہد واخلاق بھی، ان سب کا مجموعہ الفاظ ومعانی میں قرآن اور عمل میں سیرتِ محمدیؐ ہے۔

دوستو! اب سیرتِ محمدیؐ کی جامعیت کا ایک اور پہلو تم کو دکھاؤں، دنیا میں دو قسم کی

تعلیم گاہیں ہیں، ایک وہ جہاں صرف ایک فن سکھایا جاتا ہے اور ہر فن کے لئے الگ الگ اور مستقل تعلیم گاہیں ہیں جیسے کوئی میڈیکل کالج ہے، کوئی انجینیرنگ کالج ہے، ایک آرٹ سکول ہے، ایک تجارت کا مدرسہ ہے، ایک زراعت کی تعلیم گاہ ہے، ایک قانون کی درسگاہ ہے ایک فوجی تعلیم کے لئے مدرسۂ حربیہ ہے۔ ان میں سے ہر مدرسہ اور تعلیم گاہ صرف ایک ہی قسم کے طالبعلموں کی تعلیم کا انتظام کرسکتی ہے۔ میڈیکل کالج سے صرف ڈاکٹر نکلیں گے، زراعت کے کالج سے صرف زراعت کے ماہر پیدا ہوں گے، قانون کے مدرسہ سے صرف قانوندان پیدا ہوں گے، تجارت کی تعلیم گاہ سے صرف تجارت کے واقف کار پیدا ہوں گے، علم و فن کے مدرسہ سے صرف اہلِ علم اور اہلِ فن نکلیں گے، لٹریچر کی تعلیم گاہ سے صرف انشاپرداز اور ادیب نکلیں گے، ملٹری کالج سے صرف سپاہی پیدا ہوں گے۔ علیٰ ھذا القیاس

لیکن کہیں کہیں بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہوتی ہیں، یہ دوسری قسم کی تعلیم گاہیں ہیں جو اپنی وسعت کے مطابق ہر قسم کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہیں، ان کے احاطہ میں ڈاکٹری کا کالج بھی ہوتا ہے اور صنعت و حرفت کا مدرسہ بھی، زراعت اور انجنیئرنگ کی تعلیم بھی ہوتی ہے اور فوجی تعلیم کا سکول بھی، طلبہ مختلف اطراف و دیار سے آتے ہیں اور اپنے ذوق، مناسبتِ طبع اور استعداد کے مطابق ایک ایک کالج یا مدرسہ کا انتخاب کر لیتے ہیں پھر وہاں فوجوں کے جنرل اور سپاہی، عدالتوں کے قاضی اور قانون دان، کاروبار کے تاجر اور مہندس، شفاخانوں کے حکیم اور ڈاکٹر، پیشوں اور صنعتوں کے واقف کار اور ماہر سبھی پیدا ہوتے ہیں۔

غور کرو تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک ہی تعلیم، ایک ہی پیشہ اور ایک ہی علم کے جاننے والوں سے انسانی سوسائٹی کی تکمیل نہیں ہو سکتی بلکہ ان سب کے مجموعہ سے وہ کمال کو پہنچتی ہے اور پہنچ سکتی ہے، اگر صرف ایک علم اور ایک ہی پیشہ کے ماہرین سے تمام دنیا معمور ہو جائے تو اس تمدن و تہذیب کی مشین فوراً رک جائے اور انسانی کاروبار یک قلم مسدود ہو جائے یہاں تک کہ اگر تمام دنیا صرف زاہد اور خلوت نشینوں سے بھر جائے تب بھی وہ اپنی تکمیل کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی ...... اب آؤ اس معیار سے مختلف انبیائے علیہم السلام کی سیرتوں پر غور کریں بقول حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، درسگاہیں اپنے معنوی فرزندوں

اور شاگردوں سے پہچانی جاتی ہیں، تعلیمِ انسانی کی ان درسگاہوں کا جن کے اساتذہ انبیاء علیہم السلام ہیں جائزہ لو تو پہلے تو کہیں دس بیس، کہیں ساٹھ ستر، کہیں سو دو سو، کہیں ہزار دو ہزار، کہیں پندرہ بیس ہزار طالبعلم آپ کو ملیں گے لیکن جب مدرسۂ نبوت کی آخری تعلیم گاہ کو دیکھو گے تو تم ایک لاکھ سے زیادہ طالبعلم بیک وقت نظر آئیں گے، پھر ان دوسری نبوت گاہوں کے طلباء کو اگر جاننا چاہو کہ وہ کہاں کے تھے؟ کون تھے؟ کیسے تیار ہوئے؟ اور ان کے اخلاق و عادات، روحانی حالات اور دیگر سوانح زندگی کیا تھے اور ان کی تعلیم و تربیت کے عملی نتائج کیسے ثابت ہوئے؟ تو تم کو ان سوالات کا کوئی جواب نہیں مل سکتا، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ میں ہر چیز تم کو معلوم ہو سکتی ہے اس کے ہر ایک طالبعلم کا نام و نشان، حالات و سوانح، نتائج تعلیم و تربیت، ہر چیز تاریخ اسلام کے اوراق میں ثبت ہے آگے بڑھو، نبوت اور دعوتِ مذہب کی ہر ایک درسگاہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کے دروازے ہر قوم کے لئے کھلے ہیں، مگر اس درسگاہ کے بانی اور معلمِ اول کی سیرت پڑھو کہ کیا اس کے عہد میں کسی ایک ملک، ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان کے طالبعلم اس میں داخل ہوئے اور ان کو داخلہ کی اجازت دی گئی یا ان کی دعوت میں یہ عموم، جامعیت اور عالمگیری تھی کہ نسلِ آدم کا ہر فرزند اور ارضِ خاکی کا ہر ایک باشندہ اس میں عملاً داخل ہو سکا یا اس کو داخل ہونے کے لئے آواز دی گئی تورات کے تمام انبیاء ملک عراق یا ملک شام یا ملک مصر سے آگے نہیں بڑھے یعنی اپنے وطن میں جہاں وہ رہتے تھے محدود رہے اور اپنی نسل و قوم کے سوا غیروں کو انہوں نے آواز نہیں دی، زیادہ تر ان کی کوششوں کا مرکز صرف اسرائیل کا خاندان رہا، عرب کے قدیم انبیاء بھی اپنی اپنی قوموں کے ذمہ دار تھے وہ باہر نہیں گئے، حضرت عیسیٰ کے مکتب میں بھی غیر اسرائیلی طالب العلم کا وجود نہ تھا وہ صرف اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کی تلاش میں تھے (متی باب ۱۵ آیت ۲۴) اور غیروں کو تعلیم دے کر وہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے (انجیل) ہندوستان کے داعی پاک آریہ ورت سے باہر جانے کا خیال بھی دل میں نہ لا سکتے تھے، اگرچہ بدھ کے پیرو بادشاہوں نے اس کے پیغام کو باہر کی قوموں تک پہنچایا مگر یہ عیسائیوں کی طرح بعد کے پیروؤں کا فعل تھا خود داعیٔ مذہب کی

سیرت اس عالمگیری اور جامعیت کی مثال سے خالی ہے۔

اب آؤ ذرا عرب کے اس اُمّی معلم کی درسگاہ کا مطالعہ کریں یہ طالب العلم کون ہیں؟ یہ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، طلحہؓ و زبیرؓ مکہ کے قریشی طالبعلم ہیں۔ یہ کون ہیں؟ ابوذرؓ اور انیسؓ ہیں یہ مکہ سے باہر تہامہ کے غفاری قبیلہ کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ابوہریرہؓ اور طفیلؓ بن عمرو ہیں یمن سے آئے ہیں اور دوسی قبیلہ کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ ہیں یہ بھی یمن سے آئے ہیں اور دوسرے قبیلوں کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ضماد بن ثعلبہؓ ہیں قبیلہ ازد کے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ خبابؓ ابن الارث قبیلہ تمیم کے ہیں، اور یہ منقذؓ بن حبان اور منذرؓ بن عابد ہیں عبدالقیس قبیلہ کے ہیں اور بحرین سے آئے ہیں، یہ عبیدؓ و جعفرؓ عمان کے رئیس ہیں، یہ فردہؓ ہیں یہ معان یعنی حدود شام کے رہنے والے ہیں، یہ کالے کالے کون ہیں؟ یہ بلالؓ ہیں ملک حبش کے رہنے والے، یہ کون ہیں؟ یہ صہیبؓ رومی کہلاتے ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ ایران کے سلمانؓ فارسی ہیں، یہ فیروزہؓ دیلمی ہیں، یہ سیبخت اور مرکبودؓ ہیں، نسلاً ایرانی ہیں۔

حدیبیہ کی صلح ۶ھ میں وہ عہدنامہ مرتب کراتی ہے جو اسلام کا عین منشا ہے یعنی قریش اور مسلمان دونوں فریق جنگ موقوف کردیں اور مسلمان جہاں چاہیں اپنے مذہب کی دعوت دیں، اس دلخواہ کامیابی کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے کیا کیا؟ اسی سال ۶ھ میں تمام قوموں کے سلاطین اور اُمراء کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے اور ان کو خدا کا پیغام پہنچایا، دحیہ کلبیؓ ہرقل روم کی بارگاہ میں، عبداللہؓ بن حذافہ سہمی خسرو پرویز شہنشاہ ایران کے دربار میں، عمروؓ بن امیہ حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس، شجاعؓ بن وہب الاسدی شام کے رئیس حارث غسانی اور سلیطؓ بن عمرو رؤسائے یمامہ کے درباروں میں پیغمبر اسلام کے خطوط لے کر جاتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ میں داخلہ کا اذن عام ہے۔

حضرات! اس واقعہ سے درسگاہِ محمدیؐ کی جامعیت کا یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ اس میں داخلہ کے لئے رنگ و روپ، ملک و وطن، قوم و نسل اور زبان و لہجہ کا سوال نہ تھا بلکہ وہ دنیا کے تمام خانوادوں، تمام قوموں، تمام ملکوں اور تمام نسلوں، اور تمام زبانوں

کے لئے عام تھی ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

اب آؤ اس درسگاہ کی حیثیت اور درجہ کا پتہ لگائیں کیا یہ وہ اسکول اور کالج ہے جہاں ایک ہی فن کی تعلیم ہوتی ہے یا اس کی حیثیت ایک جامع اور عمومی درسگاہ اور عظیم الشان یونیورسٹی کی ہے جہاں ذوق، مناسبتِ طبع اور استعداد کے مطابق ہر ملک کے لوگوں کو اور ہر قوم کے افراد کو الگ الگ تعلیم ملتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم گاہ کو دیکھو وہاں صرف فوج کے سپاہی اور یوشع جیسے فوجی افسر اور قاضی اور کچھ مذہبی عہدہ دار پائے جاتے ہیں،

حضرت عیسیٰؑ کے طالبعلموں کو تلاش کرو چند زہد پیشہ فقرا فلسطین کی گلیوں میں ملیں گے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا نظر آئے گا؟ ایک طرف اصحمہؓ حبش کا نجاشی بادشاہ، فروہؓ معان کا رئیس، ذوالکلاعؓ حمیر کا رئیس، عامرؓ بن شہر قبیلہ ہمداں کا رئیس فیروز دیلمیؓ اور مرکبودؓ یمن کے رئیس، عبیدؓ و جعفرؓ عمان کے رئیس۔ دوسری طرف بلالؓ، یاسرؓ، صہیبؓ، خبابؓ، عمارؓ اور ابوفکیہؓ کے سے غلام اور سمیہؓ، لبیبہؓ، نہدیہؓ اور ام عبیسؓ کی سی لونڈیاں ہیں غور سے دیکھو امیر وغریب، شاہ و گدا، آقا و غلام دونوں ایک صف میں کھڑے ہیں۔

ایک طرف عقلائے روزگار، اسرارِ فطرت کے محرم، دنیا کے جہانباں اور ملکوں کے فرمانروا اس درسگاہ سے تعلیم پا کر نکلتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ ہیں، عمرِ فاروقؓ ہیں، عثمانِ غنیؓ ہیں، علی المرتضیٰؓ ہیں، معاویہؓ بن ابی سفیان ہیں جنہوں نے مشرق سے مغرب تک، افریقہ سے ہندوستان کی سرحد تک فرمانروائی کی اور ایسی فرمانروائی جو دنیا کے بڑے سے بڑے شہنشاہ اور حکمران کی سیاست و تدبیر اور نظم و نسق کے کارناموں کو منسوخ کر دیتی ہے، ان کے عدل و انصاف کے فیصلے ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کر دیتے ہیں اور دنیا کی سیاسی و انتظامی تاریخ میں وہ درجہ حاصل کر لیتے ہیں جن کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

دوسری طرف خالدؓ بن ولیدؓ، سعدؓ بن ابی وقاصؓ، ابوعبیدہؓ بن الجراحؓ، عمرو بن العاصؓ پیدا ہوتے ہیں جو مشرق و مغرب کی دو ظالم و گنہگار اور انسانیت کے لئے لعنت سلطنتوں کا چند سال میں مرقع الٹ دیتے ہیں اور دنیا کے وہ فاتح اعظم اور سپہ سالار اکبر ثابت ہوتے ہیں جن کے فاتحانہ کارناموں

کی دھاک آج بھی دنیا میں بیٹھی ہوئی ہے، سعدؓ نے عراق و ایران کا تاج شہنشاہی اتار کر اسلام کے قدموں پر ڈال دیا، خالدؓ اور ابو عبیدہؓ نے رومیوں کو شام سے نکال کر ابراہیم کی موعودہ زمین کی امانت مسلمانوں کے سپرد کر دی، عمروؓ بن العاص نے فرعون کی سرزمین وادی نیل رومن شہنشاہی کے ہاتھوں سے زبردستی چھین لی، عبداللہ بن زبیرؓ اور ابن ابی سرحؓ نے افریقہ کا میدان دشمنوں سے جیت لیا، یہ وہ مشہور فاتح اور سپہ سالار ہیں جن کی قابلیتوں کو زمانہ نے تسلیم کیا ہے اور تاریخ نے ان کی بزرگی کی شہادت دی ہے۔

تیسری طرف باذانؓ بن ساسان (یمن) خالدؓ بن سعید (صنعاء) مہاجرؓ بن امیہ (کندہ) زیاد بن لبید (حضر موت) عمرو بن حزمؓ (نجران) یزیدؓ بن ابی سفیان (تیما) علاءؓ بن حضرمی (بحرین) وغیرہ بیسیوں وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے صوبوں اور شہروں کی کامیاب حکومت کی اور خلقِ خدا کو آرام پہنچایا، چوتھی طرف علماء اور فقہاء کی صنف ہے عمرؓ بن خطاب، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن العاص، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ابی بن کعبؓ، معاذؓ بن جبل، زیدؓ بن ثابت، ابن زبیرؓ وغیرہ ہیں جنہوں نے اسلام کے فقہ و قانون کی بنیاد ڈالی اور دنیا کے مقننین میں انہوں نے خاص درجہ پایا۔ پانچویں صف عام اربابِ روایت و تاریخ کی ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو سعیدؓ خدری، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت براءؓ بن عازب وغیرہ سینکڑوں صحابہ ہیں جو احکام و وقائع کے ناقل اور راوی ہیں۔ ایک چھٹی جماعت ان سترؓ صحابۂ عظام (اہلِ صُفّہ) کی ہے جن کے پاس سر رکھنے کے لئے مسجدِ نبویؐ کے چبوترہ کے سوا کوئی جگہ نہ تھی، بدن پر کپڑوں کے سوا دنیا میں ان کی کوئی ملکیت نہ تھی، وہ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور ان کو بیچ کر خود کھاتے، کچھ خدا کی راہ میں دیتے اور رات کو طاعت و عبادت میں بسر کرتے تھے۔ ساتواں رُخ دیکھو! ابوذرؓ ہیں جن کے مانند آسمان کے نیچے ان سے زیادہ حق گو کوئی پیدا نہیں ہوا، ان کے نزدیک آج کا کھانا کل کے لئے بھی اُٹھا رکھنا شانِ توکّل کے خلاف تھا، ان کو دربارِ رسالت نے مسیح الاسلام کا خطاب عنایت کیا تھا، سلمانؓ فارسی ہیں جو زہد و تقویٰ کی تصویر ہیں، عبداللہ بن عمرؓ ہیں جنہوں نے تیس برس کامل طاعت و عبادت میں گذارے اور جب اُنکے سامنے خلافت پیش ہوئی تو فرمایا کہ اگر

اس میں مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بھی گرے تو مجھے منظور نہیں، مصعبؓ بن عمیر ہیں جو اسلام سے پہلے قاقم وحریر کے کپڑے پہنتے اور ناز و نعمت میں پلے تھے اور جب اسلام لائے تو ٹاٹ اوڑھتے تھے اور پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے اور جب شہادت پائی تو کفن کے لئے پورا کپڑا تک نہ ملا، پاؤں پر گھاس ڈال کر دفن کئے گئے، عثمان بن مظعونؓ ہیں جو اسلام کے پہلے صوفی کہلاتے ہیں، محمد بن سلمہؓ ہیں جو فتنہ کے زمانہ میں کہتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان تلوار لے کر میرے حجرے میں میرے قتل کرنے کو داخل ہو جائے تو میں اس پروا نہ کروں گا، ابو درداءؓ ہیں جن کی راتیں نمازوں میں اور دن روزوں میں گذرتے تھے۔

ایک اور طرف دیکھو! یہ بہادر کارپردازوں اور عرب کے مدبرین کی جماعت ہے اس میں طلحہؓ ہیں، زبیرؓ ہیں، مغیرہؓ ہیں، مقدادؓ ہیں، سعدؓ بن معاذ ہیں، سعدؓ بن عبادہ ہیں، اسید بن حضیرؓ ہیں، اسعدؓ بن زرارہ ہیں، عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہیں، کاروباری دنیا میں دیکھو تو مکہ کے تاجر اور بیوپاری اور مدینہ کے کاشتکار اور کسان بھی ہیں اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن جبیر جیسے دولتمند بھی ہیں۔

ایک جماعت حق کے شہیدوں اور بے گناہ مقتولوں کی ہے جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی عزیز جانیں قربان کیں مگر حق کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے، حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے فرزند ہالہؓ تلواروں سے قیمہ کئے گئے، سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ ابوجہل کی برچھی کھا کر شہید ہوئیں، حضرت یاسرؓ کفار کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے اس جہان سے سدھار گئے، حضرت خبیبؓ نے سولی پر جان دی، حضرت زیدؓ نے تلوار کے سامنے گردن جھکائی، حرامؓ بن ملحان اور ان کے انہتر رفقاء نے بیر معونہ پر عصبہ، الرعل اور ذکوان کے قبائل کے ہاتھوں یکسی کے ساتھ جام شہادت پیا، واقع رجیع میں حضرت عاصمؓ اور ان کے سات رفیقوں کے بدن بنو لحیان کے سو تیر اندازوں کے تیروں سے چھلنی ہوئے، ۷ھ میں ابنؓ ابی العوجاء کے ۴۹ ساتھی بنو سلیم کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت کعبؓ بن عمر غفاری مع اپنے ساتھیوں کے ذات اطلاع کے میدان میں شہید ہوئے، دنیا کے ایک مشہور مذہب کو صرف ایک سولی پر ناز ہے لیکن دیکھو کہ اسلام میں کتنی سولیاں، کتنے مذبح اور کتنے مقتل ہیں۔ تلوار کی دھار ہو کہ برچھی کی انی یا سولی کی لکڑی، بہر حال یہ ایک آنی تکلیف ہے، اس

سے زیادہ استقلال اور اس سے زیادہ صبر و آزمائش کی وہ زندگیاں ہیں جو سالہاسال حق کی مصیبتوں میں گرفتار رہیں جنہوں نے آگ کے شعلوں اور گرم ریت کے فرش پر آرام کیا اور پتھر کی سلوں کو اپنے سینوں پر رکھا، جن کے گلوں میں رسیاں ڈال کر گھسیٹا گیا اور جب پوچھا گیا تو وہی محمد کا کلمہ اُن کی زبانوں پر تھا، شعب ابی طالب کی قید میں تین برس تک جنہوں نے طلح (ایک درخت) کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی یعنی سعدؓ بن ابی وقاص وہ کہتے ہیں کہ ایک رات بھوک کی شدت سے ایک سوکھا چمڑا مل گیا تو اسی کو دھو کر آگ پر بھون کر اور پانی ملا کر کھا لیا۔ عتبہ بن غزوانؓ کہتے ہیں کہ ہم سات مسلمان تھے ان غیر فطری غذاؤں کو کھا کھا کر ہمارے منہ زخمی ہو گئے تھے۔ خبابؓ جب اسلام لائے تو کافروں نے ان کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا یہاں تک کہ یہ دہکتے ہوئے کوئلے انہی کے پیٹ کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے، بلالؓ دوپہر کی جلتی ریت پر لٹائے جاتے اور سینہ پر پتھر کی سل رکھ دی جاتی ان کے گلے میں رسی باندھی جاتی اور گلی گلی ان کو گھسیٹا جاتا، ابوفکیہؓ کو اُن کے پاؤں میں رسی باندھ کر زمین پر گھسیٹا گیا ان کا گلا دبایا گیا، ان کے سینہ پر اتنا بھاری پتھر رکھا گیا کہ زبان باہر نکل پڑی، عمارؓ جلتی ریت کے فرش پر لٹائے جاتے اور مارے جاتے، حضرت زبیرؓ کو ان کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتا، سعیدؓ بن زید رسیوں میں باندھ کر پیٹے جاتے، حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے رسی میں باندھ کر مارا، یہ سب کچھ تھا مگر جو نشہ چڑھ چکا تھا وہ اترتا نہ تھا، یہ کیسا نشہ تھا؟ یہ ساقی کوثر کے خمخانہ جاوید کا نشہ تھا۔

عقل یہ جا غور کا مقام ہے یہ وہی وحشی عرب، وہی بت پرست عرب، وہی بداخلاق عرب ہیں، یہ کیا انقلاب ہو گیا تھا؟ ایک اُمی کی تعلیم جاہل عربوں کو عاقل، روشن دل، روشن دماغ اور متقین کیونکر بنا گئی؟ ایک نہتے پیغمبر کا ولولۂ تبلیغ کس بیرس عربوں کو سپہ سالار اور بہادر بنا کر نئے زور و قوت کا خزانہ کیسے عطا کر گیا؟ جو خدا کے نام سے ناآشنا تھے وہ ایسے شب زندہ دار عابد متقی اور طاعت گذار کیونکر ہو گئے؟ تم نے درسگاہ محمدیؐ یا مدینہ یونیورسٹی کی پوری سیر کر لی ہر رنگ اور ہر مذاق کے طالبعلم دیکھے، حکام اور والی بھی دیکھے، عالم بھی دیکھے، متقین بھی دیکھے، فوجی بھی دیکھے، قاضی عدالت بھی دیکھے، غریب و مسکین بھی دیکھے، شاہ و امیر بھی دیکھے،

غلام بھی دیکھے، آقا بھی دیکھے، لڑنے والے بھی دیکھے، مرنے والے بھی دیکھے، راہِ حق کے شہیدوں کو بھی دیکھا، تم نے کیا فیصلہ کیا؟ اس کے سوا کیا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات انسانی کمالات و صفات کا ایک کامل مجموعہ تھی اور یہ سب انہی کی جامعیت کی نیرنگیاں اور جلوہ آرائیاں تھیں جو کبھی صدیقؓ و فاروقؓ ہو کر چمکتی تھیں کبھی ذی النورینؓ اور علیؓ مرتضٰے ہو کر نمایاں ہوتی تھیں کبھی خالدؓ اور ابو عبیدہؓ اور کبھی سعدؓ و جعفرؓ طیار ہو کر سامنے آتی تھیں کبھی ابن عمرؓ اور ابوذرؓ اور سلمانؓ اور ابو درداؓ ہو کر مسجد و محراب میں نظر آتی تھیں کبھی ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ زیدؓ بن ثابت اور عبداللہؓ بن مسعود کی صورت میں علم و فن کی درسگاہ اور عقل و حکمت کا دبستان بن جاتی تھیں اور کبھی بلالؓ و صہیبؓ اور عمارؓ و خبیبؓ کی امتحان میں تسلی کی روح اور تسکین کا پیام بن جاتی تھیں، گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک آفتابِ عالمتاب تھا جس سے اونچے پہاڑ، ریتیلے میدان، بہتی نہریں، سرسبز کھیت اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تابش اور نور حاصل کرتے تھے، یا ابرِ باران تھا جو پہاڑ، جنگل، میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا اور قسم قسم کے درخت اور رنگا رنگ پھول اور پتے جم رہے تھے اور اُگ رہے تھے۔

ان نیرنگیوں کے ساتھ ساتھ اور اس اختلافِ استعداد کے باوجود ایک چیز تھی جو سب میں مشترک طور سے نمایاں تھی وہ ایک بجلی تھی جو سب میں کوندرہی تھی، ایک روح تھی جو سب میں تڑپ رہی تھی۔ وہ بادشاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، قاضی ہوں یا گواہ، افسر ہوں یا سپاہی، اُستاد ہوں یا شاگرد، عابد و زاہد ہوں یا کاروباری، غازی ہوں یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی رُوح، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت اور راہنمائی کا جذبہ اور بالآخر ہر کام میں خدا کی رضا طلبی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ بھی ہوں، جہاں بھی ہوں اور جو بھی کر رہے ہوں یہ فیضان تھا سب میں یکساں اور برابر تھا۔ راستوں، رنگوں اور مذاقوں کا اختلاف تھا مگر خدا ایک تھا، قرآن ایک تھا، رسول ایک تھا اور قبلہ ایک تھا۔ ہر رنگ ہر راستہ اور ہر کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہمدردی، خدا کے نام کی بلندی اور حق کی ترقی تھی اور اس کے سوا کوئی چیز ان کے پیشِ نظر نہ تھی۔

دوستو! میں نے آج کی تقریر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت جامعیت کی نیرنگیاں مختلف پہلوؤں سے دکھائیں، اگر تم مطالعہ فطرت کے بعد یقین رکھتے ہو کہ یہ دنیا انسانی مزاجوں اور انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کا نام ہے تو یقین کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری اور دائمی اور عالمگیر راہنما نہیں ہو سکتا، اس لئے اعلان فرمایا۔

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ.	اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو آؤ میری پیروی کرو۔

اگر تم بادشاہ ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم رعایا ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم سپاہی اور سپہ سالار ہو تو میری پیروی کرو، اگر دولتمند ہو تو میری پیروی کرو، اگر غریب ہو تو میری پیروی کرو، اگر بیکس اور مظلوم ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم خدا کے عابد ہو تو میری پیروی کرو، اگر قوم کے خادم ہو تو میری پیروی کرو، غرض جس نیک راہ پر بھی ہو اور اس کے لئے بلند سے بلند اور عمدہ سے عمدہ نمونہ چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اجمالی فہرست

حصہ اول

[آغاز نبوت سے ہجرت تک کے واقعات]

فصل ۱

سنہ ۱ نبوت — صفحہ نمبر ۱۰
سنہ ۲ نبوت — ۲۲
سنہ ۳ نبوت — ۲۵
سنہ ۴ نبوت — ۲۶
سنہ ۵ نبوت — ۲۷
سنہ ۶ نبوت — ۲۹
سنہ ۷ نبوت — ۳۴
سنہ ۸ نبوت — ۳۶
سنہ ۹ نبوت — ۳۸
سنہ ۱۰ نبوت — ۳۸
سنہ ۱۱ نبوت — ۴۲
سنہ ۱۲ نبوت — ۴۳
سنہ ۱۳ نبوت — ۵۰

حصہ دوم — ۵۵

[ابتدائے ہجرت سے وصال نبوی تک کے واقعات

باب اول : غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

سنہ ۲ھ کے غزوات — ۵۷
سنہ ۳ھ کے غزوات — ۶۲
سنہ ۴ھ کے غزوات — ۶۵
سنہ ۵ھ کے غزوات — ۶۶
سنہ ۶ھ کے غزوات — ۶۹
سنہ ۷ھ کے غزوات — ۷۱
سنہ ۸ھ کے غزوات — ۷۳
سنہ ۹ھ کے غزوات — ۷۵

باب دوم — ۷۷

[وہ سرایا و بعوث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت روانہ فرمائے]

سنہ ۲ھ کے سرایا — ۷۷
سنہ ۳ھ کے سرایا — ۸۱
سنہ ۴ھ کے سرایا — ۸۳
سنہ ۵ھ کے سرایا — ۸۴

سنہ ۶ھ کے سرایا	۸۵
سنہ ۷ھ کے سرایا	۹۲
سنہ ۸ھ کے سرایا	۹۶
سنہ ۹ھ کے سرایا	۱۰۷
سنہ ۱۰ھ کے سرایا	۱۱۱
سنہ ۱۱ھ کے سرایا	۱۱۴
باب سوم	۱۱۷
[مغازی و سرایا کے علاوہ دیگر واقعات و حوادث جو بعد از ہجرت تا وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیش آئے]	
سنہ ۱ھ کے واقعات	۱۱۷
سنہ ۲ھ کے واقعات	۱۴۱
سنہ ۳ھ کے واقعات	۱۶۹
سنہ ۴ھ کے واقعات	۱۹۴
سنہ ۵ھ کے واقعات	۲۰۲
سنہ ۶ھ کے واقعات	۲۲۱
سنہ ۷ھ کے واقعات	۲۳۹
سنہ ۸ھ کے واقعات	۲۶۱
سنہ ۹ھ کے واقعات	۳۰۴
سنہ ۱۰ھ کے واقعات	۳۲۹
سنہ ۱۱ھ کے واقعات	۳۶۱

غزوہ خندق کے حالات	۲۰۳
امام ابو یوسف کے جدِ اعلیٰ	۲۰۸
غزوۂ خندق کا آخری دن	۲۰۹
غزوۂ بنو قریظہ کے واقعات	۲۱۰
رد شمس کا واقعہ	۲۵۵
لیلۃ التعریس کا واقعہ	۲۵۵

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	آغازِ نبوت سے ہجرت تک کے واقعات	۱۰
۲	بعثتِ نبوی	۱۱
۳	پہلے مسلمان	۱۱
۴	آپؐ کی اولاد	۱۲
۵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام	۱۳
۶	سابقون اوّلون	۱۴
۷	پہلی وحی اور نزولِ وحی کا قصہ	۱۹
۸	آمدِ جبریلؑ اور حضرت خدیجہؓ کی تسلی	۲۰
۹	حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام	۲۲
۱۰	حضرت عثمانؓ کا حضرت رقیہؓ سے نکاح	۲۳
۱۱	علانیہ دعوتِ اسلام کا حکم	۲۵
۱۲	ہجرتِ حبشہ	۲۷
۱۳	آپؐ کو ایذا رسانی کا سلسلہ	۲۸
۱۴	آپؐ کا دارِ ارقم میں قیام	۲۹
۱۵	حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام	۳۰
۱۶	قصیدۂ عمری	۳۲
۱۷	قریش کا مقاطعہ	۳۴
۱۸	قیصرِ روم کی ناکامی پر مسلمانوں اور کافروں کا ردِ عمل	۳۶
۱۹	معجزہ شق القمر	۳۷
۲۰	حضرت خدیجہؓ کا انتقال	۳۹
۲۱	حضرت عائشہؓ سے آپؐ کا نکاح	۳۹
۲۲	سفرِ طائف	۴۰
۲۳	جنات کا قبولِ اسلام	۴۱
۲۴	دعائے پیغمبرؐ	۴۱
۲۵	بیعت عقبہ	۴۲
۲۶	سفرِ معراج	۴۳
۲۷	عقبہ کی دوسری بیعت	۴۸
۲۸	حضرت مصعبؓ کو مدینہ بھیجنا	۴۹
۲۹	عقبہ کی تیسری بیعت	۵۰
۳۰	نقباءِ مدینہ	۵۲
۳۱	قتال کی اجازت	۵۵
۳۲	غزوۃ الابواء	۵۷
۳۳	غزوہ بواط	۵۸
۳۴	غزوہ بدر کبریٰ	۵۹
۳۵	غزوۃ السویق	۶۱
۳۶	غزوہ غطفان	۶۲
۳۷	غزوہ بحران، قینقاع	۶۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۸	غزوہ احد	۶۴	۶۰	سریہ منذر رضؓ	۸۳
۳۹	غزوہ بنی نضیر، بدر صغریٰ	۶۵	۶۱	سریہ محمد بن مسلمہ رضؓ	۸۵
۴۰	غزوہ دومۃ الجندل، مریسیع	۶۶	۶۲	سریہ عکاشہ رضؓ، محمد بن مسلمہ رضؓ	۸۶
۴۱	غزوہ خندق	۶۷	۶۳	سریہ ابو عبیدہ رضؓ، سریہ زید بن حارثہ رضؓ	۸۷
۴۲	غزوہ بنو قریظہ	۶۸	۶۴	سریہ صدیق اکبر رضؓ، سریہ عبدالرحمٰن بن عوف	۸۸
۴۳	غزوہ بنی لحیان	۶۹	۶۵	سریہ علی رضؓ بن ابی طالب	۸۹
۴۴	صلح حدیبیہ	۷۰	۶۶	سریہ عبداللہ رضؓ بن عتیک، سریہ عبداللہ بن رواحہ	۹۰
۴۵	غزوہ ذی قرد	۷۰	۶۷	سریہ کرز بن جابر رضؓ	۹۱
۴۶	غزوہ خیبر	۷۱	۶۸	سریہ عمرو رضؓ بن امیہ، سریہ ابان بن سعید رضؓ	۹۲
۴۷	غزوہ وادی القری	۷۱	۶۹	سریہ حضرت عمر رضؓ، سریہ حضرت صدیق اکبر رضؓ، سریہ بشیر بن سعد رضؓ	۹۴
۴۸	غزوہ ذات الرقاع	۷۲	۷۰	سریہ غالب رضؓ بن عبداللہ، سریہ بشیر بن سعد رضؓ، سریہ اخرم رضؓ	۹۵
۴۹	فتح مکہ	۷۳	۷۱	سریہ غالب رضؓ، سریہ شجاع رضؓ	۹۶
۵۰	غزوہ حنین	۷۳	۷۲	سریہ کعب بن عمیر رضؓ، سریہ موتہ	۹۷
۵۱	غزوہ طائف	۷۴	۷۳	سریہ عمرو بن العاص رضؓ، سریہ ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ	۹۹
۵۲	غزوہ تبوک	۷۵	۷۴	سریہ عمرو رضؓ بن مرۃ، سریہ ابو قتادہ رضؓ	۱۰۱
۵۳	سریہ حمزہ رضؓ	۷۷	۷۵	سریہ اسامہ رضؓ بن زید، سریہ سعد رضؓ بن زید	۱۰۲
۵۴	سریہ عبیدہ رضؓ	۷۸	۷۶	سریہ خالد رضؓ بن ولید، سریہ عمرو رضؓ بن عاص	۱۰۳
۵۵	سریہ سعد رضؓ، محمد بن مسلمہ رضؓ، زید رضؓ	۷۹	۷۷	سریہ عامر رضؓ بن عبید	۱۰۴
۵۶	سریہ عبداللہ بن جحش رضؓ	۸۰	۷۸	سریہ طفیل رضؓ بن عمرو، سریہ قیس رضؓ بن اسد، سریہ خالد رضؓ بن ولید	۱۰۵
۵۷	سریہ عمیر بن عدی رضؓ، سالم بن عمیر رضؓ، سریہ ابی سلمہ رضؓ	۸۱	۷۹	سریہ عیینہ رضؓ، سریہ عبداللہ بن ، سریہ قطبہ رضؓ بن عامر	۱۰۷
۵۸	سریہ عبداللہ رضؓ بن انیس	۸۲	۸۰	سریہ ضحاک رضؓ، سریہ علقمہ رضؓ، سریہ علی رضؓ	۱۰۸
۵۹	حادثہ رجیع	۸۲	۸۱	سریہ عکاشہ رضؓ	۱۰۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸۲	سریہ خالدؓ، سریہ حضرت ابوسفیانؓ	۱۱۰
۸۳	بعثت ابوموسیٰ اشعریؓ ومعاذ بن جبلؓ	۱۱۱
۸۴	سریہ خالدؓ، سریہ مقدادؓ	۱۱۲
۸۵	سریہ علیؓ، سریہ بنوعبس، سریہ اعبد	۱۱۳
۸۶	سریہ ابوامامہؓ، حضرت جریرؓ	۱۱۴
۸۷	سریہ خالد بن سعیدؓ	۱۱۵
۸۸	سریہ اسامہؓ بن زید	۱۱۶
۸۹	ہجرتِ نبوی	۱۱۸
۹۰	ہجرت کے وقت کی دعا	۱۱۹
۹۱	غارِ ثور کو روانگی	۱۲۰
۹۲	حضرت صدیق اکبرؓ کے گھرانے کا ایثار	۱۲۱
۹۳	غارِ ثور کا حادثہ	۱۲۲
۹۴	سراقہ بن مالک حضورؐ کے تعاقب میں	۱۲۳
۹۵	مسجد قبا کی تعمیر، پہلا جمعہ	۱۲۵
۹۶	مدینہ طیبہ میں داخلہ اور استقبال	۱۲۶
۹۷	آپؐ کی اونٹنی کا مامور ہونا	۱۲۷
۹۸	حضرت ابوایوبؓ انصاری کی میزبانی	۱۲۸
۹۹	سن ہجری کا آغاز	۱۲۸
۱۰۰	آپؐ کے خاندان کی ہجرت	۱۲۹
۱۰۱	مسجدِ نبوی کی تعمیر	۱۲۹
۱۰۲	اذان واقامت کی ابتدا	۱۳۰
۱۰۳	مہاجرین میں پہلی ولادت	۱۳۲
۱۰۴	آپؐ کے خادم حضرت انسؓ	۱۳۳
۱۰۵	زکوٰۃ کی فرضیت	۱۳۴
۱۰۶	حضرت عائشہؓ کی رخصتی	۱۳۴
۱۰۷	حضرت عبداللہؓ بن سلام کا اسلام	۱۳۵
۱۰۸	حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام	۱۳۶
۱۰۹	آپؐ کی خادم کے حق میں دعا	۱۳۷
۱۱۰	نماز کی رکعتوں میں اضافہ	۱۳۹
۱۱۱	حضرت رقیہؓ کی وفات	۱۴۱
۱۱۲	تحویل قبلہ	۱۴۲
۱۱۳	صوم عاشورہ	۱۴۲
۱۱۴	رمضان کے روزے	۱۴۳
۱۱۵	نماز میں سلام وکلام	۱۴۳
۱۱۶	صدقہ فطر، نماز عید، پہلی نماز عید	۱۴۴
۱۱۷	عیدالاضحیٰ اور قربانی	۱۴۴
۱۱۸	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حبشہ سے آمد	۱۴۴
۱۱۹	قتال کی اجازت	۱۴۶
۱۲۰	پہلی غنیمت، پہلا کافر مقتول، پہلا کافر قیدی اور پہلا امیر	۱۴۷
۱۲۱	فرشتوں کی امداد اور دوسرے معجزات	۱۵۲
۱۲۲	بدر کے مقتول کافر	۱۵۴
۱۲۳	ذوالفقار کی حقیقت	۱۵۵
۱۲۴	بدر کے شہید صحابہؓ	۱۵۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۲۵	حضرت عباسؓ کا قبولِ اسلام	۱۶۰
۱۲۶	حضرت ابوالدرداءؓ کا قبولِ اسلام	۱۶۱
۱۲۷	بدر کے قیدیوں کا فدیہ	۱۶۲
۱۲۸	فرعون امت کا قتل	۱۶۳
۱۲۹	جھوٹے افسانوں کا تاجر اور اس کا انجام	۱۶۴
۱۳۰	ابولہب کی عبرتناک موت	۱۶۵
۱۳۱	حضرت فاطمہؓ کی ولادت	۱۶۶
۱۳۲	حضرت مروانؓ کی ولادت	۱۶۷
۱۳۳	حضرت حفصہؓ اور حضرت زینبؓ سے آپ کا نکاح	۱۶۹
۱۳۴	حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح	۱۷۰
۱۳۵	حضرت حسنؓ کی ولادت	۱۷۰
۱۳۶	شراب کی حرمت	۱۷۱
۱۳۷	نماز خوف	۱۷۱
۱۳۸	غزوۂ اُحد	۱۷۲
۱۳۹	نوحہ کی حرمت	۱۷۴
۱۴۰	غزوۂ احد میں دُعا	۱۷۵
۱۴۱	ابی بن خلف کا انجام	۱۸۰
۱۴۲	غزوۂ اُحد کے متعلق طویل وحی	۱۸۴
۱۴۳	شہداء اُحد کا جنازہ	۱۸۸
۱۴۴	جناب ابوسفیانؓ کی گفتگو	۱۸۹
۱۴۵	غزوہ حمراء الاسد	۱۹۱
۱۴۶	حرمت شراب سے متعلق تفصیلات	۱۹۴
۱۴۷	حضرت ام سلمہؓ سے آپؐ کا عقد	۱۹۸
۱۴۸	قطع ید کا حکم	۱۹۹
۱۴۹	قنوتِ نازلہ	۲۰۰
۱۵۰	حضرت خبیبؓ کی شہادت	۲۰۰
۱۵۱	نماز قصر	۲۰۱
۱۵۲	حضرت زینبؓ بنت جحش سے آپؐ کا عقد	۲۰۱
۱۵۳	حضرت جویریہؓ سے آپؐ کا عقد	۲۰۲
۱۵۴	خندق کی کھدائی	۲۰۳
۱۵۵	خندق کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات	۲۰۵
۱۵۶	قیصر وکسریٰ کے متعلق پیشینگوئی	۲۰۶
۱۵۷	غزوہ خندق کے موقع پر آپؐ کی دُعا	۲۰۷
۱۵۸	امام ابویوسفؒ کے جدِ اعلیٰ	۲۰۸
۱۵۹	آپؐ کی نماز کا قضا ہونا	۲۰۸
۱۶۰	جنگ خندق کا آخری دن	۲۰۹
۱۶۱	یہودی سردار کا قتل	۲۱۰
۱۶۲	حضرت ابوامامہؓ کی توبہ	۲۱۰
۱۶۳	بنو مزینہ کے وفد کا اسلام	۲۱۲
۱۶۴	وفد عبدالقیس کو اسلامی احکامات کی تعلیم	۲۱۳
۱۶۵	حضور علیہ السلام کا حادثہ	۲۱۴
۱۶۶	مدینہ طیبہ میں زلزلہ	۲۱۵
۱۶۷	حضرت سعدؓ کی وفات	۲۱۵
۱۶۸	ام سعدؓ کا [illegible] چاند گرہن	۲۱۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶۹	حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عمرو بن عاصؓ کا اسلام	۲۱۶
۱۷۰	واقعہ افک اور حضرت عائشہؓ کی براءت	۲۱۷
۱۷۱	حضرت صدیق اکبرؓ کی قسم اور اس کا کفارہ	۲۱۷
۱۷۲	حد قذف	۲۱۸
۱۷۳	یہودی سازش	۲۱۹
۱۷۴	قحط سالی	۲۲۱
۱۷۵	حضرت ابوالعاصؓ کا قبولِ اسلام	۲۲۲
۱۷۶	عمرہ حدیبیہ	۲۲۳
۱۷۷	معاہدہ کا پاس	۲۲۴
۱۷۸	بنو اسلم کے آٹھ بھائیوں کا قبول اسلام	۲۲۵
۱۷۹	شاہانِ عالم کو دعوتی خطوط	۲۲۶
۱۸۰	نجاشی کا قبول اسلام	۲۲۸
۱۸۱	ہرقل اور جناب ابوسفیان کی گفتگو	۲۲۸
۱۸۲	عمان کے رئیسوں کا قبولِ اسلام	۲۲۹
۱۸۳	حج کی فرضیت	۲۲۹
۱۸۴	ظہار کا واقعہ	۲۳۰
۱۸۵	مسلمان خواتین کی ہجرت	۲۳۱
۱۸۶	سورۂ فتح کا نزول	۲۳۱
۱۸۷	گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ	۲۳۲
۱۸۸	حضرت صدیق اکبرؓ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال	۲۳۲
۱۸۹	یہودیوں کا جادو کرنا	۲۳۳
۱۹۰	رئیس جاور کا قبولِ اسلام	۲۳۳
۱۹۱	مکہ میں قحط اور آپؐ کی ہمدردی	۲۳۴
۱۹۲	آپؐ کے والدین کا ذکر	۲۳۵
۱۹۳	بیعت رضوان	۲۳۷
۱۹۴	یہود کا زہر ملانا	۲۳۹
۱۹۵	رجز	۲۴۰
۱۹۶	حضرت حفصہؓ کا آپؐ سے نکاح	۲۴۱
۱۹۷	حضرت میمونہؓ کا آپؐ سے نکاح	۲۴۲
۱۹۸	عمرۃ القضاء	۲۴۴
۱۹۹	کعبہ کے طواف میں رمل۔ کعبہ کی چھت پر اذان	۲۴۵
۲۰۰	حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی کی شادی	۲۴۵
۲۰۱	مقوقس کے ہدایا	۲۴۶
۲۰۲	متعہ کی تحریم	۲۴۷
۲۰۳	اراضی خیبر	۲۵۰
۲۰۴	حبشی غلام کا اسلام اور شہادت	۲۵۰
۲۰۵	یہودی سردار کا قتل	۲۵۳
۲۰۶	روشمس۔ لیلۃ التعریس	۲۵۵
۲۰۷	جبلِ اُحد۔ حضرت ابوہریرہؓ کا اسلام	۲۵۶
۲۰۸	کسریٰ ایران کا قتل	۲۶۱
۲۰۹	منبر کی تیاری	۲۶۱
۲۱۰	حضرت ابراہیمؓ کی پیدائش	۲۶۲
۲۱۱	حضـ[illegible] ﷺ [illegible] انتقال	۲۶۲
۲۱۲	شہدا موتہ	۲۶۳

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ
۲۱۳	سیف اللہ، امیر مکہ کا تقرر، جویریہ، حضرت سودہؓ کا ایثار	۲۶۴
۲۱۴	کعبہ کے کلید بردار کا اسلام	۲۶۵
۲۱۵	ہجرت کا حکم منسوخ، ہمداء کا وفد	۲۶۶
۲۱۶	فارسی عورت کی سربراہی، فتح مکہ	۲۶۷
۲۱۷	حضرت حاطبؓ کا قصہ	۲۶۸
۲۱۸	سفر میں روزہ کی اجازت	۲۶۹
۲۱۹	حضرت ابوسفیانؓ کا قبول اسلام	۲۷۱
۲۲۰	اہل مکہ کے لئے امن کی درخواست	۲۷۳
۲۲۱	اہل مکہ کو امن عام	۲۷۴
۲۲۲	بتوں سے کعبہ کی صفائی	۲۷۶
۲۲۳	فتح مکہ کا خطبہ	۲۷۷
۲۲۴	بیت اللہ میں آپ کا داخلہ	۲۷۸
۲۲۵	داخلہ کے واقعات	۲۷۹
۲۲۶	امانت اور وحی الٰہی	۲۷۹
۲۲۷	حضرت ابوقحافہؓ کا اسلام	۲۸۰
۲۲۸	حضرت امیر معاویہؓ کا اسلام	۲۸۶
۲۲۹	ابولہب کے لڑکوں کا اسلام	۲۸۷
۲۳۰	یدخلون فی دین اللہ افواجًا	۲۸۸
۲۳۱	انصار مدینہ کو تسلی	۲۸۹
۲۳۲	جنگ حنین	۲۹۰
۲۳۳	حنین کے شہداء	۲۹۳
۲۳۴	غلاموں کی آزادی	۲۹۵
۲۳۵	تقسیم اموال پر اہل نفاق کا الزام	۲۹۷
۲۳۶	حضرت ابومحذورہؓ کا اسلام	۲۹۷
۲۳۷	انصار کی فضیلت	۲۹۸
۲۳۸	اہل حنین کا اسلام	۲۹۹
۲۳۹	مشاہدہ وحی	۳۰۰
۲۴۰	حضرت عروہ بن مسعودؓ اور حاکم بحرین کا اسلام	۳۰۲
۲۴۱	سورج گرہن	۳۰۲
۲۴۲	قبائل سے زکوٰۃ کی وصولی	۳۰۳
۲۴۳	نبوت کے آداب	۳۰۳
۲۴۴	شاہ حبشہ کا انتقال	۳۰۵
۲۴۵	وفد عبدالقیس کا اسلام	۳۰۵
۲۴۶	وفود کی آمد	۳۰۶
۲۴۷	بنو عذرہ کا اسلام	۳۰۶
۲۴۸	بنو تمیم، بنو مرہ اور بنو فزارہ کا اسلام	۳۰۷
۲۴۹	وفد تجیب، بنو اسد، بنو کلاب اور بنو بلی کا اسلام	۳۰۸
۲۵۰	بنو نخع، داریین، وفد ثقیف اور وفد بہرا کا اسلام	۳۰۹
۲۵۱	بنو لحج، حمیر، بنو سعد کا اسلام اور مسائل	۳۱۰
۲۵۲	رجم کا قصہ	۳۱۲
۲۵۳	بنو سعد کا نمائندہ، جہاد کا باقی رہنا اور حدیث جبریل	۳۱۲
۲۵۴	ہفتہ بھر کی بارش	۳۱۳
۲۵۵	نصرانیوں کا قبول اسلام	۳۱۴
۲۵۶	ولید بن عقبہ کا قصہ	۳۱۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
٢٥٧	اطاعت معروف کاموں میں ہے	٣٠٣
٢٥٨	مسجد [illegible]	٣١٦
٢٥٩	ذوالبجادین کی سعادت	٣١٦
٢٦٠	ابن ابی کی موت	٣١٦
٢٦١	لعان کا واقعہ	٣١٧
٢٦٢	امیر الحج — صدیق اکبرؓ	٣١٨
٢٦٣	حضرت ام کلثومؓ کا انتقال تبوک کا سفر	٣٢٠
٢٦٤	تبوک کا چندہ اور حضرت عثمانؓ کا ایثار	٣٢١
٢٦٥	منافقین کا تخفیہ	٣٢٢
٢٦٦	تین مخلص صحابہؓ کا قصہ	٣٢٤
٢٦٧	حضرت علیؓ کا مدینہ میں چھوڑنا	٣٢٥
٢٦٨	علاقہ حجر کے واقعات	٣٢٨
٢٦٩	تبوک میں مسجد کی تعمیر	٣٣١
٢٧٠	تبوک سے واپسی پر مساجد کی تعمیر	٣٣٤
٢٧١	صحابہ کرامؓ کی توبہ اور شاہان حجر کا اسلام	٣٣٥
٢٧٢	حضرت عبدالرحمٰنؓ کی امامت	٣٣٦
٢٧٣	موزوں پر مسح	٣٣٧
٢٧٤	حجۃ الوداع	٣٣٩
٢٧٥	سو اونٹوں کی قربانی	٣٤٠
٢٧٦	میدان عرفات کا خطبہ	٣٤٢
٢٧٧	آیت تکمیل دین	٣٤٣
٢٧٨	خطبۂ منیٰ	٣٤٥
٢٧٩	مسیلمہ کذاب کی مدینہ میں آمد	٣٤٨
٢٨٠	اسود عنسی کا دعویٰ نبوت	٣٤٩
٢٨١	نصاریٰ نجران کے نام دعوت اسلام	٣٤٩
٢٨٢	امیر یمن کا انتقال، حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کی روانگی یمن	٣٥٠
٢٨٣	حضرت علیؓ یمن میں	٣٥١
٢٨٤	شاہ روم کے عامل کا قبول اسلام	٣٥٤
٢٨٥	عدی بن حاتم اور وفد بنو حارث کا اسلام	٣٥٥
٢٨٦	بنو حارث اور وفد ہمدان کا اسلام	٣٥٦
٢٨٧	قبیلہ کندہ، وفد بنو حنیفہ اور مزید وفود	٣٥٧
٢٨٨	وفد خولان	٣٥٨
٢٨٩	وفد عامر	٣٥٩
٢٩٠	حضرت جریرؓ کا قبول اسلام	٣٦٠
٢٩١	حضرت ابراہیمؓ کی وفات	٣٦٠
٢٩٢	آخری وفد	٣٦١
٢٩٣	شہداء احد کے لئے دعا	٣٦١
٢٩٤	مرض کا آغاز	٣٦٢
٢٩٥	حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کی تحریر	٣٦٢
٢٩٦	ازواج مطہرات کا ایثار	٣٦٣
٢٩٧	خطبہ نبوی	٣٦٤
٢٩٨	حضرت صدیق اکبرؓ کا شرف	٣٦٤
٢٩٩	انصار کا حق	٣٦٤
٣٠٠	صحابہ کرامؓ کو وصیت	٣٦٥

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۰۱	مرض کا شدت	۳۶۶
۳۰۲	آخری کلام	۳۶۷
۳۰۳	وصال کی کیفیت	۳۶۸
۳۰۴	وصال کی تاریخ	۳۶۸
۳۰۵	خطبۂ صدیقی	۳۶۹
۳۰۶	غسل و تدفین	۳۷۰
۳۰۷	راہ حق کا مسافر	۳۷۰
۳۰۸	حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خلافت	۳۷۱
۳۰۹	حضرت فاطمہؓ کی وفات	۳۷۱
۳۱۰	اسود عنسی کا قتل	۳۷۲
۳۱۱	مسیلمہ کذاب کا قتل	۳۷۲
۳۱۲	جنگ یمامہ	۳۷۳